سفرِ حرم

ن ص ۔
269

ایم ایس ناز

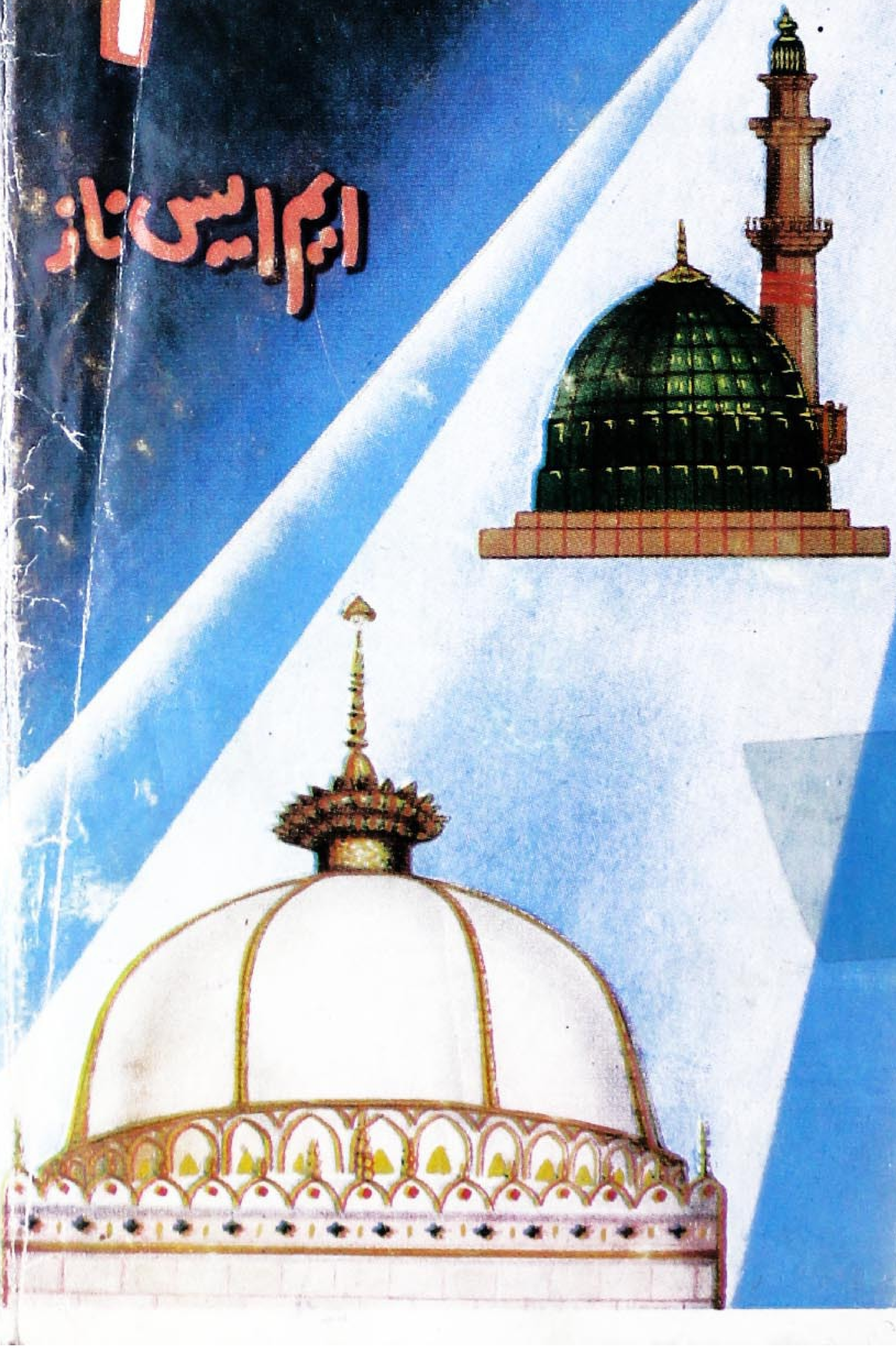

Marfat.com

سفیرِ حرم

سلطان الاولیاءؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ کا آستانہ عالیہ اجمیر میں برسوں سے روحانی فیوض و برکات کا مرکز چلا آرہا ہے، جہاں آج بھی انوارِ الٰہی اور تجلیاتِ رسالت مآبؐ کی بارشیں ہوتی ہیں۔ یہاں آنے والے ہر شاہ و گدا کا دامن ان فیوض و برکات اور انوار و تجلیات سے بھر جاتا ہے۔ زیرِ نظر تصنیف ایم۔ ایس ناز کی اسی عقیدت کی مظہر ہے جس میں فاضل مصنف نے پُرکشش اور محققانہ انداز میں ازمنۂ قدیم سے دورِ حاضرہ تک اجمیر کی تاریخ اور سرکارِ غریب نوازؒ کی سوانح حیات کی روشنی میں چشتیہ سلسلہ کو ابواب کی صورت میں باہم مربوط کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

سفیرِ حرم سے قبل ایم۔ ایس ناز کی تصنیف 'مرکزِ تجلیات' (سوانح حضرت داتا گنج بخشؒ) کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ 'تخلیق مرکز' اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع کر چکا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ 'مرکزِ تجلیات' کے فاضل مصنف کا منفرد اسلوب نگارش ہم سب کو 'سفیرِ حرم' کی حیاتِ مقدسہ کے ورق ورق کا خشوع و خضوع سے مطالعہ کرنے پر مجبور کر دے گا۔

محمد اکرم
ناشر

Marfat.com

Marfat.com

269 - مس

631

خلوص و عقیدت کیساتھ
حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری
کی نذر
ایم ایس ناز
6/11/82

سفیرِ حرم

(سوانح حیات حضرت خواجہ غریب نوازؒ)

ایم۔ ایس ناز

تخلیق مرکز ـ ۳۳-اے، شاہ عالم گیٹ ـ لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

بارِ اوّل : ۱۹۷۵ء

ناشر : محمد اکرم، تخلیق مرکز، لاہور

مطبع : فالکن پریس۔ لاہور

سرورق : ایم۔ یوسف

کتابت : نذیر ہاشمی

بار (۲) ۱۹۸۲ء

قیمت : ۲۵/- روپے

Marfat.com

حضرت

غوث الاعظمؒ

کے

نام

Marfat.com

53327

- اچھّی کتاب
- دعوتِ فکر
- درسِ عمل

Marfat.com

631

تجلّیات

حرم سے اجمیر تک — ۲۵

پیش لفظ

مدینے کے مولا اور اجمیر کے خواجہ

- ابتدائی زندگی
- ابراہیم قندرویؒ سے ملاقات
- ارادۂ مسافرت

سرکار غریب نوازؒ کا سلسلۂ طریقت — ۴۶

- شجرۂ نسب ——— اور ———
- خواجہ حسن بصریؓ، حضرت عبدالواحد بن زیدؒ، حضرت فضیل بن عیاضؒ، ابراہیم اَدھمؒ، خواجہ حذیفہ المرعشیؒ، ہبیرۃ البصریؒ، ممشاد علو دینوریؒ، حضرت ابُواسحاق چشتیؒ، خواجہ ابُو محمدؒ، حضرت ابُو یوسف چشتیؒ، حضرت مودود چشتیؒ، حاجی شریف زندنیؒ کے حالاتِ زندگی۔

حضرت عثمانؒ ہارونی کے زیرِ سایہ — ۶۱

- بیعت کا پس منظر اور پیش منظر

Marfat.com

- بغداد کی سیاحت
- زیارتِ خانہ کعبہ
- دیارِ حبیب میں
- بدخشاں کو روانگی

آفتابِ چشتیاں رخشندہ باد ۷۳

- صُوفی کی تعریف و تاریخ
- اجمیر جانے کا حکم
- برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام کی سرگرمیاں

وارث النبی فی الھند ۸۱

- حضرت غوث الاعظمؒ اور قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملاقاتیں۔
- وُرودِ ہند
- دہلی میں مختصر قیام
- پُجاریوں کے حملے
- جادُوگروں سے مقابلہ
- ازواج مطہرات و اولاد امجاد

جاں پُرسوز، سخن دِلنواز ۱۰۹

- اجمیر میں مستقل قیام
- طریقِ تبلیغ

Marfat.com

631

○ معمولاتِ زندگی

تذکرۂ مجالس (۱۲۱)

○ رشد و ہدایت کی باتیں
○ نماز، قرآن، اولیائے کرام کی صحبت اور سفر کے آداب۔

سولہ ہزار سے زائد کرامات (۱۴۷)

○ آنا ساگر کے کنارے
○ 'قاتل' —— درویش بن گیا!
○ حضرت بختیار کاکیؒ کی پکار
○ —— اور دیگر کرامات

جہاد بالقلم (۱۶۳)

○ دیوانِ معین؟
○ انیس الارواح
○ گنج الاسرار
○ کشف الاسرار
○ رسالہ تصوّف (منظوم)
○ دو نایاب تصانیف

وظائف و لطائف (۱۸۱)

خواجہ غریب نوازؒ کی دعائیں

Marfat.com

○ اولاد کی خواہش، صحت، دُنیاوی حاجات، تجارت میں ترقی، بینائی کی بحالی، سفر میں کامیابی اور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے وظائف۔

خلفاء و اتباع

۱۹۹

○ وصال مبارک
○ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ
○ بابا فریدالدین گنج شکرؒ
○ حضرت علی احمد کلیریؒ
○ حضرت نظام الدین اولیاءؒ
○ حضرت امیر خسروؒ
○ حضرت نصیر الدینؒ گنج محمود چراغ
○ حضرت سیّد محمدؒ گیسو درازؒ
○ ——— اور بہت سے دوسرے

خواجہ کی نگری

۲۶۷

○ اجمیر ——— قدیم تاریخی شہر
○ جدھشٹر سے پرتھوی راج تک ایک سو بیس راجاؤں کی کہانی
○ اجمیر کی سیاسی، ثقافتی اور اسلامی اہمیت

Marfat.com

قبلہ گاہِ اہلِ یقیں ۲۳۵

- مزارِ خواجہ غریب نوازؒ
- مسجدوں کا شہر
- دروازے اور تاریخی یادگاریں

مردِ قلندر کی بارگاہ میں ۲۵۵

- اولیائے کرام کی حاضریاں
- شہنشاہوں کی آمد
- جہاں آراء بیگم کی والہانہ عقیدت
- عظیم شاعروں اور سیاست دانوں کی حاضریاں

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے ۲۹۵

- مزار کھلنے اور بند ہونے کی روزمرہ رسومات
- سالانہ عُرس کی تقریبات کا آنکھوں دیکھا حال

تذکروں کا تذکرہ ۳۰۹

- دلیل العارفین سے سرو الصدور تک
- آئینِ اکبری اور تزکِ جہانگیری کے بعد خواجہ غریب نوازؒ پر لکھی جانے والی کتابوں پر ایک نظر۔

Marfat.com

قطعۂ تاریخ

تصنیف

"سفیرِ حرم"

نتیجۂ فکر

ابوالطاہر فدا حسین فداؔ مُدیرِ اعلیٰ "مہر و ماہ"، لاہور

لکھے ہیں جنابِ نازؔ نے جو — احوالِ حیاتِ خواجہ پیا
اک شمعِ ہدایت کی ان میں — تنویر عجب ہے جلوہ نما

جب بہرِ "سفیرِ حرم" مجھ کو — مطلوب سنِ تصنیف ہوا
مُلہم نے پکارا برجستہ — ہے "حسنِ غریب نواز" فداؔ

۱۳۹۴ھ

سُخنانِ چند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ے

سرِّ حق را بیاں معین الدینؒ
بے نشاں را نشاں معین الدینؒ

خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحکم سیّد الانبیاء حضور پُرنور جناب نبی اکرم شفیع امم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم، کفرستانِ ہند کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے نوازا اور سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ کو برِّ صغیر پاک و ہند کی باطنی حکومت کی سلطانی کا سہرا زیب سر فرما کر روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہ کے ورودِ مسعود کے وقت سے برّ صغیر پاک و ہند حضرت چشتیہ بہشتیہ ہی کی ولایت ہے اور آئندہ بھی یہاں ان ہی کی حکومت رہے گی اور یہاں کے تمام باطنی نظام کے مختارِ کُل حضرت خواجہؒ ہیں اور رہیں گے (انشاءاللہ تعالیٰ)

اکابر اولیاء اللہ میں سے سیّدنا و مولانا حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جس مقدس ہستی کے تذکار، جس نائب رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے روحانی فیض اور جس مبلّغِ اسلام کا اسوۂ حسنہ ہماری دینی و دنیوی فلاح اور ظاہری اور باطنی اصلاح کا ذریعہ ہو سکتا ہے، وہ ذاتِ گرامی ہے حضرت خواجہ

Marfat.com

بزرگ اجمیری قدس سرہ کی۔ انہوں نے سیدنا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ کے بعد مگر نہایت وسعت و ہمہ گیری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی۔ جس کی مثال اولیاء اللہ کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ حضرت خواجہ بزرگ ہی کی تبلیغ کا اثر ہے کہ آج پاکستان اور ہندوستان میں کروڑہا مسلمان مدنی تاجدار (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کا نام مبارک لے رہے ہیں۔ گویا ان ہی کے فیضانِ نظر کے بدولت یہاں کفر کفر اور اسلام اسلام کا نظریہ نہیں بلکہ عقیدہ عملی صورت میں نظر آیا اور "ملت از وطن است" کا غیر اسلامی نظریہ خاک میں مل گیا۔

اس مقام پر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ جب علماء و مشائخ اہلِ سُنّت بہ فیضانِ حضرت غریب نواز رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ کر چکے کہ پاکستان بنانا ہے اور ہر قیمت پر بنانا ہے تو اس وقت کی عظیم قوت یعنی اہلِ سنت کی نمائندہ تنظیم "آل انڈیا سُنی کانفرنس" نے سوادِ اعظم اسلام (اہلِ سنّت) کے ایک ایک فرد تحریکِ پاکستان کا سپاہی بنا دیا تھا۔ سُنّی کانفرنس کے صدرِ محترم حضرت مولانا ابوالمحامد سیّد محمد محدث چشتی نظامی اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ نے آل انڈیا سُنی کانفرنس بنارس کے بعد عرس خواجہ یعنی عیدِ چشتیاں کے موقعہ پر ۶ رجب المرجب $\frac{۱۳۶۵\text{ھ}}{۱۹۴۶\text{ء}}$ کو درگاہِ مُعلّیٰ کی "شاہجہانی مسجد" میں منعقد ہونے والے خصوصی اجلاس میں زیرِ صدارت حضرت سید دیوان آل رسول علی مدظلہ العالی سجادہ نشین درگاہ شریف، ایک تاریخی خطبہ دیا جو فنِ خطابت کا بھی شاہکار ہے اور "الخطبۃ الاشرفیہ للجمہوریۃ الاسلامیہ" کے نام سے دو مرتبہ طبع و شائع ہو چکا ہے۔ اس خطبہ کے چند اقتباس درج ذیل ہیں:

"اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ

Marfat.com

ہے اور ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر میں لا چکا ہے، جس نے جیلان غوث کو بغداد پہنچایا ہے، جس کے لیے اللہ کا حبیبؐ مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام، خدا کے دین کے پیغام اور اُس دین داری کی آزادی ہے۔ ذرّہ ذرّہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے، انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے۔''

حضرت خواجہ کو گواہ کر کے فرماتے ہیں:۔

''ان پاکوں کا پاک عزم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھانا ہے۔''

پھر ارشاد فرماتے ہیں:۔

''حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سُنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سُنی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے، نہ شاعری ہے اور نہ سُنّی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینا جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے، اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے۔ اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا؛ اب رہا پاکستان کارِ سُنّیان است''

(حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور)

Marfat.com

پاکستان بن گیا اور ہم اپنے اس عہد کہ " رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان بنا کر دکھانا ہے۔" یکسر بھول گئے اور حضرت خواجہ کی روحانیت کی طرف متوجہ رہنے اور مدنی سرکار کے دَربارِ دُربار کی گدائی کے بجائے دشمنانِ اسلام کے ہاں سے بھیک مانگنا شروع کر دی، جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ بہرحال اب بھی وقت ہے کہ ہم پاک و ہند کے "باطنی بادشاہ" کی طرف متوجہ ہوں اور یہاں کا ہر شخص پکارے ؎

من بداماںِ معین الدین حسن دستے زدم
خواجۂ من سیّدِ من خضرِ من مولائے من

پھر دنیا دیکھے کہ پاکستان کی حدود کہاں تک پھیلتی ہیں۔ غرض کہ پاکستان میں تذکار و تعلیمات خواجہ کے ظاہری و باطنی فوائد بے حد و حساب ہیں، جب کہ اُن کا فرض اسم گرامی اکسیرِ اعظم کا حکم رکھتا ہے تو اُن کا ذکرِ جمیل اور ان کی پاک تعلیمات کا مطالعہ خضرِ راہ اور مرشد طریق کی حیثیت رکھتا ہے۔

میرے مخلص دوست اور ملک کے مشہور مؤلف اور صحافی جناب ایم۔ ایس ناز صاحب بزرگانِ دین کے عقیدت مند ہیں، چند سال قبل انہوں نے داتا گنج بخشؒ کی سوانح حیات "مرکزِ تجلیات" کے نام سے لکھی تھی جو بے حد مقبول ہوئی۔ اب انہوں نے حضرت خواجہ غریب نواز مقدس سرہٗ کے حالاتِ بابرکات پر "سفیرِ حرم" کے نام سے کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ مَیں نے اپنے خواجہ، آپ کے خواجہ، صوفیہ کے خواجہ اور اولیاء کے خواجہ کے اذکارِ جمیل کے اس حسین مرقع کو جستہ جستہ دیکھا ہے۔ ناز صاحب نے نہایت سادہ و آسان زبان اور عام فہم و دل نشین انداز میں، اچھوتے عنوانات کے تحت اولیاءِ کرام کے اس سردار کے نورانی حالات

Marfat.com

کو مرتب کر دیا ہے (جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء)

نازؔ صاحب نے یہ کتاب اُس قلیل گروہ یعنی محققین کے لیے نہیں لکھی بلکہ ان کے پیش نظر عام پڑھے لکھے لوگ ہیں اور وہ انہیں غریب نواز کی مقدس اور لائق تقلید تعلیمات سے روشناس کرانا چاہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت حد تک اپنے اس نیک مقصد میں کامیاب بھی ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرنے سے نازؔ صاحب کی اس پیش کش کی قدر و قیمت میں ہرگز ہرگز کوئی کمی واقع نہ ہوگی، اس لیے مَیں یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ "جُہاد بالقلم" کے زیرِ عنوان حضرت خواجۂ خواجگان کو شاعر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ نازؔ صاحب نے یہ زیادتی جان بوجھ کر کی ہے۔ اس لیے کہ وہ عوامی ذہنوں کا مقابلہ کرنا نہیں چاہتے اور اس امر کی نشان دہی بھی نہیں کی۔ اکثر ملفوظات و کتب کا حضرت خواجہ کی طرف انتساب صحیح نہیں۔ بہرحال ان چیزوں سے کتاب کی افادیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس دعا پر سلسلۂ کلام ختم کرتا ہوں کہ نازؔ صاحب کی یہ سعی عنداللہ مقبول اور عندالناس مشکور ہو اور قارئین کرام فیضانِ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مستفید و مستفیض ہونے کی کوشش کریں۔ آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

۶۔ شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ
۲۵۔ اگست ۱۹۷۴ء

خاکِ راہِ ... منداں
محمد ... نعی عنہ

Marfat.com

Marfat.com

روشنی کا سفر

مری انتہائے نگارش یہی ہے
ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

روشنی کا سفر مکمل ہو چکا ہے اور خوشبوؤں کے قافلے نے قلب و ذہن کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ رمضان المبارک کی وہ شب کتنی عظیم اور مبارک تھی جب میں نے سفیرِ حرمؒ کی بارگاہِ الفت میں بہ چشمِ پُرنم حاضری دی۔ اس وقت میں محسوس کر رہا تھا کہ خواجہ بزرگؒ پیار اور شفقت سے میرے گالوں کو تھپتھپا رہے ہیں۔ یہ میرے بچپن کا زمانہ تھا جب مجھے پہلی بار اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ اجمیر میں درِ خواجہ پہ آنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ٹھیک پندرہ سال بعد جب میں دوبارہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا تو یہی روشنی جنّت کی عطر بیز ہواؤں کی طرح میری سانسوں میں تحلیل ہو کر میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اُتر رہی تھی۔ اس موقع پر میں نے سرکار غریب نوازؒ سے ایک وعدہ کیا کہ اپنے محسوسات کو کسی نہ کسی روز احاطہ تحریر میں لاؤں گا ـــ پھر جب کبھی مجھے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار اقدس پر حاضری دینے کا موقع ملتا تو میرے قدم خواجہ خواجگانؒ کے حجرۂ اعتکاف کے کے قریب آ کر خود بخود رُک جاتے، میں دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا، تو سنگ مرمر کی جالیوں سے جھانکتی ہوئی سبز دودھیا روشنی مجھے میرا وعدہ یاد دلاتی رہتی ـــ ذات

Marfat.com

باری تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ التفات کے طفیل یہ وعدہ پورا ہوگیا ہے اور میری انتہائے نگارش یہی ہے کہ میں اُس بزرگ و برتر ذات کے ذکر سے ابتدا کر رہا ہوں جو فاعلِ مطلق، خالقِ کُل، بے مثال، لایزال، لامکاں، بے پایاں، بے حد و حساب اور تمام قیود سے آزاد، ارفع و اعلیٰ ہے۔ جس کا کوئی نام نہیں ہے، جس کے سب نام ہیں۔ اور میری کیفیت اس وقت یہ ہے کہ ؎

بنامِ آں کہ اُو نامِ ندارد
بہر نامِ کہ خواہی سر برارد

شعر مختصر ہے مگر اس میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے کائنات کے تمام رموز و نکات بیان کر دیئے ہیں۔ یہ کُن، آفاق، انفس اور تخلیق کی مکمل شرح ہے۔

امسال رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں، جب میں نے حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی کی سوانح حیات قلمبند کرنے کے لئے قلم ہاتھ میں لیا تو یہی شعر میرے تحت الشعور میں تھا جو حرم سے اجمیر تک مجھے تاریخ کی وادیوں میں لئے پھرتا رہا۔ میں نے ماضی کے دریچوں میں جھانکا، یادوں کو آواز دی تو عقیدت کے پھول مہکنے لگے۔ خواجۂ خواجگانؒ کے روضہ اقدس کے گنبد کا سنہری کلس تھا کہ نُور کا بقعہ، قبہ بیضا تھا کہ نور ظہور کا تڑکا۔ تجلیوں کے خواجہ کی تجلیاں اور قدرت نمائیوں کے داتا کی کارفرمائیاں تھیں کہ میرا دل محبت کے جذبہ سے سرشار تھا۔ آسمان کا تارا تارا، چمنستان کا پتہ پتہ اور زمین کا ذرہ ذرہ گویا زبانِ حال سے پکار رہا تھا ؎

مُعینا دستگیرا بادشاہا مرشدا خواجہؒ!
طفیلِ رحمۃ للعالمیں چشمِ کرم برما

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری کی حیات اقدس کے ہر پہلو کو میں نے ظلماتِ دہر میں ایک بھرپور روشنی محسوس کیا ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپؒ نے کفرستانِ ہند میں دین حقانیت کے اُجالے بکھیرے اور نورِ حق کی ضیاؤں سے تاریک سے تاریک گوشے کو بھی منوّر کیا۔ "سفیر حرم" میں، میں نے خواجہ غریب نوازؒ کی مقدس زندگی کے ان تمام قابلِ تقلید پہلوؤں کو سمونے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کی تسوید کے دوران میرے ساتھ ایک غیر معمولی واقعہ بھی پیش آیا۔ اسے میں اپنی زندگی کا حاصل کہوں تو بے جا نہ ہوگا جس کے اظہار کے لئے میرا قلم کانپ رہا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہوگئی ہے اور آنکھیں بھر آئی ہیں۔ یہ رمضان المبارک کی سترھویں شب تھی۔ نماز تراویح سے فراغت کے بعد میں چودھواں باب "قبلہ گاہِ اہلِ یقین" لکھنے میں منہمک تھا کہ اچانک برقی رَو معطل ہوگئی۔ رعنائی خیال کا تسلسل تھا کہ جس پر ذہن، قلم کے ٹھہر جانے پر قدرے پریشان ہوا۔ میں خیالات جھٹک کر اُٹھنے لگا، مگر میری نگاہیں ورطۂ حیرت میں ڈوب کر رہ گئیں۔ میں نے ادرگرد دیکھا کمرے میں چاروں طرف اندھیرا تھا مگر صفحۂ قرطاس پر روشنی ہی روشنی تھی، اور میں تقریباً نصف گھنٹے تک اسی انجانی روشنی میں سرکار غریب نوازؒ کی بارگاہِ الفت میں قلم کا نذرانہ پیش کرتا رہا۔ تاآنکہ بجلی دوبارہ آگئی۔ میں وہ کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہوں، جو اس دوران میرے تصورات پر چھائی رہی۔

دوسرے روز میرے ساتھ اس سے بھی غیر معمولی واقعہ پیش آیا جب رات کے وقت میں نے اپنے کمرے میں خوشبو محسوس کی، اس مہک سے میرا دل ودماغ معطر

Marfat.com

ہو گیا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے بستر سے اٹھا اور قلم کو کتابوں کے پاس چھوڑ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ خوشبو پھیل رہی تھی اور مسلسل پھیل رہی تھی۔ اور یہ پھر یہ خوشبو روزانہ آخری باب کی تکمیل تک میرے ہمسفر رہی۔ میرا ایمان ہے کہ ارشاد ربانی کے مصداق اولیاء اللہ انتقال کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ مگر ہم لوگوں کو ان کا شعور نہیں ہوتا۔ خوشبو کے یہ قافلے روزانہ اجمیر سے آتے تھے۔ وہ روشنی بھی دارالخیر اجمیر ہی سے سفر کر کے آئی تھی، مگر صد افسوس کہ مجھ ایسا عاصی و خطاکار، حضرت خواجہ غریب نوازؒ ایسی عظیم اور مقدس ہستی کو دیکھنے سے قاصر رہا۔ اس لیے کہ میں دل کی آنکھ سے محروم تھا۔

اس وقت یہ روشنی اپنا سفر مکمل کر چکی ہے۔ خوشبو کے قافلے بھی منزل مقصود کو پہنچ چکے ہیں اور مجھے اعتراف ہے کہ میرے ان خیالات میں وہ روانی، جذباتیت، کشش اور خوبصورتی نہیں، جو سفیرِ حرم کے ابواب میں ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ خوشبو کے قافلے مجھے پیچھے چھوڑ گئے ہیں، اور میں خواجہ کی نگری سے دُور رہ کر اپنے وطن میں اپنے آپ کو بے وطن محسوس کر رہا ہوں۔ خواجہ غریب نوازؒ سے فریادی ہوں۔ فلک در پے آزار ہے۔ میں یہاں یارانِ چمن کی بربادی کے افسانے سناؤں تو کیسے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ بھی شاید ہم سے ناراض ہیں کہ ہم نے ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کیا۔ میرا وطن دو لخت ہے اور اسلامیان پاکستان ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ میرا دامن چاک چاک، دل فگار فگار، کس سے جا کر کہوں کہ ہمارا سب کچھ لٹ گیا ہے۔ اے خواجہ، ہم خطاکار ہیں، مگر یہ بھی سوچیے کہ آپ کے پرستار ہیں۔ اس لیے آپ کی نظرِ عنایت کے طلب گار ہیں۔ مَیں اس نذرانہ عقیدت کو سفیرِ حرمؒ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر رہا ہوں۔

Marfat.com

تری توصیف میں قاصر، تری تعریف سے عاجز

قلم میرا، زباں میری، معین الدینؒ اجمیری

آپ میرے اس حقیر نذرانے کو قبول فرمائیے اور پاکستان کی بقاء اور ملتِ اسلامیہ کے وقار کی بحالی کے لیے تاجدارِ حرم کے توسّل سے بارگاہِ ایزدی میں خشوع وخضوع سے دعا کیجئے۔ ہمیں روشنی کی ضرورت ہے، جو ہمیں صراطِ مستقیم دکھا دے۔ ہمیں خوشبوؤں کی طلب ہے۔ جو ہمارے ذہنوں کو معطر کر دے کہ ہم بیدار ہو جائیں اور صحیح معنوں میں ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں سرگرم عمل ہو جائیں۔

ہماری قومی زندگی کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ نئی نسل اسلام اور بزرگانِ دین کی خدمات اور تعلیمات سے بے بہرہ ہے۔ 'سفیرِ حرم' کی تدوین کا اہم مقصد بھی یہی ہے۔ میں بلا تامّل یہ بات عرض کر دوں کہ 'سفیرِ حرم' صرف اور صرف نئی نسل کے لیے لکھی گئی ہے اور میں نے اس کے تحقیقی پہلو کو صرف تحقیق و تدقیق کی حد تک دیکھا ہے اور اس تحقیق پر مزید تحقیق کی ضرورت اس لیے محسوس نہیں کی کہ اس سے خواجہؒ کی زندگی محض سن پیدائش، مقام ولادت یا اس نوع کے دوسرے گوشوں کے باعث متنازعہ ہو کر نہ رہ جائے۔ کیونکہ ہمارے ہاں محققین کا ایک اندازِ تحقیق یہ بھی ہے کہ وہ بزرگوں کے حالاتِ زندگی مرتب کرتے وقت مورخین کی غلطیوں کو اس ڈھب سے منظرِ عام پر لاتے ہیں کہ قاری کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے کی بجائے تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ میرے ذاتی خیال میں نئی نسل کے اسلام سے برگشتہ ہونے کی اہم وجہ تحقیقی اندازِ فکر بھی ہے۔

مَیں نے 'سفیرِ حرم' میں عام فہم زبان میں خواجہ غریب نوازؒ کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ مَیں اپنے اس مقصد میں کس حد تک

Marfat.com

کامیاب ہوا ہوں۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ غلطی ہر فردِ بشر سے ہو سکتی ہے۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد میری غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کریں، تو میں بے حد ممنون ہوں گا۔

یہ کتاب، حقیقت میں ایک پیغام ہے۔ جو حضرت معین الدین چشتی غریب نواز حرم پاک سے لے کر آئے۔ مَیں نے اسی مناسبت سے کتاب کا "سفیرِ حرم" رکھا ہے۔ اب سفیرِ حرم کی اسلامی تعلیمات کا پیغام گھر گھر پہنچانا ہم سب کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جزائے خیر دے (آمین)

کتاب کی تکمیل میں جن دوستوں اور بزرگوں نے میری معاونت فرمائی۔ مَیں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ان دوستوں اور بزرگوں میں اجمیر پیر مارٹ والے محمد اکرم بٹ ہیں، جن سے بڑا خواجہ غریب نواز کا عاشق صادق شاید ہی پاکستان میں کوئی ہو۔ ان کے درِ دولت پہ باقاعدگی سے قوالی کا اہتمام ہوتا ہے۔ میں ان محفلوں میں کئی بار شریک ہوا ہوں، اور اس سے میرے دل میں خواجہ پیا کی محبت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ دوسرے بزرگ دوست ممتاز مورخ و محقق حکیم محمد موسیٰ امرتسری ہیں۔ جو تحقیقی معاملات میں اکثر میری رہنمائی فرماتے ہیں۔ تیسرے میرے انتہائی مشفق و مہربان بزرگ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرق پوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرق پور شریف ہیں، جنہیں میں اس الحاد و زندقیت کے دور میں روحانیت کی روشن شمع کہہ دوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ میاں صاحب کا فیض عام جاری ہے اور مجھے ان کی دوستی اور بزرگی پر بے حد ناز ہے۔ مَیں چوہدری محمد احسن علیگ کا بھی بے حد ممنون ہوں، جو ہر مشکل وقت میں میری مدد کرتے رہتے ہیں۔ چوہدری صاحب

53327

Marfat.com

قائدِ اعظم کے جان نثاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور اس وقت بھی پاکستان کے استحکام اور بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ مَیں صاحبزادہ پیر کبیر علی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف، مولانا سلیم اللہ خاں، مولانا اکرام حسین مجددی جناب علامہ مقصود احمد، قاری عطاء اللہ اور الفا سلامی مشین والے حافظ محمد اشرف کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری اسلامی موضوعات کی تحریروں کی ہمیشہ قدر افزائی کی ہے۔ سفیرِ حرم کی تدوین کے دوران ان کی پُر خلوص دعائیں میرے ہمرکاب رہیں۔ اور میں بالخصوص حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کا ہمیشہ احسان مند رہوں گا جنہوں نے مجھے "سفیرِ حرم" کے بارے میں اپنے خیالات سے نوازا۔ میں ان کے جذبات و احساسات کے روبرو سرِ تسلیم خم کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ ان کے ہزاروں عقیدت مندوں اور نیاز مندوں میں میرا بھی شمار ہو جائے۔ کاش پیر صاحب گولڑہ شریف چند روز مزید زندہ رہتے اور میں ان کی موجودگی میں اس عقیدت و وارفتگی کا اظہار کرتا۔ پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت خواجہ غلام محی الدینؒ کی محبت و شفقت کو میں عمر بھر فراموش نہ کرسکوں گا۔ وہ میرے دل میں اپنی میٹھی یادوں کی سوندھی سوندھی خوشبو چھوڑ گئے ہیں۔ میری آنکھوں میں ان کی چاندنی بسی ہوئی ہے اور میں ان کے رشحاتِ قلم کو ایک مقدس ورق کی حیثیت سے شاملِ اشاعت کر رہا ہوں۔ پیر صاحب کے یہ افکار خوشبو اور چاندنی کا ایک حسین امتزاج ہیں۔ جو انہوں نے انتقال سے تقریباً ایک ہفتہ قبل قلمبند کیے۔

سفیرِ حرم کی تزئین و کتابت میرے محترم دوست جناب نذیر ہاشمی کی کاوشوں کا ثمر ہے۔ ہاشمی صاحب نے جس پیار اور محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر "سفیرِ حرم" کی کتابت کی ہے، مجھے امید ہے کہ وہ سرکار غریب نوازؒ کی بارگاہ سے اس کا انعام

Marfat.com

اکرام ضرور پائیں گے۔ کتاب کا سرورق جناب ایم یوسف کی خواجہ غریب نوازؒ سے دلی عقیدت کا مظہر ہے۔ میں یوسف صاحب کا ممنونِ احسان ہوں کہ انھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود "سفیرِ حرم" کے سرورق کو اس قدر پُرکشش اور دیدہ زیب بنایا ہے کہ باذوق قارئین ان کے اس شاہکار کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ میں ان تمام بزرگوں، دوستوں اور کرم فرماؤں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے آپ کو روشنی کے جلو میں بیٹھا محسوس کر رہا ہوں۔ دعا کیجیے کہ یہ ہالہ نور میرے گرد برقرار رہے (آمین)

سفیرِ حرم کے آخری باب میں مَیں نے ماخذ لکھ دیے ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ پر اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مَیں نے کتاب کے ماخذات میں جن ایک سو چار کتابوں کے نام لکھے ہیں ان کی سن وار ترتیب کا خیال قصداً نہیں رکھا۔ میں نے ان کتابوں کے نام اس اعتبار سے لکھے ہیں کہ قدیم اور جدید تذکرے الگ رہیں اور خواجہ بزرگ کی سوانح پر لکھی گئی کتابیں الگ۔ جن کتابوں میں خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں کہیں کہیں حوالے موجود ہیں۔ ان کا ذکر بھی الگ اور یکجا ہے۔ اور اس "بے ترتیبی" کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ بزرگؒ کی زندگی کے کسی خاص موضوع کا مطالعہ کرنے والوں کو آسانی رہے۔ آخر میں مَیں ان تمام قارئین کا تشکر یہ ادا کرتا ہوں۔ جو میری تحریریں پڑھ کر مجھے حوصلہ افزائی کے خطوط لکھتے رہتے ہیں۔

والسلام

خاکسار

ایم۔ایس، نازؔ

۸۸۔ بلال پارک، شام نگر، چوبرجی، لاہور

Marfat.com

حرم سے اجمیر تک

سفیر حرم

Marfat.com

ہمیشہ صورتِ بادِ سحر آوارہ پھرتا ہوں
محبّت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی
دلِ بے تاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجرؒ میں
میسّر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی

اقبالؒ

Marfat.com

نورِ حق کی ضیائیں، ایمان کی کتاب کے رنگین اوراق پر بکھری پڑی تھیں۔ بے قرار نگاہوں میں کیف و سرور کی ایک غیر مرئی روشنی چمک رہی تھی اور دلِ بے تاب گلشنِ عرفان کی خوشبوؤں سے معمور تھے کہ ایک مردِ درویش کی صدا فضائے بسیط میں گونجنے لگی ؎

خواجہؒ تمھاری شان بھی، کیا شان ہے کہ تم
بندے خُدا کے ہو کے بھی بندہ نواز ہو

سُلطان الہند کی بارگاہِ محبّت میں ہزاروں شکستہ دل، سرِ نیاز جھکائے کھڑے تھے۔ چُپ چاپ، خاموش، مہر بہ لب، —— ان میں تڑپنے کی طاقت تھی نہ شکیبائی

Marfat.com

کی۔ وہ خشوع و خضوع سے عقیدت کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے یہاں آئے تھے۔
در خواجہؒ پہ ان کی حاضری تکمیلِ ایمانی کی مظہر تھی اور رحمتوں کی ہوائیں جھوم جھوم کر اُن کے دامن، امید کی کلیوں اور مسرت کے پھولوں سے بھر رہی تھیں فرشتے فقیروں کے بھیس میں صندل بہ جبیں تھے اور حوریں، کہکشاں کی اوٹ سے آسمانِ چشت کے آفتابِ جہاں تاب کو دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ ہر طرف سرکار غریب نوازؒ کا فیض عام جاری تھا۔ اہلِ نظر، دل کی آنکھوں سے نظارہ کئے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دُنیا میں فقط آنکھوں کا ہونا کافی نہیں نرگس کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں مگر آج تک اُس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس لئے خواجہ خواجگان ایسے رمز آگاہ کن اور واقفِ سِرّ الست کی تصویرِ مصطفےٰؐ کو اشکِ مژگاں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ تنویرِ مرتضیٰؓ تو صدیوں سے فروزاں ہے اور تاریکیوں میں اجالا کر رہی ہے، اس کی روشنی تک پہنچنے کے لئے چشمِ نرگس کی نہیں، باطن کی آنکھ کی ضرورت ہے، جو صرف اور صرف ایمان کی محبت کے لازوال جذبے سے وا ہوتی ہے۔

محبت ایک ایسی شمع ہے جو بادِ صرصر میں بھی اپنی لو برقرار رکھتی ہے۔ اس کی تب و تابِ جاودانہ میں دَیر و حرم کی عظمتوں کے نقوش ملتے ہیں اور دُنیا کے بُت کدوں میں خدائے بزرگ و برتر کے اس اوّلین مقدس گھر کے بام و دَر پلکوں کی محرابوں میں سما کر رہ جاتے ہیں جیسے ابراہیم خلیل اللہ

Marfat.com

نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا اور جو آج بھی بولان سے لے کر جولان تک حق پرستوں کی محبّت کا ملجا و ماویٰ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اسی جلوہ گاہِ حق سے محبّت کے دین کو عام کرنے کے لیئے اس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے اور گمراہ لوگوں کو صراط مستقیم دکھایا۔ آپؐ امین کہلائے۔ رفتہ رفتہ یہی محبّت صراط اللہ، صراط الانبیاء، صراط الصدّیقین، صراط الشہدا اور صراط الصّالحین بن گئی۔ سرورِ دو عالمؐ سے والہانہ محبّت کا یہ فیضان صدیوں جاری رہا۔ آج بھی جاری ہے اور ابدالآباد تک جاری و ساری رہے گا، جو صراطِ محبّت پر چل رہے ہیں، ان کے قلوب جمال و عرفان کی تابانیوں سے منوّر ہیں اور جو تہی داماں ہیں، وہ انتہائی بدنصیب ہوں گے

جس طرح خانہ کعبہ کسی وقت طواف سے خالی نہیں رہتا اور حضور سیّد المرسلینؐ، شفیع المذنبینؐ، خاتم النّبیّینؐ، رحمۃ للعالمینؐ کے روضہ پُرانوار پر ہمہ وقت لاکھوں فرزندانِ توحید، ملائک اور انبیاء سلامِ عقیدت پیش کرنے کے لیئے حاضری دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ اہلِ اطاعت جن کے قلوب عرشِ عظیم سے متصف اور خانہ خدا اور روضہ رسولؐ سے مناسبت تام رکھتے ہیں۔ ان کے مزارات بھی کسی وقت ارادت مندوں سے خالی نہیں رہتے

ان ہی مزارات مقدسہ میں سے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا آستانہ جنّت نشاں بھی ہے، جہاں رحمتِ خُداوندی اور انوارِ رسالتؐ کی ہر لحظہ بارشیں

Marfat.com

ہوتی ہیں اور بندگانِ خُدا جوق در جوق محبّت کے پھُول نچھاور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ یہاں ایک عالم فیض پاتا ہے کہ یہ نبیؐ کی آل کا گھر ہے، جہاں خُدا کی میر سامانی ہے۔ یہ خیابانِ ارم ہے، جہاں ہر طرف محبّت و معرفت کی مہک ہے۔ 'مُعین ـــــ وہوالمُعین' کا ذکرِ جمیل دلوں کو تازگی بخشتا ہے، جیسے پھولوں کو نسیمِ سحر اور سبزے کو شبنم طراوت بخشتی ہے۔ سرکار بندہ نوازؒ بھی خدائے بزرگ و برتر کی محبّت عام کرنے میں زندہ دل ہیں، جس سے محبّت کرنے والا زندہ ہی نہیں بلکہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ خُدا، جس کو ارض و سما نہیں سما سکتے اور جو شہ رگ کے بھی قریب ہوتا ہے' درِ خواجہؒ پہ آنے والے بندہ مومن کے دل میں یوں سما جاتا ہے کہ پھر نہیں جاتا۔ ایسے ہی دل حقیقی معنوں میں خدا کا گھر ہوتے ہیں، جن کے متعلق کہا گیا ہے ؎

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اللہ اللہ محبت کا کیسا ایمان افروز منظر ہوتا ہے، جب ہزاروں خواجہ پرست دور دراز کی مسافتیں طے کرکے دربارِ عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں' اُمید کی کرنیں' انھیں اس در کی خاک چھاننے کے لئے کشاں کشاں لے آتی ہیں کہ کٹھن راہوں کی مشکلات کا احساس تک نہیں رہتا اور خواجہ بزرگؒ کی مسافر نوازی ان کے دلوں میں محبّت کی عظمت کے نقوشِ دوام ثبت کر دیتی ہے۔ تجلّیوں کے اس سُرور آگیں ماحول میں کوئی حدیثِ دلبراں دُہرانے لگتا ہے تو

Marfat.com

اسے آنکھوں کے سامنے فاران کی چوٹیوں سے گنبدِ خضرا نظر آتا ہے اور پھر نیل کے ساحل سے تا بخاکِ کاشغر حرم کے پاسبان قطار در قطار کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی دوران ندا آتی ہے ؎

جدِ اعلیٰ میں ہے تو، تجھ میں ہے جدِ اعلیٰ
تیرا روضہ ہے کہ ہے گنبدِ خضرا ثانی

اس وقت لوحِ تحت الشعور پر کوئی لکھ دیتا ہے کہ بے شک یہ گنبدِ خضرا ثانی ہے، کیونکہ جب سرکار غریب نوازؒ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیابت میں آنے کے بعد ان ہی کے حکم سے اجمیر تشریف لائے تھے، اس وقت برصغیر کے گوشے گوشے میں کفر و ضلالت کی تیرگی پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے باطل کے پندار کا طلسم توڑا، جہلا کے بتوں کو پاش پاش کیا، حتیٰ کہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے یہاں وہاں، جہاں تہاں، کراں تا کراں روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ معین الحق لقب پایا، ولی ہند کہلائے، حبیب اللہ کا خطاب ملا۔ خواجہ خواجگان سرتاج اولیاء اشرفِ روئے زمیں مانے گئے اور حقیقت میں سفیرِ حرم تھے جنھوں نے ؎

بابِ بلند، بابِ کرم سے ملا دیا
اجمیر کی زمیں کو حرم سے ملا دیا

اس سے بڑھ کر آپ کی اور تعریف کیا ہو گی کہ آپؒ شہِ بطحا کے محبوب

Marfat.com

ہیں اور ویران سینوں کو محبت کے گلزاروں میں بدل رہے ہیں۔ یہاں کے فقر و استغنا کی معراجِ اعلیٰ کا مقام ہے کہ شاہانِ زمن بھی اس چوکھٹ پر عجز و انکساری سے جبینیں جھکانے آتے ہیں۔ اسی دہلیز پر شعرا کی فکرِ رسا گرمِ تجسس رہتی ہے اور نکتہ ورانِ عالم بھی سر بہ زانو دکھائی دیتے ہیں ؎

یہ رتبہ بلند جس کو ملا، مل گیا

سرکار غریب نوازؒ کی آواز مکے اور مدینے — مرکزِ تجلیات اجمیرؒ، فیضان دہلی میں اور احسان کلیر میں، ان کے حلقہ بگوش جس جگہ قدم رکھتے ہیں، جہان آباد کر دیتے ہیں۔ دینِ حنیف کے شیدائی کہتے ہیں کہ خواجہ غریب نواز کی بیعت ید اللہ فوق ایدیھم کی تفسیر ہے — اور معین الدینؒ جلوۂ یزداں ہی تو ہیں، جنھوں نے برعظیم پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اسلام کے چراغ جلائے۔ آج آپؒ کے طفیل اجمیر کا ذرّہ ذرّہ مہِ کامل ہے، جس پر اہلِ محبت کی نظریں مرتکز ہیں۔ آپؒ کی ذات والاصفات ایک ابرِ کرم ہے جس نے اپنے فیض کی بارش سے کفر و الحاد کی بنجر زمینوں کو توحید کی صداقت و حقّانیت کے شاداب گلشنوں میں تبدیل کر دیا۔ آپ کی حیاتِ مقدسہ حُسنِ اَخلاق کا ایک صاف و شفاف چشمہ ہے جس سے روحانیت کے ہزاروں دریا پیدا ہوئے اور جنھوں نے اپنی سیرابی و شادابی سے انسانیت کی ویران بستیوں کو سدا بہار کر دیا۔

سفرِ حرم

Marfat.com

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سفیرِ حرم خواجہ معین الدینؒ، کیونکر غریب نواز چشتیؒ کہلائے؟ آپ نے کس طرح اسلام پھیلایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انداز کیا تھا؟ وعظ، نصیحت، تعلیم و تلقین یا درس و تدریس، اگر خواجہ معین الدینؒ ایسے صوفیا یہی طریقہ اختیار کرتے، تو یہ کام تو دوسرے مُلّا یا مولوی بھی سرانجام دے سکتے تھے مگر اُن سے اس قدر تبلیغِ اسلام نہ ہو سکی اور نہ ہی کفّار نے ان کے ہاتھوں پر اِسلام قبول کیا —— تو یقیناً صوفیا کا طریقِ تبلیغ منفرد اور جُداگانہ تھا اور ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ یہ طریق محبّت تھا، وہ طریقِ محبّت جو خُدا کے دوستوں اور دشمنوں کے علاوہ کافروں، فاسقوں، فاجروں، گناہگاروں اور بدکاروں سے محبّت کرنا سکھاتا ہے اور یہ کام بڑا لاینحل ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ عربی اور فارسی پر کامل دسترس رکھتے تھے، لیکن اُن کا ذریعہ ابلاغ بیان تھا، نہ زبان تھی۔ صرف محبّت ہی ان کی زبان تھی، ان کا بیان تھی، محبّت ان کے اور اپنوں اور غیروں کے درمیان تھی، جو کیفیاتِ قلبی کی ترجمان تھی۔ آپ سراپا محبّت و خلوص تھے۔ انوار جلال و جمال کے مظہر، محبّت آپ کا دین تھی، آپ کا ایمان تھی، آپ کا مذہب تھی۔ مشرب و مسلک تھی، اس محبت میں جذب تھا، کشش تھی، دلنوازی تھی کہ لوگ کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ کافر آیا، مومن ہو گیا۔ عاصی آیا، نیکوکار بن گیا۔ دشمن آیا، دوست ہو گیا۔ سلاطین کی افواجِ قاہرہ

Marfat.com

کی تلواریں جو کام نہ کرسکیں، وہ سفیرِ حرم کی نگاہِ مردِ مومن نے کر دکھایا ؎

تلقین و درس اہلِ نظر یک اشارت است

دل کہتا ہے کہ پاکستان اسی قلندر کی محبّت کا ثمر ہے اور سرکار غریب نوازؒ اسلامیانِ ہند کی آزادی کے نقیبِ اوّل ہیں۔ آخر کیوں نہ ہو، آپ کے دستِ شفقت کو چوم کر برصغیر کے لاکھوں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن کے بعد آنے والی نسلوں نے بالآخر ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو قائدِ اعظمؒ کی قیادت میں متحد ہو کر حکیم الامّت علّامہ اقبالؒ کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دکھایا، جو خود بھی سرکار بندہ نوازؒ کی محبّت کے دیوانے تھے ؎

ہمیشہ صورتِ بادِ سحر آوارہ پھرتا ہوں
محبّت میں ہے منزل سے بھی خوشتر جادہ پیمائی
دلِ بے تاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجرؒ میں
میسّر ہے جہاں درمانِ دردِ ناشکیبائی (اقبالؒ)

حرم سے اجمیر تک پھیلی ہوئی وسعتوں میں آج بھی خواجہ غریب نوازؒ کی محبّت کے ترانے گونج رہے ہیں۔ چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی جہاں بھی ستیزہ کار ہوگا، غریب نوازؒ معین و مددگار کی حیثیت سے وہاں موجود ہوتے ہیں۔

سفیرِ حرم

Marfat.com

مدینے کے مولاؐ

اور

اجمیر کے خواجہؒ

سفرِ حرم

Marfat.com

تاریخ پیدائش —— ۱۴ رجب المرجب ۵۳۷ھ بمقام قصبہ سنجر

والد ماجد —— حضرت خواجہ غیاث الدین حسنؒ

والدہ ماجدہ —— حضرت اُمّ الورع مہ نورؒ

پیشہ —— باغبانی

ترکِ دُنیا کا فیصلہ —— ۵۴۵ھ

Marfat.com

خواجہ غریب نوازؒ کا اسمِ گرامی قدر لبوں پر آتے ہی مہر و وفا کے پیکر، ایک ایسے بزرگ کا تصوّر ذہن میں جگمگانے لگتا ہے جس کی مجلسِ ذکر سے انسان دوستی اور دردمندیٔ خلق کے سوتے اُبلتے تھے اور دُنیا کے جس تاریک سے تاریک قریہ میں پہنچتے تھے، محبّت و خلوص کی ایک نئی دُنیا تخلیق کر جاتے تھے۔ سات سو سے زائد برس بیت چکے ہیں لیکن فضاؤں میں ان کے پیغامِ محبّت کی گونج پہلے کی طرح سنائی دے رہی ہے ؎

سالہا گوشِ جہاں زمزمہ زا خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبدِ گردوں زدہ است

گردشِ لیل و نہار، مہ و سال میں بدل جاتی ہے۔ پھول کھلتے ہیں اور مُرجھا جاتے ہیں۔ سورج طلوع ہوتا ہے اور اپنا رختِ سفر مکمّل کرنے کے

Marfat.com

بعد ڈوب جاتا ہے جس طرح پھولوں کے مُرجھانے کے بعد ان کی نکہتیں اور رنگینیاں ختم ہو جاتی ہیں ، اس طرح سورج کے روپوش ہو جانے پر تاریکی اور ظلمت کے سائے اُبھرنے لگتے ہیں اور چاند اپنے حسین چہرے سے نقاب اُلٹ دیتا ہے تاکہ اندھیاروں میں بھٹکنے والے راہی راستہ نہ بھول جائیں۔ چاند کا یہ سفر کچھ دیر جاری رہتا ہے اور پھر ستارے اس کی راہوں میں آنکھیں بچھا دیتے ہیں۔ مسافران ہی جھلملاتے ستاروں سے باتیں کرتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف بڑھتے ہیں۔ کائنات کا یہ ارضی سلسلۂ کار فلکی نظام سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں جب پوری دُنیا قعرِ مذلت میں گری ہوئی تھی۔ آسمانِ رشد و ہدایت پر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جلوہ گری ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے چودھویں کا یہ چاند سرورِ کونینؐ بن گیا۔ کچھ دیر کے لئے جب یہ چاند نظروں سے اوجھل ہُوا تو جنّت کی عطر بیز ہواؤں نے ترنّم ریزی کی ؎

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ، بُوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ ، کچھ فرق نہیں اِن چاروں میں

اور یہ تابندہ ستارے فی الحقیقت بدرِ منیر کا پَرتو تھے۔ رفتہ رفتہ یہ ستارے بھی اس سے گلے مِل گئے ، تو ان کی جگہ نئے ستاروں نے لے لی ، یہ سب ستارے اسی چاند سے روشنی حاصل کرتے تھے ، جو فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہُوا ، اور

Marfat.com

تحت الثریٰ سے عرش معلّیٰ تک ذرّے ذرّے کو بقعۂ نُور بنا گیا۔ ان ہی ستاروں میں غریب نوازؒ بھی ہیں۔ ابنائے زمانہ جب اس روشن ستارہ کا اتہ پتہ پوچھتے ہیں تو باقی ستارے چاند کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہیں اور بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں

ؔ وُہ اِک سفیرِ حرم تھا یارو   مثالِ ابرِ کرم تھا یارو
جو حُکمِ خیرالانام پا کر   جو اپنے رب کا پیام پا کر
دیارِ سنجر سے چل کے آیا
خود اپنے ہی گھر سے چل کے آیا

خواجہ غریب نوازؒ سنجر کے رہنے والے تھے جسے مختلف کتابوں میں سجرستان، سجستان یا سیستان کے مختلف نام دیئے گئے ہیں اور جو بلاد غور میں واقع ہے۔ اسی کا موضع شافلان بعد ازاں چشت کہلایا۔ تواریخ کے مطابق چشت کا ایک شہر تو ہرات میں ہے جب کہ دوسرا ملتان اور اوچ شریف کے درمیان ایک قصبہ کی شکل میں ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا تعلقِ خاطر اوّل الذکر سے تھا، جہاں آپ ۱۴ رجب ۵۳۷ھ دوشنبہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ یہ سیاسی طوائف الملوکی کا دَور تھا۔ ہر طرف شورشیں برپا تھیں اور مشرق وسطیٰ کی مسلم تہذیب و ثقافت کے تمام مراکز میں تاتاری خانہ بدوشوں اور مقامی قبائل میں زبردست آویزش جاری تھی۔ خاک و خون کی یہ جنگ خراسان کے مشرقی صوبوں تک پھیل چکی تھی اور قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی کا

Marfat.com

بازار گرم تھا۔ خراسان، سیستان اور ایران کے کچھ حصوں پر سلجوقی سلطان ملک مغیرالدین سانگر کی حکمرانی تھی جو ذہین اور بہادر ہونے کے باوجود اندرونی بغاوت اور خارجی خلفشار کو مسدود کرنے سے قاصر تھا۔ اسی بدامنی اور افراتفری کے ماحول سے بیزار ہو کر خواجہ غریب نوازؒ کے دادا خواجہ احمد حسنؒ ہجرت کر کے چشت چلے آئے جو ان دنوں ایران کا قصبہ تھا اور آج کل افغانستان کے شہر ہرات کا حصہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔ اس کمسنی میں آپ نے علماء اسلام اور اہل اللہ کی مظلومی اور دینِ حنیف کی بے حرمتی کو اپنی معصوم نگاہوں سے دیکھا اور یادوں کے یہ زخم آپ کے سینے پر ثبت ہو کر رہ گئے چونکہ آپ دیارِ سنجر میں تولد ہوئے، اس لئے آپ سنجری بھی کہلائے، لیکن اپنی ارادت مندی کے تحت چشتی مشہور ہوئے اور سلسلہ چشتیہ آپ کے طفیل پروان چڑھا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسن تھے جو بلاد غور کے عالی نسب والا نسب، صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ آپ کے فیضانِ کرم سے سینکڑوں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ وصال ۵۴۵ھ میں ہوا۔ شام کے دروازہ کے متصل آپ کا مزار پُرانوار طالبانِ حق کے لئے مرجع خاص و عام ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حضرت ام الورع مہ نور تھا، آپ حضرت سید داؤد بن عبداللہ الحنبلی کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت غوث پاکؒ عبداللہ الحنبلی کے پوتے تھے اور اس اعتبار سے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی والدہ بھی

Marfat.com

ان کی پوتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ غریب نوازؒ کی والدہ ماجدہ حضرت غوث پاکؒ کی چچازاد بہن تھیں اور حضرت غوث الاعظمؒ اس رشتہ کی رُو سے غریب نوازؒ کے ماموں اور آپس میں خالہ زاد بھائی بھی تھے، کیوں کہ غوث پاکؒ کی والدہ ننھیالی رشتہ میں خالہ اور ددھیالی رشتہ میں بہن لگتی تھیں۔

حضرت ام الورع مہ نور فرماتی ہیں کہ جب معین الدین میرے شکم میں تھے مجھے جنّت کے خواب آتے تھے، گھر میں ہر طرح سے خیر و برکت تھی۔ جس وقت خُداوند کریم نے غریب نوازؒ کے جسم میں رُوح ڈالی تو مَیں اکثر شکم سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں سُنتی۔ یہ آوازیں سُن کر ایک وجدانی کیفیت مجھ پر طاری ہوجاتی تھی۔ معین الدین کی پیدائش کے وقت سارا گھر انوارِ الٰہی سے روشن تھا۔

خواجہ غریب نوازؒ کا بچپن عام بچّوں سے مختلف تھا۔ حقیقت میں آپ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن کے زمانہ میں ہی آپ کی باتوں سے اندازہ لگالیا گیا تھا کہ بڑے ہوکر آپ برگزیدہ ہستی ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرتؒ کی شیرخوارگی کے دنوں میں جب کوئی عورت اپنے کسی دودھ پیتے بچّے کے ساتھ آپ کے ہاں آتی اور عورت کا بچّہ دُودھ کے لئے روتا تو آپ اپنی والدہ ماجدہ کو اشارہ کرتے جس کا مطلب ہوتا کہ وہ اپنا دودھ اس بچّے کو پلادیں۔ حضرت ام الورع مہ نور اس اشارے کو سمجھ جاتیں اور اس بچّے کو اپنا دُودھ پلانے لگتیں، جس پر آپ کے معصوم چہرے پر مسکراہٹ کی کلیاں کھِل اُٹھتیں۔ تین چار سال کی عمر میں سرکار

Marfat.com

غریب نوازؒ اپنے ہم عمر بچوں کو گھر بُلاتے اور ان کو کھانا کھلا کر بہت خوش ہوتے۔ بچپن کی عید کا واقعہ ہے کہ آپ خوب صورت لباس زیب تن کیے نمازِ عید پڑھنے جا رہے تھے کہ راستہ میں ناگاہ آپ کی نظر ایک نابینا بچے پر پڑی جس نے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ حضرت سے یہ منظر دیکھا نہ گیا۔ یہ شانِ غریب نوازؒ کا ظہور تھا جو آپ کی شخصیت میں پنہاں تھی، فوراً گھر تشریف لائے، اپنے نئے کپڑے اُتار کر غریب نابینا بچے کو پہنا دیے اور خود اس کے کپڑے پہن کر اُسے ساتھ لے کر عید پڑھنے چلے گئے۔ آپ کے والدین آپ کو پیار سے حسنؒ کہہ کر بُلاتے تھے۔

سرکار غریب نوازؒ کی پرورش خراسان میں ہوئی، ابتدائی تعلیم آپ نے گھر پر حاصل کی کیوں کہ آپ کے والد بزرگوارؒ بہت بڑے عالم تھے۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں سنجر کے ایک مکتب میں آپ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی اور مختصر مدت میں ہی کافی علم حاصل کر لیا۔ آپ کے خاندان کی دین داری اور پرہیزگاری مشہور تھی۔ تبحر علمی میں آپ کے خاندان میں کئی جیّد علما و مشائخ پیدا ہوئے۔ زہد و تقویٰ اس خاندان کا شعار اور حق شناسی طرۂ امتیاز تھا۔ ان اوصاف کے باوصف کسی کی طبع میں تکبّر و نخوت اور پندار و غرور تک کا شائبہ تک نہ تھا۔ عجز و انکساری اخلاق، حلیمی و بردباری اور خدمتِ خلق کے جذبہ نے خواجہ غریب نوازؒ کے

Marfat.com

خاندان کو ذی حیثیت اور ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔

مدینے کے مولا اور اجمیر کے خواجہ کا بچپن ـــــــ واقعات و حالات کی روشنی میں بڑی مطابقت رکھتا ہے۔ دُنیا جانتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات جب کتم عدم سے عالمِ وجود میں آئے تو یتیمی کا روح فرسا سانحہ پیش آچکا تھا۔ آپ تقریباً چار برس کی عمر میں ہی والدہ ماجدہ کی آغوشِ شفقت سے محروم ہوگئے اور ابھی آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ جدِ امجد نے دُنیائے فانی سے مُنہ موڑ لیا اور آپ کی کفالت کا بارِ غم حضرت ابوطالب کو اٹھانا پڑا۔ اعلانِ نبوّت کے بعد حضورؐ کو بے پناہ مصائب و معائب کا سامنا کرنا پڑا۔ بحکمِ الٰہی مکّہ سے مدینہ ہجرت فرمائی لیکن اللہ کے دین کی سربلندی سے مُنہ نہ موڑا۔ خواجہ غریب نوازؒ میں حضور سرورِ دو عالمؐ کی ذاتِ اقدس کی صفاتِ عدیم النظیر موجود تھیں۔ یہ اُس دَور کی المناک یادیں ہیں جب خراسان و سیستان کی سرزمین حوادث و انقلابات کے بلاخیز طوفانوں سے گھری ہوئی تھی۔ بغداد کا تختِ خلافت کانپ رہا تھا۔ غزنوی فتوحات کی بچی کھچی عظمت ہندوستان کے ایک گوشے میں پڑی دم توڑ رہی تھی اور اس کی زندگی کا ٹمٹماتا ہُوا چراغ آخری سسکیاں لے رہا تھا کہ اس پُر آشوب اور قہرمانی دَور کی ان ہی تاریکیوں میں یکایک آسمان سے ایک غیر فانی تجلّی اُتری اور علاقہ خراسان کے ایک چھوٹے سے باغ میں اس کی روشنی پھیلی اور پھر سمٹ کر ایک باغبان کے سینے میں جذب

Marfat.com

ہو گئی جو اس باغ کا تنہا مالک تھا۔ اس کا دل الہامی نور سے معمور ہوا جبھی کائنات کے اسرار اس پر منکشف ہونے لگے۔ چاند مسکرا مسکرا کر اس معصوم باغبان کے حسین چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ فرشتے اس پیکرِ عرفانی پر رشک کر رہے تھے۔ دوسرے دن صبح کی دل افروز روشنی میں نسیمِ سحری کے ساتھ ایک وارفتہ حال درویش اس کے باغ میں آئے اور ننھے باغبان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

یہ درویش ابراہیم قندوزی تھے اور کمسن باغبان خواجہ اجمیریؒ جن کی عمر پندرہ برس کے لگ بھگ تھی اور اس وقت تک یکے بعد دیگرے شفیق والدین کا سایہ ان کے سر سے اٹھ چکا تھا۔

خواجہ غیاث الدین حسن کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ معین الدین حسن غریب نوازؒ کو ترکہ میں پن چکی اور ایک پُر فضا باغ ملا تھا۔ روایت ہے کہ آپ ہر روز باغ میں تشریف لے جاتے اور درختوں کو سینچا کرتے۔ اسی باغ میں ایک روز آپ کی ملاقات حضرت خواجہ شیخ ابراہیم مجذوب قندوزی سے ہوئی۔ آپ حضرت قندوزیؒ سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور اخلاق و عجز و انکساری کے ساتھ انگوروں کے خوشوں سے ان کی خاطر تواضع فرمائی۔ حضرت شیخ ابراہیم مجذوب قندوزی کی نظر کیمیا اثر نے آپ کی لوحِ جبیں سے ساری حقیقت پڑھ لی اور سمجھ گئے کہ یہ لڑکا جو آج انھیں پانی پلا رہا ہے اور انگوروں سے تواضع کر رہا ہے، کل لوگوں کی روحانی تشنگی دُور کرے گا۔ ہزاروں کو حیاتِ جاوداں کا ساغر

Marfat.com

پلائے گا جو اس کے ہاتھ سے جام پیئے گا وہ عشق میں سرمست و سرشار ہو جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی زنبیل سے کنجارہ کا ایک ٹکڑا نکالا اور دانتوں سے چبا کر سرکار غریب نوازؒ کے مُنہ میں رکھا۔ کھلی کا کھانا تھا کہ خواجہ غریب نوازؒ کا قلبِ مبارک انوارِ الٰہی سے روشن ہو گیا۔ وہ علائق دُنیا سے برگشتہ ہو گئے۔ طلبِ مولا کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے، باغ و املاک سب کو محتاجوں میں تقسیم کیا اور وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر مسافرت اختیار کر لی۔

Marfat.com

Marfat.com

سرکار غریب نواز

کا

سلسلۂ طریقت

Marfat.com

شجرۂ نسب :

خواجہ معین الدینؒ بن خواجہ غیاث الدین حسنؒ بن خواجہ کمال الدینؒ بن خواجہ احمد حسینؒ بن خواجہ نجم الدین طاہرؒ بن خواجہ عبدالعزیزؒ بن خواجہ ابراہیمؒ بن خواجہ ادریسؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ بن امام باقرؒ بن حضرت سیّد زین العابدینؓ بن سیّدنا حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سلسلۂ طریقت :

حضرت خواجہ معین الدینؒ خلیفہ خواجہ عثمان ہارونیؒ خلیفہ حاجی شریفؒ زندنی خلیفہ حضرت مودودؒ چشتی خلیفہ ابو یوسفؒ چشتی خلیفہ ابو محمدؒ خلیفہ ابو احمدؒ ابدال خلیفہ خواجہ ابو اسحٰقؒ شامی خلیفہ حضرت ممشاد علیؒ دینوری خلیفہ خواجہ ہبیرۃ البصریؒ خلیفہ حذیفہ المرعشیؒ خلیفہ حضرت ابراہیمؒ ادھم خلیفہ حضرت فضیل بن عیاضؒ خلیفہ خواجہ عبدالواحدؒ بن زید خلیفہ خواجہ حسنؒ بصری خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

سفرِ حرم

Marfat.com

جس طرح خورشید کے مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں ڈوب جانے کا معمول مُسلّمہ ہے، ویسے ہی اس حقیقت میں شائبہ نہیں کہ سرکار غریب نوازؒ والدہ کی جانب سے حسنی سیّد اور والد کی طرف سے سادات حُسینی تھے۔ لیکن یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ سے متعلّق کوئی شجرۂ نسب موجود نہیں ہے اور نہ ہی قدیم تذکرہ نگاروں نے خواجہ صاحب کے نسب نامہ کے بارے میں کچھ لکھنے کی زحمت گوارا کی حالانکہ عربوں کے زمانہ جاہلیت میں علم الانساب پر سب سے زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ لوگ نہ صرف اپنے اور ایک دوسرے کے آباؤ اجداد کے خاندانی شجرے سنبھال کر رکھا کرتے تھے، بلکہ جانوروں تک کے نسلی شجرے تیار کئے جاتے تھے۔ عہدِ رسالت میں ایّامِ جاہلیت کی تمام فرسودہ رسوم و روایات کو توڑا گیا، لیکن صرف علم الانساب میں بہتری

Marfat.com

سمجھی گئی، چنانچہ حضورؐ کے زمانہ میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر اصحابہ کرام ماہرینِ انساب میں شمار ہوئے۔ ان شجروں کی تسوید و ترتیب کا مقصد آنے والی نسلوں کو اسلاف کی برکات و ترجیحات سے روشناس کرانا تھا تاکہ اجتماعی طرزِ معاشرت پر ان کے اخلاق و عادات حسنہ کے اثرات مرتّب ہوں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ساری عمر استغراق الٰہی میں بسر کی اور دین کے محاذ پر قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ اس کے برعکس ان کے حالاتِ زندگی اور شجرہ نسب پر سرے سے کچھ نہیں لکھا گیا۔ ممکن ہے اس سلسلے میں کسی خواجہؒ کے شیدائی کے پاس ان کے نسب نامہ کا قلمی شجرہ موجود ہو مگر یہ کہنا پڑے گا کہ خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی کے اس عالی نسب پہلو کی تحقیق و تدقیق پر قدیم مورخین و محققین نے بھی توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ مثال کے طور پر مخدوم جہانیاں حضرت جہاں گشتؒ، خواجہ غریب نواز کی رحلت کے تقریباً سو برس بعد ان کے مزار پر حاضری دینے آئے تو آپ نے اپنے سفرنامہ میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، لیکن خواجہ غریب نوازؒ کے نسبی شجرہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا، بعینہٖ ۸۰۰ھ میں حضرت محبوب الٰہی کے وابستگانِ دامنِ کرامت میں سے امیر خوردؒ نے سیر الاولیاء، بعد ازاں ہمایوں کے عہد میں شیخ جمالی مرحوم نے 'سیر العارفین' جہانگیری دور میں مولانا غوثی شطاریؒ نے 'گلزار ابرار'، محمد قاسم فرشتہ نے 'تاریخ فرشتہ' شاہجہان کے زمانہ میں

Marfat.com

شیخ العدیہ نے 'سیر الاقطاب' اور شہزادی جہاں آرا بیگم نے کتاب 'مونس الارواح' لکھی۔ ان تمام تصانیف میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی فضیلت و سیادت کا برملا اعتراف و اظہار تو کیا گیا، مگر کسی نے کوئی نسب نامہ نہیں لکھا۔ البتہ جہانگیری دَور کی کتاب 'جواہر فریدی' نے تو عقیدت مندوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، اس میں صاحبِ کتاب نے خواجہ غریب نوازؒ کو امام مہدی آخر الزماں کی اولاد میں سے بتایا ہے اور یہ بات بغیر کسی تحقیق کے لکھ کر تاریخ کے ساتھ انصاف نہیں کیا، کیونکہ اہلِ سنّت کے عقیدہ کے مطابق امام مہدی کا ابھی ظہور نہیں ہُوا، جب کہ اہلِ تشیع کے خیال میں امام مہدی تولّد کے بعد سے پردۂ اخفا میں ہیں۔ ان ہر دو صورتوں میں امام مہدی کی اولاد غیر مسلّمہ اور مضحکہ خیز ہے۔ اس کے مقابلے میں اکبر کے زمانہ کے تذکرہ نگار علّامہ ابوالفضل نے 'آئینِ اکبری' اور 'اکبر نامہ' میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو حسنی و حسینی لکھا ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ کا کوئی قلمی قدیمی شجرۂ نسب مفقود ہونا، خلافِ توقع بھی نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ قلمی شجرے اَزمنۂ قدیم میں لکھے گئے ہوں' یقیناً لکھے بھی گئے ہوں گے اور یہ بعید از امکان نہیں کہ یہ تاریخی یادداشتیں مرورِ ایّام کی صاعقہ ریزیوں کے باعث فنا ہوگئی ہوں یا کفّار نے ہندوستان کے مسلمانوں کے تاریخی ورثہ کو ہدف سازش بنا لیا ہو، تاہم یہ بیّن حقیقت

Marfat.com

ہے کہ آپ کا شجرہ نسب حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا سے ہوتا ہُوا حضور سیدالمرسلینؐ سے جا ملتا ہے۔ بعد کی جو کتابیں خواجہ غریب نوازؒ کے نسب نامہ سے متعلق ملتی ہیں، ان میں بھی یہی شجرہ نسب مرقوم ہے۔ تمام مورخین و تذکرہ نگار "مراۃ الانساب" کے شجرہ نسب سے متفق ہیں، جو یوں ہے: خواجہ مُعین الدینؒ بن خواجہ غیاث الدین حسنؒ بن خواجہ کمال الدینؒ بن خواجہ احمد حسینؒ بن خواجہ نجم الدین طاہرؒ بن خواجہ عبدالعزیزؒ بن خواجہ ابراہیمؒ بن خواجہ ادریسؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ، بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقرؓ بن سیّد الساجدین حضرت امام زین العابدینؓ بن حضرت سیّد الشہدا سیّدنا حضرت امام حُسینؓ بن حضرت مولا مشکل کُشا شیرِ خُدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا سلسلہ چشتیہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے توسّل سے سرکار دو عالمؐ سے ہی جا ملتا ہے۔

اولیائے کرام و مشائخ عظام کے سلسلے بجا طور پہ آقائے نامدار حضرت نبی اکرمؐ سے جا ملتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا چشتی سلسلہ بھی حضرت عثمان ہارونیؒ کے توسّل سے حضرت ممشاد علی دینوری سے ہوتا ہُوا حضرت حسن بصری سے ملتا ہے جو شہرِ علم کے ان پاسبانوں میں سے تھے جن کا دروازہ بہ حدیث نبویؐ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔" اور حضرت علی نے اس شہر کی حفاظت کے لئے

Marfat.com

حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ، خواجہ حسن بصریؒ اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد کو خلفاء مقرر کیا۔

حضرت خواجہ حسن بصری کے والد ماجد حضرت موسیٰ راعی، جنھوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دستِ راست کو چوم کر اسلام قبول کیا، حضرت خواجہ اویس قرنی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے علاوہ ایک سو تیس صحابہ کرام سے حضرت خواجہ حسن بصری کی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کی والدہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہؓ کی کنیزوں میں سے تھیں۔ تذکرۃ الاولیاءؒ میں مذکور ہے کہ آپ کو ولادت کے بعد حضرت عمرؓ کی زیارت سے مستفید فرمایا گیا، تو انھوں نے ہی آپ کا نام حسن تجویز کیا۔ غلام جہانیاں معینی کی تصنیف 'ہفت اقطاب' کے ایک حوالہ کے مطابق آپ ۲۱ھ میں مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے اور یہ حضرت فاروق اعظم کا زمانہ تھا۔ کُنیت ابوسعید اور ابُو محمّد تھی۔ ہیرے جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔ جلیل القدر تابعین میں شمار ہوئے ۸۹ برس کی عمر میں ۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ کو وفات پائی۔ مزار انوار قدیم بصرہ میں ہے

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفہ اکبر تھے، آپ بصرہ کے رہنے والے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ پیدائش مدینہ منوّرہ میں ہُوئی۔ کُنیت ابوالفضل تھی، دین کے خاص علوم کی بہریابی کے لئے حضرت علی المرتضیٰؓ کی صحبت اقدس میں بیٹھتے رہے، چالیس برس تک

Marfat.com

مجاہدات کی مشکلات جھیلیں اور جب خواجہ حسن بصریؒ کے مرید ہوئے تو اپنا سب کچھ راہِ خدا میں لٹا دیا۔ دائم الصوم تھے، چار پانچ دن کے بعد دو چار لقمے کھا کر اللہ کا شکر ادا کرتے۔ سماع کے دوران آپ کی آنکھیں بھر آتیں اور اکثر دیوانہ وار رونے لگتے۔ عباسی دور میں ۱۷۷ھ میں انتقال کیا اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ وفات سے پہلے حضرت فضیل بن عیاضؒ کو خلافت بخشی۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ بھی امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور خواجہ بشر حافیؒ، حضرت سلیمان ثوریؒ اور حضرت داؤد طائی کے ہمعصر تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ابتدائی عمر میں راہزنوں کے ایک گروہ میں شامل تھے، مگر جب توبہ کی تو اولیائے کرام میں شمار کئے گئے۔ عمر عزیز کے آخری دنوں میں مکہ مکرمہ میں معتکف رہے۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے ملاقات کی تڑپ لے کر بصرہ روانہ ہوئے کہ راستہ میں ان کے انتقال کی خبر سُنی اور ان کے خلیفہ خواجہ عبدالواحد بن زید کے در پر جا کر دھاڑیں مار مار کر روئے۔ بعد ازاں ان ہی سے آپ کو خلافت ملی۔ محرم ۱۸۷ھ میں رحلت فرمائی۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے مزار کے پاس ہی دفن کئے گئے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ آپ کے پہلے خلیفہ تھے۔

حضرت ابراہیمؒ بلخ کے شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ والدگرامی

Marfat.com

سلطان ادہمؒ بن سلیمان بن منصور بلخی تھے ۔ جوانی میں گناہوں سے توبہ کی اور تیسری دُنیا کی سیاحت کے لئے نکل پڑے ۔ عمر عزیز کا زیادہ تر حصّہ شام میں گزارا ۔ اپنے زمانہ کے جلیل القدر مشائخ طریقت سے رُوحانی فیض پایا اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے مرید ہوئے ۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے بقول آپ علمائ کے علوم کی کلید تھے ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مجالس میں بھی حاضری دیتے تھے ۶ جمادی الاوّل ۲۶۲ھ کو ابوعبداللہ عباسی کے عہد میں وصال فرمایا اور بیت المقدس کی ایک پہاڑی پر آپ کا مکان بنا ۔ یہ مزار آج بھی موجود ہے ۔ آپ کا سنِ ولادت ۱۷۷ھ ہے ۔ بلخ میں پیدا ہوئے تھے ۔ کُنیت ابواسحاق تھی ۔

حضرت خواجہ حذیفہ المرعشیؒ نے آپ سے خرقہ خلافت پایا ، جن کا لقب سدید الدین تھا اور وہ دمشق کے نواحی شہر مرعش کے رہنے والے تھے ۔ پیدائشی نام بدرالدین تھا ، کمسنی میں ہی قرآنِ حکیم حفظ کیا اور حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی بھی زیارت کی ۔ ہر وقت زہد و ریاضت میں مستغرق رہتے تھے ۔ ۱۴ شوال ۲۷۶ھ کو وفات پائی ۔ خواجہ ہبیرۃ البصریؒ آپ کے خلیفہ خاص تھے جو بصرہ میں تولّد ہوئے ۔ امین الدین لقب تھا اور سترہ برس کی عمر میں تمام ظاہری و باطنی علوم سے استفادہ کیا ۔ اکابر اولیاء میں شمار ہوئے ۔ سنؔ برس کی عمر ۸ شوال ۲۸۷ھ کو بصرہ میں وفات پائی اور یہیں آسودہ خاک ہیں ۔ سلسلہ چشتیہ کے بانی حضرت ابواسحٰق شامیؒ کے مرشد

Marfat.com

حضرت ممشاد علی دینوریؒ آپ کے خلیفہ تھے۔

حضرت ممشاد علی دینوریؒ بڑے جلیل القدر بزرگ اور اپنے زمانہ کے بڑے مشایخ میں سے تھے۔ دینور آپ کا وطن تھا جو کرمان شاہ کے مغربی کوہستان میں واقع ہے۔ آپ کی پرورش بغداد میں ہوئی۔ اصل نام علو اور لقب کریم الدین تھا۔ مگر آپ دینوری مشہور ہوئے۔ دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر جب عشقِ الٰہی اور حُبِ رسُولؐ کی ضیأ دل میں جلوہ گر ہوئی تو سارا مال و منال اللہ کی راہ میں لُٹا دیا، یہاں تک کہ روزہ افطار کرنے کے لئے بھی کچھ نہ پاس رکھا۔ رختِ سفر باندھا، مکّہ معظمہ تشریف لائے اور بیت اللہ شریف میں ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ ارادت سے قبل بیس سال تک مجاہدات کے یہی معمولات رہے۔ حریم حق کی شعاعوں سے جب آپ کے قلب و نظر کو ایمان و ایقان اور راحت و سکون کی دولتِ لازوال نظر آئی تو مرشدِ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں شہبازِ طریقت حضرت ہبیرۃ البصریؒ کی بارگاہ عالیہ سے ایک دُنیا فیض حاصل کر رہی تھی۔ آپؒ اُن کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ قبل ازیں آپؒ حضرت جنید بغدادیؒ، خواجہ محمّد رویمؒ، خواجہ ابوالحسنؒ اور خواجہ سری سقطیؒ جیسے بزرگوں سے فیض حاصل کر چکے تھے۔

جناب ممشاد علی دینوریؒ نے اپنے زاویہ فکر کے پیشِ نظر رشد و ہدایت کے

Marfat.com

کئی چراغ روشن کئے اور علم وفضل کی روشنی اور معرفت کی نورانی شعاعیں پھیلانے کی خاطر خواب استراحت میں حضور نبی کریمؐ سے محفل سماع کی اجازت حاصل کی، کیوں کہ آپؒ کے ارشاد کے مطابق سماع خُدا کی طرف سے رُوح کا سفر ہے۔ سماع ارواح کی قوّت اور اجسام کی غذا اور قلوب کی حیات ہے۔ سماع ہی کے جلو میں آپؒ نے دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت فرمائی اور ہزاروں بے چین دِلوں کو سوز وگداز، ذوق وشوق اور صبر وسکون کی دولت سے مالا مال کیا۔ ۱۴ محرّم ۲۹۸ھ کو واصل باللہ ہوئے۔ دینور میں آپؒ کا روضہ مرجع انام ہے۔

حضرت ابُواسحٰقؒ، حضرت ممشاد علی دینوری کے خلفائے عظام میں سے تھے۔ شام کے شہر مالوفہ میں آپ کی ولادت ہوئی، لقب شرف الدین تھا۔ حضرت ممشاد علی دینوریؒ نے بغداد میں آپ کو ملاقات کے دَوران چشت کا خطاب دیا اور یوں حضرت ابواسحٰقؒ چشتیہ سلسلہ کے بانی کہلائے۔ مرشد کے حکم کے بموجب آپؒ چشت پہنچے اور باقی ساری عمر دینِ حنیف کی تبلیغ میں گزار دی۔ سماع کے بے حد رسیا تھے، بلکہ یہاں تک کہتے تھے کہ سماع کے دَوران فیوض وانوار کا نزول ہوتا ہے۔ ایک دفعہ بغداد میں بارش نہ ہوئی، خلیفہ وقت نے آپؒ سے دُعا کی درخواست کی تو آپؒ نے اُسے اپنے ہاں سماع پر مدعو کیا۔ کہتے ہیں کہ اِدھر سماع میں روانی تھی اور اُدھر

Marfat.com

رحمتِ باراں کا نزول ہو رہا تھا۔

خواجہ ابو اسحٰق چشتی شامیؒ چشت میں ایک عرصہ قیام کے بعد چند روز کے لئے شام کے شہر 'عکہ' میں آئے ہی تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ سن وفات ۳۲۹ھ یا ۳۴۲ھ بتایا جاتا ہے۔ سلطانہ فرستانہ کے صاحبزادے ابو احمد ابدال چشتی آپ کے مرید خاص تھے، جنھوں نے بیس برس کی عمر میں چشت میں آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ قدوۃ الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ مجاہدات میں سخت کوشش اختیار کی — ۱۰ جمادی الآخر ۳۵۵ھ کو آپؒ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ مزار عالیہ چشت میں ہے۔ حضرت خواجہ ابو محمدؒ، آپؒ کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ ان کا لقب ناصح الدین تھا۔ ۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے تھے۔ سات برس کی عمر میں گوشہ نشینی اختیار کی، اور چوبیس برس کے تھے کہ سجادہ نشین بنائے گئے۔ ضعیف العمری میں سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ہمراہ جہاد میں شریک ہو کر سومنات گئے۔ رجب المرجب ۴۱۱ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ آپؒ کے خلیفہ بنے جن کا لقب ناصر الدین تھا اور وہ شام کے رہنے والے تھے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف چشتیؒ کے والد حضرت سمعانؒ بڑے متقی وپرہیزگار تھے۔ حضرت خواجہ محمدؒ کی ہمشیرہ کا نکاح آپ سے ہوا تھا۔ خواجہ ابو یوسفؒ

Marfat.com

۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے۔ پچاس برس کی عمر میں حضرت ابو اسحٰق چشتی شامیؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور قریب ہی اپنے ہاتھوں سے ایک حجرہ تعمیر کر کے بارہ برس تک قیام پذیر رہے۔ ۴ ربیع الاوّل ۴۵۹ھ کو انتقال فرمایا اور چشت ہی میں مدفون ہوئے۔ وفات کے بعد خرقہ خلافت حضرت مودود چشتیؒ کو ملا جو آپؒ کے فرزند دلبند تھے۔

حضرت مودود چشتیؒ کا لقب قطب الدین تھا۔ ۴۳۵ھ میں چشت میں پیدا ہوئے اور بلخ میں تعلیم حاصل کی۔ سماع بہت سُنتے تھے۔ ایک سال تک روضۂ رسُول کی جاروب کشی کی۔ رجب ۵۷۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ موضع شاقلان جو آج چشت کہلاتا ہے وہیں آپ کا مزار ہے۔ حاجی شریف زندنیؒ آپ کے خلیفہ تھے جن کے روبرو حضرت عثمان ہارونیؒ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

حاجی شریف زندنیؒ اپنے زمانہ کے ممتاز بزرگ اور عالم دین تھے۔ ولادت با سعادت زندنہ میں ہوئی جو مضافاتِ بخارا میں ہے۔ سنِ پیدائش ۴۹۲ھ بتایا جاتا ہے۔ امام بخش نے "حدیقۃ اسرار فی اخبار الابرار" جس میں چشتیہ قدسیہ بزرگوں کے مختصر حالات قلمبند ہیں، حضرت حاجی شریف زندنیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ "آں مقتدائے عصر و پیشوائے دہر و عالم متبحر حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ قدس اللہ سرہٗ العزیز و نور اللہ مرقدہٗ" — یہ

Marfat.com

حقیقت کہ آپؒ کی ساری عمر، دینِ حقانیت کی تبلیغ میں گزری۔ بخارا کے گرد و نواح میں آپؒ کے تبحر علمی کا بڑا شہرہ تھا۔ ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ ۳ رجب المرجب ۶۱۲ھ میں انتقال کیا۔ بعض کتب میں تاریخِ وفات ۱۱ رجب مرقوم ہے۔ زندنہ میں ہی دفن کئے گئے۔ جہاں آپؒ کا مزار مرجعِ خاص و عام ہے۔ آپؒ کی خلافت حضرت عثمان ہارونیؒ نے سنبھالی، جو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مرشد کامل تھے۔ اسی حُسنِ ترتیب سے خواجہ غریب نوازؒ کا سلسلہ چشتیہ باہم مربوط ہے ـــــ اور خواجہ حسن بصری سے ہوتا ہوا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

سفرِ حرم

Marfat.com

حضرت عثمانؒ ہارونی
کے
زیرِ سایہ

سفرِ حرم

Marfat.com

مُرشد کی تلاش :۔۔۔۔ ۵۵۲ ھ

سیاحت :۔۔۔ سمرقند، بخارا، نیشاپور،
بدخشاں اور زیارت حرمین الشریفین

"مسلمانوں کا یہ دُ[illegible] معین الدین سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنیدؒ کی مسجد میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی قدس سرہٗ کی دولت پا بوسی سے مشرف ہُوا۔ اس وقت رُوئے زمین کے مشائخ کبار ان کی محفل اقدس میں حاضر تھے۔"

خواجہ غریب نوازؒ

Marfat.com

حضرت خواجہ خواجگان ولی ہند حضرت معین الدینؒ چشتی غریب نواز جس جلیل القدر ہستی کو اپنا مرشد کامل تسلیم کرتے ہیں، اُن کا نام خواجہ عثمانؒ ہارونی ہے۔ خواجہ معین الدینؒ اجمیری جیسے تاجدار روحانیت کے منصبِ اولیٰ سے ہی خواجہ عثمان ہارونیؒ کی عظمت وجلالت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، جن سے آپؒ کو انتہائی محبّت تھی۔ آپ کا پیدائشی نام عثمان اور کنیت ابوالنور تھی۔ آپؒ امام العصر اور اشراف الاقطاب میں سے تھے سادات کے ایک معزّز گھرانے میں ۵۲۹ھ میں تولّد ہوئے۔ بعض محقّقین نے آپؒ کا سنِ پیدائش ۵۲۶ھ لکھا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ابتدائی تعلیم والدین کے زیر سایہ حاصل کی۔ بعد میں اس دَور کے نامور علمأ سے علومِ ظاہری

Marfat.com

کی تکمیل کی۔ علومِ شریعت سے علومِ طریقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اربابِ سیر کے نزدیک اپنی عمر کے ستّر برس آپؒ نے زہد و ریاضت میں گزارے۔ خرقۂ خلافت حضرت حاجی شریفؒ زندنی سے حاصل کیا۔ بے شمار حج کیئے۔ عالمِ اسلام کے تمام بلاد کی سیر کی اور بے شمار ہمعصر اولیائے عظام سے ملاقات کی۔ بیس برس کی سیر و سیاحت کے بعد آپ بغداد میں گوشہ نشین ہوگئے۔ پھر مکّہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج کے بعد مدینہ منوّرہ میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ یہیں آپؒ کا ۹۱ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ مزار پُرانوار حرم شریف کے متصل، شریف مکّہ کے مکان کے سامنے زیارت گاہِ خلائق ہے۔

آپ کے ملفوظات "انیس الارواح" کے نام سے مشہور ہیں جو خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے جمع کیئے۔ "تجدید تصوّف و سلوک" کے مصنف مولانا عبدالباری ندوی رقمطراز ہیں کہ حضرت عثمان ہارونیؒ نے فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" کا نسخہ خود اپنے ہاتھ سے نقل فرمایا تھا۔ آپ سے بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ جس زمانے میں حضرت غریب نوازؒ آپؒ سے شرفِ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے آپؒ بغداد میں مقیم تھے۔

حضرت عثمان ہارونیؒ ایسے مرشد باکمال کے مریدین کی تعداد ان گنت ہے۔ ان مریدین میں جو سب سے زیادہ قریب تھے، ان میں حضرت شیخ الاسلام نجم الدین اصغریؒ، حضرت خواجہ فخر الدین گردیزیؒ، حضرت شیخ سعدی لنگوچیؒ

Marfat.com

اور حضرت شیخ محمدؒ ترکؒ خاص طور پہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان ہی بزرگ شخصیتوں کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا قرب حاصل تھا اور یہ خواجہ بزرگ چشتیؒ کے پیر بھائی ہونے کے ناطے سے زیادہ مشہور تھے۔ حضرت فخر الدین گردیزیؒ تو خواجہ عثمانؒ ہارونی کی بیعت کے بعد آپؒ کے خادمِ خاص شمار ہوئے۔ حضرت شیخ نجم الدین اصغریؒ کے متعلق حضرت محبوب الٰہیؒ راوی ہیں کہ جب حضرت خواجہ بزرگؒ اجمیر سے دہلی تشریف لائے تو حضرت نجم الدین اصغریؒ دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور آپؒ میں گہری دوستی تھی۔ چنانچہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ آپؒ کو دیکھنے کے لئے خود تشریف لے گئے۔ افسوس کا مقام ہے کہ حضرت شیخ الاسلام نجم الدین اصغریؒ کے حالاتِ زندگی کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ اسی طرح شیخ سعدی لنگوچیؒ اور شیخ محمد ترکؒ جیسے بزرگوں کے دینی کارنامے بھی زمانے کی دست برد کا شکار ہو چکے ہیں۔

اپنی بیعت کا حال خواجہ غریب نوازؒ خود یوں تحریر فرماتے ہیں "مسلمانوں کا یہ دعاگو معین الدین سنجریؒ بمقام بغداد شریف خواجہ جنیدؒ کی مسجد میں اپنے مرشد پاک حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ قدس سرہ کی دولتِ پابوسی سے مشرف ہوا، اس وقت روئے زمین کے مشائخ کبار ان کی محفلِ اقدس میں حاضر تھے۔ جب اس درویش نے سرِ نیاز زمین پر رکھا، پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا، "دو رکعت نماز ادا کر۔" میں نے نماز ادا کی تو فرمایا۔ "قبلہ رو بیٹھ۔" میں بیٹھ

Marfat.com

گیا۔ پھر حکم دیا "سورہ بقر پڑھ"۔ مَیں نے پڑھی۔ فرمان ہُوا "اکیس بار دُرود شریف پڑھ" مَیں نے پڑھا۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف مُنہ کیا اور فرمایا "آؤ تاکہ مَیں تمھیں خُدا تک پہنچا دوں"۔ بعد ازاں قینچی لے کر دُعاگو کے سر پر چلائی اور گلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد ہُوا "بیٹھ جا"۔ مَیں بیٹھ گیا تو فرمایا "ہمارے خانوادے میں شبانہ روز کے مجاہدہ کا معمول ہے تو آج رات اور دن مشغول رہ"۔ یہ درویش بموجبِ فرمانِ عالی مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضرِ خدمت ہُوا، تو ارشاد فرمایا "آسمان کی طرف دیکھ" مَیں نے دیکھا۔ دریافت فرمایا "کہاں تک دیکھتا ہے؟" عرض کیا "عرشِ اعظم تک"۔ پھر فرمایا "زمین کی طرف دیکھ"۔ مَیں نے دیکھا۔ استفسار فرمایا "کہاں تک دیکھتا ہے؟" "تحت الثریٰ تک" فرمایا "ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھ"۔ مَیں نے پڑھی۔ فرمایا "پھر آسمان کی طرف دیکھ"۔ مَیں نے دیکھا۔ پوچھا "اب کہاں تک دیکھتا ہے؟" عرض کیا "حجابِ عظمت تک"۔ فرمایا "آنکھیں بند کر"۔ مَیں نے بند کرلیں۔ فرمایا "کھول"۔ مَیں نے کھول دیں۔ پھر مجھے اپنی انگلیاں دکھا کر سوال کیا "کیا دیکھتا ہے؟" مَیں نے عرض کیا "اٹھارہ ہزار عالم"۔ بعد ازاں سامنے پڑی ہوئی ایک اینٹ اُٹھانے کا حکم دیا۔ مَیں نے اینٹ اُٹھائی تو اس کے نیچے اشرفیوں کا ڈھیر تھا۔ فرمایا "اسے لے جا کر فقرا میں تقسیم کردے"۔ مَیں نے حکم کی تعمیل کی۔ واپس لوٹ کر آیا تو ارشاد ہُوا کہ چند روز ہماری صحبت میں

Marfat.com

گزارو۔" عرض کیا۔ "تابع فرمان ہوں۔" (انیس الارواح)

اس بیعت کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ ۵۵۲ھ میں مرشد کامل کی تلاش میں سمرقند و بخارا سے روانہ ہوئے اور سیدھے عراق کے شہر نیشاپور کے نواحی قصبہ ہارون پہنچے۔ بعض کتابوں میں 'ہارون' کو 'ہرون' لکھا گیا ہے۔ یہ قصبہ ان دنوں حضرت عثمانؒ کی ذات بابرکات کے فیوض سے جگمگا رہا تھا۔ آپؒ کے کمالات کی شہرت ایک عالم میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت غریب نوازؒ نے آپؒ کا شہرہ سُنا تو ہارون میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر آپؒ کے دل نے گواہی دی کہ یہی وُہ گوہر مقصود ہے جس کی آپ کو تلاش تھی۔ آپؒ کے وجدان نے کہا کہ یہی وہ چشمۂ فیض ہے جس سے معین الدینؒ کی تشنگی بجھے گی۔

بغداد میں چند روز قیام کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ دس برس تک اپنے مرشد کامل خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ سفر و سیاحت میں رہے۔ یہ مدت آپ نے اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں گزاری۔ فرماتے ہیں: "بغداد میں چند روز پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر رہا۔ پھر حضرت نے اس دعا گو کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کا سفر اختیار کیا۔ الحاصل ایک شہر پہنچے۔ یہاں ایک جماعت درویشوں کی دیکھی جو شراب عشق الٰہی میں سرشار عالم سکر و حیرت میں از خود رفتہ تھی۔ چند دن ان کی صحبت میں رہنا ہوا۔ مگر وہ حضرات عالم صحو میں نہ آئے۔"

Marfat.com

مآل کار حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ، غریب نوازؒ کے ساتھ فالوجہ میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں کی جامع مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ بعد ازاں مکہ معظمہ کی راہ لی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر زیارت و طوافِ خانہ کعبہ سے مشرف ہوئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے غریب نوازؒ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے حق میں دُعا فرمائی " الٰہی معین الدین کو قبول فرما اور مقرب بارگاہ کر"۔ اس مناجات کے بعد ندا آئی۔ "ہم نے معین کو قبول کیا"۔ اس ندا پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ بے اختیار رو رہے تھے۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ بولے " اے معین الدین تیرے لئے یہ خوشی کا مقام ہے کہ تیرا نام اللہ کے محبوب بندوں میں لکھا گیا اور تجھے سرکردہ مشائخ کا درجہ عطا کیا گیا ہے"۔

زیارتِ خانہ کعبہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ مرشد کامل کے زیرِ سایہ دیارِ حبیبؐ پہنچے اور حرمِ نبویؐ میں حاضری دی۔ آپ فرماتے ہیں۔ " مرشد نے مجھ سے کہا کہ سلام کر"۔ میں نے ہدیہ تسلیم پیش کیا۔ آواز آئی۔ " وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بر و بحر"۔ یہ آواز سُن کر خواجہ عثمان ہارونیؒ نے فرمایا۔ " اب تو درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے"۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارتوں سے مشرف ہونے کے بعد حضرت عثمان ہارونیؒ نے حکم دیا کہ "بدخشاں چلو"۔ قبل ازیں آپ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو اٹھائیس روز تک فقر کی تعلیم دی اور فرمایا کہ "اے معین الدین

Marfat.com

تم درجۂ کاملیت تک پہنچ چکے ہو۔ اس درس پر عمل کرنا تاکہ قیامت کے روز مجھے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔"

حضرت غریب نوازؒ مرشد کامل کے حکم پر ان کے ساتھ بدخشاں روانہ ہوئے۔ حجاز سے ہی خواجہ عثمان ہارونیؒ کا رختِ سفر سر پر اُٹھایا اور دورانِ سفر ایک لمحہ اپنے نفس کو آسودگی نہ دی۔ بدخشاں میں آپؒ ایک ایسے درویش کی ملاقات کے لئے گئے جو حضرت جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھے اور جن کی عمر ایک سو چالیس برس تھی۔ بدخشاں سے حضرت عثمان ہارونیؒ کے ہمرکاب حضرت خواجہ غریب نوازؒ بخارا آئے اور یہاں کے علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں۔" میرے حضرت اسی طرح دس سال سفر میں رہے اور پھر بغداد میں آئے۔ چند روز قیام کرکے پھر عازم سفر ہوئے۔ مسلسل سفر کرتے رہے اور میں حضرت کا سامان سر پر رکھے ساتھ ساتھ پھرتا رہا۔ آخر حضرت نے بیس سال کی مسافرت کے بعد بغداد میں قیام کیا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی یہ خدمت دیکھ کر آپؒ کو وہ نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی حد نہیں۔ عصا جو ہاتھ میں تھا، غریب نوازؒ کو دے دیا۔ اسم اعظم جو سینہ بہ سینہ محفوظ چلا آرہا تھا، انھیں بتا دیا۔ مصلیٰ اور خرقہ مبارک دے کر خلافت و جانشینی سے سرفراز فرمایا۔ تبرکات مصطفویؐ جو خواجگانِ چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ ان کے پاس چلے

Marfat.com

آرہے تھے، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو عطا کرکے انھیں امینِ تبرکات کے شرف سے نوازا۔ آخر میں نصیحت فرمائی کہ خلق سے طمع نہ رکھنا، آبادی سے دُور، مخلوق سے کنارہ کش رہنا اور کسی سے کچھ طلب نہ کرنا ۔۔۔ یہ ارشاد فرماکر حضرت عثمان ہارونیؒ نے خواجہ معین الدینؒ کو اپنے کنارِ مبارک میں لے لیا۔ سر و چشم کو بوسہ دیا اور دُعا فرمائی "ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا ۔۔۔ پھر آپؒ عالمِ تحیّر میں مشغول ہو گئے ۔۔۔ مرشد کامل کی تعلیمات سے فراغت پانے اور خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت غریب نوازؒ وطن مالوف تشریف لائے اور بعد چندے قیام زیارت حرمین کے لئے پھر روانہ ہو گئے۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ ایک روز روضہ اطہر کے روبرو بہ چشم نم عبادت میں مستغرق تھے کہ آواز آئی "مُعین الدین کو حاضر کرو" خدام والا مقام نے جستجو کی اور مُعین کہہ کر آواز دی۔ اس نام کے بہت سے لوگ متوجہ ہوئے۔ آخر خدام والا نے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہؐ اس نام کے تو کئی آدمی ہیں" چنانچہ مکرّر آواز آئی "معین الدین چشتی کو لاؤ" خدام عالی مقام دوڑے اور حضرت مُعین الدین چشتی کو لے آئے۔ طلبیِ رسُولِ خُدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰؐ پر خواجہ غریب نوازؒ نالاں و گریاں ایک عجیب حالت میں درود شریف پڑھتے ہُوئے روضہ مقدسہ پر حاضر ہُوئے۔ نہایت مؤدب و دست بستہ کھڑے تھے کہ آواز آئی "اے معین الدین حسن، تُو ہمارے دین کا معین و

Marfat.com

مدد گار ہے۔ ہندوستان کی ولایت ہم نے تمھیں عطا کی۔ اب اجمیر میں جا کر قیام کرو جہاں ہمارے ایک فرزند دوست سید حسین بھی جہاد کے لئے گئے تھے مگر انھیں کافروں نے شہید کر ڈالا۔ اب وہاں بہت بُری طرح کفر و شرک کی ظلمت پھیلی ہوئی ہے، جاؤ اجمیر میں تمھارے قیام سے اسلام کی روشنی پھیلے گی۔"

یہ مژدہ جانفزا سُن کر حضرت معین الدینؒ غریب نواز حیران تھے کہ ہندوستان کونسا مُلک ہے؟ کہاں واقع ہے؟ آپؒ کو اس کے محل وقوع کا علم نہ تھا۔ اسی سوچ میں آپ کی آنکھ لگ گئی، حضور سرور کائناتؐ نے عالم رویا میں آپؒ کو مشرق سے مغرب تک کی سیر کرائی اور ایک انار سرکار غریب نوازؒ کو عنایت فرما کر کہا "جاؤ معین آج سے تم غریب نواز بھی ہو۔ اللہ تعالٰی تمھارا حامی و ناصر ہو گا۔ اجمیر چلے جاؤ۔"

Marfat.com

Marfat.com

آفتابِ چشتیاں
رخشندہ باد

Marfat.com

سفرِ ہندوستان

چالیس درویشوں کے ساتھ

براستہ ہرون، بغداد، ہمدان،
تبریز، اصفہان، خرقان، استرآباد،
ہرات، سبزوار، بلخ و غزنی ۔

Marfat.com

برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو جو ممتاز مقام حاصل ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ تصوّف کی تاریخ میں آپ کا نام تا ابد زندہ و پائندہ رہے گا۔ آپؒ ان اکابر صوفیاؒ میں سے تھے، جنھوں نے دینِ حقّانیت کی روشنی سے برصغیر پاک و ہند کو سب سے پہلے روشناس کرایا اور مسلمان فوجی حکمرانوں اور شہنشاہوں کے مقابلے میں مکارمِ اَخلاق سے بھرپور دینی خدمات انجام دیں۔ آپؒ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جس قدر عزم و استقلال اور شغف و بصیرت کا ثبوت دیا وُہ ان ہی صوفیائے عظام کا خاصا تھا۔ یہ صوفیاء کرام بہت ذی علم ہوتے تھے، جنھیں اسلام کے علوم متداولہ مثلاً حدیث، تفسیر اور فقہ میں کمال حاصل تھا۔ وہ قول و عمل کی تطبیق کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی سے بھی سرِمو انحراف نہ کرتے تھے اور صوفی کہلاتے تھے۔

سفیرِ حرم

Marfat.com

'صُوفی' کی اصطلاح کس طرح اور کب رائج ہوئی؟ اس کا جواب اہلِ علم نے مختلف انداز میں دیا ہے۔ بعض کے نزدیک صوفی عابد و زاہد لوگوں کے اس گروہ کا نام ہے، جو اپنے زمانہ کے مقبول لباس ریشم و حریر کو چھوڑ کر صرف صُوف یعنی اُون پہننے پر اکتفا کرتے تھے۔ دوسروں کے خیال میں 'صوفی' صفا سے مشتق ہے، جس کے معنی صفائے قلب کے ہیں۔ بقول شیخ ابو علی رودباریؒ "صوفی وُہ ہے جو صفائے قلب کے ساتھ صوف پوشی اختیار کرتا ہے۔ ہوائے نفسانی کو سختی کا مزہ چکھاتا ہے۔ شرع مصطفویؐ کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے اور دُنیا کو پسِ پُشت ڈال دیتا ہے۔" کچھ لوگ صوفی کا ناطہ اصحابِ صفہ سے جوڑتے ہیں۔ اصحابِ صفہ عہدِ نبوّت میں صحابہ کا وہ گروہ تھا جو علائق دنیاوی سے بے نیاز ہو کر رات دن زہد و ریاضت اور ذکرِ الٰہی میں گزار دیتا تھا۔ علامہ شبلیؒ نے اپنی تصنیف 'الغزالی' میں لکھا ہے کہ تصوّف کا لفظ اصل میں 'سین' سے تھا اور اس کا مادہ سُوف تھا جس کے معنی یونانی زبان میں حکمت کے ہیں۔ دوسری صدی ہجری میں یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی میں ہُوا اور چونکہ حضرات صوفیہ میں اشراقی حکما کا انداز پایا جاتا تھا، اس لئے لوگوں نے ان کو 'سُوفی' یعنی حکیم کہنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ 'سُوفی'، 'صُوفی' ہو گیا۔ کلمہ 'صُوفی' کی یہی توجیہہ سب سے زیادہ معقول اور قرینِ صحت تسلیم کی جاسکتی ہے۔ تاریخ میں سب سے پہلے جس بزرگ کے نام کے ساتھ 'صوفی' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ وُہ ابو ہاشم تھے۔ یہ بزرگ کُوفے میں پیدا

Marfat.com

ہوئے اور شام میں زندگی گزاری۔ ۷۷۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اوّلین صوفیائیں سے حضرت قشیریؒ (متوفی ۱۰۷۳ء) فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآبؐ کے انتقال کے بعد کسی مسلمان کا معزّز ترین لقب یہ تھا کہ وہ حضرت محمّد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحابی کہلانے میں فخر محسوس کرے کیوں کہ اس سے عظیم امتیاز اور کوئی نہ تھا۔ پھر جن لوگوں کو صحابہ کبارؓ کی صحبت سے فیض یابی کا شرف حاصل ہُوا، تابعین کہلائے اور جنھیں تابعین سے ملنے اور استفادہ کرنے کا موقع مِلا، تبع تابعین گردانے گئے۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلافات پیدا ہونے لگے تو مختلف القلاب و اصطلات وضع کی جانے لگیں۔ منتخب روزگار اشخاص جنھیں اسلام سے گہرا شغف تھا، زاہد و عابد کہلائے۔ بعدازاں اختلافات کی جگہ بدعات نے لے لی اور مختلف فرقوں میں جھگڑے پھیل گئے۔ اہلِ سنّت والجماعت کے جن چیدہ برگزیدہ ذی علم لوگوں نے خُدا سے لَو لگائی اور زہد و اتقاء کے دامن کو نہ چھوڑا، وہ اہلِ تصوّف کہلائے۔

کہا جاتا ہے کہ امام غزالی کے بعد عالم اسلام کا اتّحاد متزلزل ہوگیا۔ خلفائے راشدین، بنی اُمیّہ اور بنی عبّاس کے روایتی عہد کی مرکزیت بھی دم توڑ گئی اور کئی خود مختار ریاستیں معرض وجود میں آگئیں تو یونانی فلسفہ کے اثر سے اشراقیت، مشائیت، وحدت الوجود، تناسخ ارواح، عقل اوّل، ہیولیٰ وغیرہ کے عقائد و مسائل پھیلنے لگے۔ نتیجتہً اسلامی تصوّف کا وہ رنگ برقرار

Marfat.com

نہ رہ سکا، جو صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین کے ادوار کا خاصا تھا۔ اکابرین طریقت کی خانقاہیں، ایسے عقائد و اعمال کی آماجگاہیں بن چکی تھیں کہ اسی اثنا میں تصوف کے چار مکاتیب فکر قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ عمل میں آئے۔ ان کے اکابرین شیخ محی الدین عبدالقادرؒ جیلانی المعروف غوث الاعظمؒ، خواجہ معین الدینؒ چشتی غریب نواز، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اور خواجہ احمد نقشبندیؒ تھے، جنھوں نے کفر و شرک کے خلاف آواز اٹھائی اور ثابت کیا کہ تصوفِ اسلامی، حقیقت میں وہ ہے جو صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین کا تھا اور جس کی تعلیم حضرت سلمان فارسیؓ، ابو ذر غفاریؓ، حضرت جنید بغدادیؒ، معروف کرخیؒ اور رابعہ بصریؒ نے دی۔ ان میں سے ہر سلسلہ نے تبلیغِ حق کے لئے حتی المقدور کوششیں کیں۔

سلسلہ چشتیہ کے بانی مبانی حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ تھے، جنھوں نے سنہ ۳۲۰ء میں اس سلسلہ عالیہ کی داغ بیل رکھی۔ آپؒ شام کے رہنے والے تھے اور اپنے وطن سے چل کر بغداد تشریف لائے جہاں ان دنوں حضرت خواجہ ممشاد علی دینوریؒ کی ذات بابرکات گہوارہ تحریم تھی۔ دور دراز سے عقیدت مند چل کر ان کی خدمت اقدس میں آتے تھے اور فیض پاتے تھے۔ حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ کا تذکرۃ اولیاء میں بیان ہے کہ حضرت ممشاد علیؒ دینوری کا دروازہ بالعموم بند رہتا تھا، جب کوئی آتا تو استفسار کرتے "مسافر ہو یا مقیم؟" پھر فرماتے

Marfat.com

"مقیم ہو تو اندر آ جاؤ اگر مسافر ہو، تو یہاں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں"۔ حضرت ابو اسحٰق شامیؒ جب ان کی خدمت سراپا میں بہ نیت ارادت حاضر ہوئے تو پوچھا کہ تمہارا نام؟ آپؒ نے عرض کیا۔ "ابو اسحٰق شامی"۔ نام سنتے ہی اندر بلا لیا اور کہا کہ آج سے تم چشتی ہو، تم خواجہ چشت ہو گے۔ اسلام کی مشعل تمہارے ہاتھوں سے چشت میں جلے گی اور جن کا سلسلہ تم سے ملے گا وہ قیامت تک چشتی کے لقب سے پکارا جائے گا۔ تم چشت چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت ابو اسحٰق شامی بغداد سے سیدھے چشت چلے آئے، آپ کے فیض باکمال سے آسمانِ چشت پر کئی ستارے جگمگائے۔ ان میں ایک ستارہ ایسا بھی تھا جس نے فاران کی چوٹیوں سے اس پار طلوع ہونے والے آفتاب سے تابندگی پائی اور یہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ تھے جن کے طفیل سلسلہ عالیہ چشتیہ کو عروج حاصل ہوا اور اسلام کی روشنی دُور دراز تک پھیلتی ہی چلی گئی۔

جس زمانہ میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ برصغیر پاک و ہند تشریف لائے، اس وقت یہ خطہ کفر و ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گھرا ہوا تھا۔ آپؒ ان صوفیا اور فقرا کے پیشرو تھے جنھیں تلوار سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا اور وہ بظاہر کوئی دنیوی شان و شوکت کے مالک بھی نہ تھے۔ انھوں نے صرف طریقِ محبت سے وعظ و نصیحت کر کے کفرستان ہند سے بت پرستی کے آثار تک مٹا ڈالے اور لاکھوں غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ یہ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ

Marfat.com

غیر ملکی تاریخ نویس تو ایک طرف، خود مسلمان مؤرخین ان بزرگوں اور نیک طینت ہستیوں کو فراموش کر بیٹھے ہیں، جن کی بے لوث خدمات اور بابرکت کرامات کے طفیل ہندوستان میں اسلام کی جڑیں پھیلیں اور مضبوط ہوئیں اور ان نام نہاد تاریخ دانوں نے محض گنتی کے چند فاتحین کے نام سے اشاعت اسلام کو منسوب کر کے رکھ دیا۔ کوئی بھی درسی کتاب یا تاریخ اٹھالی جائے، ہر ایک کے مطالعہ سے یہی بات پتہ چلے گی کہ برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے محمد بن قاسم مسلمان فاتح کی حیثیت سے آیا اور پھر تاریخ میں اس کے بعد آنے والے حکمرانوں اور حملہ آور مسلمان بادشاہوں کی فتوحات کا ذکر ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اعدائے اسلام نے دینِ حنیف اور فرزندانِ توحید کے خلاف جدید زمانے میں جو نوع بہ نوع اعتراضات پھیلائے ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اسلام کی اشاعت تلوار کی رہینِ منت رہی ہے، لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بلاشبہ حق و باطل کے درمیان توپ و تفنگ اور تیر و سنان کا میدان ہر دور میں گرم رہا، لیکن اس سے اسلام کی ترویج و اشاعت اتنی موثر اور تیز رفتار نہ رہی جس قدر صوفیائے کرام اور اولیائے کرام، مسلمانوں کے استخلاص کی خاطر اسلحہ کے بغیر جہاد میں مصروف رہے۔ حالانکہ دنیا کا ہر مذہب استبداد اور تشدد کے بل بوتے پر پھیلا۔ یہ صرف اور صرف اسلام تھا، جس کی ترویج و اشاعت

سفرِ حرم

Marfat.com

بنیادی طور پر تبلیغ و تلقین کی منت پذیر رہی ہے ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

جبر و استحصال تا بہ کے۔ اسلام کی زندگی تلوار پر منحصر ہوتی تو بعض مذاہب کی طرح یہ بھی تلوار ہی سے فنا ہو جاتا۔ اب تک شمشیر براں سے دین حنیف پر جتنے وار ہوئے ہیں، وہ اسے فنا کر دینے میں کامیاب ہو جاتے، لیکن اولیائے کرام و صوفیائے عظام کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام ان ہی کی مساعی جمیلہ سے پھیلا۔

یہ تسلیم کہ محمدؐ بن قاسم، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے جیالے اور اولوالعزم مسلمان فاتحین ہی نے ہندو راجاؤں، مہاراجاؤں پر پے در پے حملے کر کے انھیں اپنا مطیع کیا اور بتکدۂ ہند میں توحید کا ڈنکا بجایا، لیکن یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ ان فاتحین کو یہاں لانے والے اور پھر اپنی پُر اثر دعاؤں کے ساتھ انھیں فتوحات سے سرفراز کرنے اور قدم قدم اور منزل منزل پر ان کی رہنمائی کرنے والے یہ بزرگانِ دین تھے جنھوں نے مجاہدینِ اسلام کی فتوحات سے بھی زیادہ کام کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کی ترویج و اشاعت اور توحیدِ الٰہی کی تبلیغ کا آغاز پہلی صدی ہجری میں ہو چکا تھا۔ اوّل اوّل عرب

Marfat.com

تجار سے ملیبار، سندھ، گجرات اور سواحل بنگال میں کلمۂ حق کی پذیرائی ہوئی۔ ملیبار کی "موپلا" قوم ان ہی عربوں کی یادگار ہے۔ بایں ہمہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم ہوئیں، ان نوآبادیوں کے قیام کی دو بڑی وجوہ تھیں۔ عرب تاجروں اور سوداگروں کی کاروباری سرگرمیاں اور سراندیپ میں نقشِ قدم کی زیارت کے لئے مسلمان صوفیاً اور درویشوں کی آمد و رفت — جنوبی ہندوستان میں اسلام کے ابتدائی مراکز سراندیپ، مالدیپ، ملیبار اور کارمنڈل تھے۔ سنسکرت میں دیپ کے معنی جزیرہ کے ہیں۔ سراندیپ وہی جزیرہ ہے جسے پہلے لنکا یا سیلون کہا جاتا تھا اور آج کل یہ سری لنکا کہلاتا ہے۔ یہ جزیرہ جنوبی ہند سے چند میل کی مسافت پر، بحرِ ہند کے پانی میں نہ جانے کب سے موجود ہے۔ یہ جزیرہ چونکہ ہند کے دوسرے جزیروں کو آپس میں ملاتا ہے، اس لئے اسے سراندیپ کہتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جزیرے جہاں باہم ملتے ہیں، اس سنگم کو آدم پُل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ اس پُل کے متصل پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا نشان ہے۔ مسلمان اسے حضرت آدمؑ کا نقشِ پا، بودھ اس کو شاکیہ مونی اور ہندو شوجی کے چرن کا نشان سمجھتے ہیں۔ قصص الانبیاءؑ میں اس نقشِ پاؑ کا ذکر موجود ہے۔ بہرکیف یہ نقشِ قدم صدیوں سے مسلمانوں، بودھوں اور ہندوؤں کے لئے عقیدت و محبت کا مشترکہ مرکز بنا ہوا ہے۔ ابتدا میں

Marfat.com

مسلمان عرب سیّاحوں اور عراق کے درویشوں کو اس نقشِ پا کی زیارت کا بڑا شوق تھا، کوئی درویش یا مسلمان تاجر سراندیپ کے راستے سے گزرتا تو اس کی زیارت ضرور کرتا۔ یوں یہ جزیرہ مسلمان درویشوں کے لئے بھی کششِ روحانی کا باعث بنا رہا۔ فرشتہ کا بیان ہے کہ مسلمان تاجروں سے یہاں کے لوگوں کے روابط بڑھے تو وہ بھی عرب جانے لگے۔ یہ دیکھ کر سراندیپ کا راجہ ۳۰ھ میں مسلمان ہوگیا۔ اس کے مشرف بہ اسلام ہونے کی تصدیق بزرگ بن شہر یار ناخدا کی تصنیف 'عجائب الہند' سے ہو جاتی ہے۔

سراندیپ کے بعد اطراف میں مسلمانوں کی امنگوں کا سب سے بڑا مرکز 'مالدیپ' تھا، جس کو عرب "جزیرۃ المہل" کہتے تھے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جن دنوں اس جزیرے کے لوگ بُت پرست تھے، یہاں ہر مہینے سمندر سے دیو کی شکل کی ایک بلا آتی تھی، وہ لوگ اس بلائے ناگہاں سے بچنے کے لئے ہر سال ایک کنواری دوشیزہ کو بناؤ سنگار کر کے سمندر کے کنارے ایک بُت خانے میں چھوڑ آتے تھے۔ اتفاق سے مراکش کے ایک بزرگ شیخ ابوالبرکات بربری مغربیؒ یہاں آئے، جن کی دُعا اور برکت سے یہ بلا ہمیشہ کے لئے ان کے سروں سے ٹل گئی۔ حضرت شیخ ابوالبرکات بربری مغربیؒ کی یہ کرامت دیکھ کر مالدیپ کا راجہ شنورازہ اور اُس کی رعایا مسلمان ہوگئی۔ ابنِ بطوطہ کا کہنا ہے کہ اس نے مالدیپ کی ایک خوبصورت مسجد کی محراب پر

Marfat.com

اس واقعہ کے کلمات لکھے ہُوئے پڑھے ہیں۔

'تحفۃ المجاہدین' کی ایک روایت کے مطابق اسلام کو ظہور پذیر ہُوئے ابھی دو برس ہی گزرے تھے کہ عرب اور عجم کے مسلمانوں کی ایک جماعت آدمؑ کے نقشِ پا کو دیکھنے کے لئے سراندیپ گئی۔ اتفاق سے ان کا جہاز طوفان کی وجہ سے ملیبار کے شہر 'کدنکلور' کے کنارے آ لگا۔ شہر کے راجہ سامری نے اس جماعت کے درویشوں کو خوش آمدید کہا اور درویشوں سے جب پیغمبرِ اسلامؐ کا حال سُنا تو وہ مسلمان ہوگیا۔ یہ واقعہ غالباً نویں صدی ہجری کا ہے اور اسے فرشتہ نے بھی اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ــــ یہ چند تاریخی روایات اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی طرح ڈالنے والے اصل میں بزرگانِ دین ہی تھے۔

تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ ۶۶۴ء میں عربوں نے سندھ کے راستے داخل ہوکر ملتان کا علاقہ فتح کرلیا اور ۷۱۲ء میں سترہ سالہ مشہور عرب جرنیل محمدؐ بن قاسم، یتیم بچوّں اور بیوہ عورتوں کے لٹنے کی خبر سُن کر دمشق سے چلا اور سندھ کے جنوبی حصّے سے نکل کر دیبل (کراچی) کی بندرگاہ پر آیا۔ سکھر کے قریب راجہ داہر کی فوج سے اس کا آمنا سامنا ہُوا جس میں راجہ داہر مارا گیا اور محمدؐ بن قاسم فتح و نصرت کے پرچم لہراتا ہُوا واپس چلا گیا۔ محمدؐ بن قاسم کی آمد کے بعد اس سرزمین پر صوفیاؐ و فقراؐ آنا شروع ہوگئے۔

ان کے پیشِ نظر کوئی معمولی مشن نہ تھا، جس کی پائیداری اور مضبوطی کے آگے مراۃ العروس ایسی دیو پیکر منجنیقیں بھی ہیچ تھیں کہ جن کے گولے محمدّ بن قاسم نے اہلِ ہند پر بارش کی طرح برسائے تھے اور انھیں اپنا مطیع کر لیا تھا۔ محمدّ بن قاسم کے چھوڑے ہوئے آتشیں گولوں کا دھواں تو چند ہی برسوں کے اندر اندر وادیٔ سندھ کی فضاؤں میں تحلیل ہو گیا، مگر روحانیت کے جو پھول دینِ برحق کے متوالے بزرگوں نے یہاں کے باسیوں پر نچھاور کئے، ان کی مہک سے یہاں کی فضا صدیوں معطّر رہی۔

یوں اس دَور سے صوفیاؒ و اولیاؒ کرام نے جنوب مغربی ہند کے قریہ قریہ اور بستی بستی تبلیغ اسلام فرمائی اور لوگوں کو صراطِ مستقیم کا درس دیا لیکن اس دَور میں دیبل اور منصورہ کو خاص مقام حاصل رہا۔ دوسری صدی ہجری کے بزرگ ابو مشر نجیحؒ سندھی محدث یہیں کے رہنے والے تھے۔ ان کے منصب اور قدر و منزلت کا عالم یہ تھا کہ ان کی نمازِ جنازہ بغداد کے عباسی خلیفہ نے پڑھائی۔ بعد کے بزرگوں میں حضرت بایزیدؒ بسطامی کے استاد ابو علی سندھیؒ کا نام آتا ہے۔ منصورہ کی قابلِ ذکر ہستیوں میں حضرت قاضی ابو محمدّ منصوریؒ امام العصر تھے۔ اسی طرح ابو ترابؒ تبع تابعی سندھ کی برگزیدہ شخصیت تھے۔ آپؒ کا مزار پاک و ہند میں عہد اسلامی کی سب سے قدیم زیارت گاہ ہے۔ عباسی خلفاء کے دَور کے یہ بزرگ ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلے پر تحصیل میرپور

Marfat.com

ساکرد میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

محمد بن قاسم سے لے کر امیر سبکتگین تک تین سو سالہ دور میں کئی حکمران آئے اور چلے گئے اور برصغیر میں بعض اہل اللہ اور صاحبِ حال بزرگ وارد ہوتے رہے، لیکن ان کی کوششوں سے اسلام کی ترویج و اشاعت کی رفتار میں ایک خاص حد تک ٹھہراؤ رہا۔ البتہ محمود غزنوی کے سترہ حملوں نے ہندوؤں کی بُت پرستی کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اس کی شجاعت و جوانمردی کا سب سے زیادہ فائدہ اسلام کو پہنچا اور بزرگانِ دین و صوفیائے کرام ہندوستان کی سرزمین پہ وارد ہونے لگے۔ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ عہد غزنوی کے ممتاز اور عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔ سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر یلغار کرنے کی نیّت سے ہندوستان روانہ ہونے لگا تو پہلے آپ کی زیارت کے لئے خرقان پہنچا۔ آپ نے اُسے چار نصیحتیں کیں جو یہ تھیں "نماز با جماعت ادا کرو۔ سخاوت کو شعار بناؤ۔ خلقِ خُدا پر شفقت رکھو اور ممنوعات سے پرہیز کرو"۔ روانہ ہونے سے قبل آپ نے محمود غزنوی کو اپنا ایک پیرہن دیتے ہوئے فرمایا "جاؤ اللہ تعالیٰ تمھاری عاقبت کو محمود کر دے"۔ اور غزنی کے سلطان نے اس حملہ میں سومنات کو فتح کر لیا۔ حالانکہ وہ پہلے ہندوستان پر سولہ ناکام حملے کر چکا تھا۔ اس فتح کے بعد محمود غزنوی نے رات خواب میں شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کی دوبارہ زیارت کی۔

سفرِ حرم

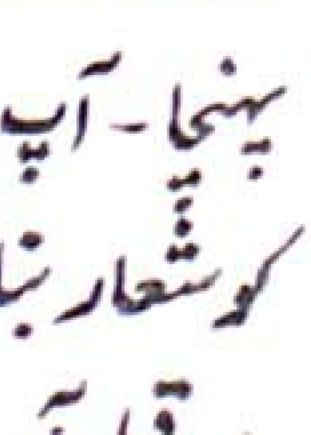

Marfat.com

غزنوی عہد میں لاہور کے سب سے پہلے بزرگ حضرت شیخ اسمٰعیل لاہوری کا اسم گرامی سامنے آتا ہے۔ آپؒ ۱۰۰۵ء میں لاہور تشریف لائے۔ آپ پہلے واعظینِ اسلام میں سے تھے جنھوں نے اس عروس البلاد میں وعظ فرمایا۔ ان کے بعد حضرت داتا گنج بخش جیسی نامور اور برگزیدہ شخصیت کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ آپؒ غزنی میں پیدا ہوئے۔ شیخ علیؒ بن عثمانؒ ہجویری اصل نام تھا۔ فیاض اور سخی ہونے کی بدولت داتا گنج بخش مشہور ہوئے۔ آپؒ نے راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہزاروں انسانوں کو رشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال کیا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ علی ہجویری کا پاک و ہند کے اولیائے کبار میں خاص مرتبہ و مقام ہے۔ آپؒ نے کفرستانِ ہند میں دین کی شمع روشن کی اور شرک و کفر کی ظلمتوں کو دُور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ آپؒ ہی کے مشن کو خواجہ غریب نوازؒ نے سرحد، پنجاب اور سندھ کی حدود سے پرے برصغیر کی بےپایاں وسعتوں میں پھیلایا اور ہندالولی کہلائے۔ خواجہ غریب نوازؒ کے مقابلے میں حضرت داتا گنج بخشؒ کو برصغیر پاک و ہند میں ایک تو اوّلیت کا شرف حاصل ہے دوسرے آپؒ کے مزار پُرانوار سے کئی برگزیدہ اور ذی علم ہستیوں نے بھی فیض پایا۔ ان میں خود حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ سرفہرست تھے، جنھوں نے آپؒ کے مرقد اطہر کے روبرو چلہ کشی فرمائی۔ اس کی یادگار نشانی داتا صاحبؒ کی تربت کے سامنے حجرہ اعتکاف کی صورت میں موجود ہے۔ خواجہ پرست

Marfat.com

جب سنگِ مرمر کے اس خوش نما حجرے کی محراب نما جالیوں سے اندر جھانکتے ہیں تو اُنھیں سبز روشنی سفید گنبد کے مکیں کے پاس لے جاتی ہے اور وہ آفتابِ چشت کا تصوّر لئے آنکھوں ہی آنکھوں میں آرزوؤں کے کئی تاج محل تعمیر کر لیتے ہیں۔ ہاں ہاں وہی آفتابِ چشت جو 'ہرات' سے طلوع ہُوا اور ظلمت کدۂ ہند کو اپنی کرنوں سے منوّر کر گیا ؏

الٰہی آفتابِ چشتیاں رخشندہ باد

Marfat.com

وارث النبی فی الہند

سفیر حرم

Marfat.com

ورودِ ہند

٭ نقشِ اوّلیں لاہور

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نُورِ خُدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

٭ پہلی بار اجمیر میں ــــ ۱۰ محرّم الحرام ۵۶۱ھ

٭ مستقل سکونت ــــــــــــ ۶۱۵ھ

ازواج مطہرات

٭ حضرت بی بی امۃ اللہؒ

حضرت بی بی عصمتؒ

اولاد امجاد

٭ حضرت خواجہ فخر الدینؒ

٭ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابُوسعیدؒ

٭ حضرت خواجہ حسام الدینؒ

٭ حضرت بی بی حافظہ جمالؒ

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے خواجہ عثمانؒ ہارونی سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد ایک عرصہ تک بلادِ اسلامیہ کی سیاحت فرمائی۔ ادھر دربارِ رسالت مآبؐ سے آپؒ کو فرمانِ روانگی ملا۔ ادھر آپؒ نے مجاز سے رختِ سفر باندھا۔ 'سیر العارفین' میں مذکور ہے کہ اس دوران صدہا اولیائے کرام سے آپؒ کی ملاقاتیں ہوئیں۔ آپؒ سب سے پہلے بغداد تشریف لائے۔ ستاون روز تک شہنشاہِ روحانیت حضرت غوث الاعظمؒ کے ساتھ ایک حجرے میں مقیم رہے اور ان سے پروانۂ رسالت کا ذکر کیا تو اس پر حضرت غوث الاعظمؒ نے آپؒ کو مبارک باد دی۔ بغداد میں قیام کے دوران سہروردی سلسلہ کے بانی شیخ ضیاء الدین ابو النجیبؒ سہروردی اور شیخ شہاب الدینؒ سہروردی سے بھی آپؒ کا ربط ضبط رہا۔ اسی طرح شیخ نجم الدینؒ، خواجہ اوحد الدینؒ کرمانی اور شیخ

Marfat.com

ابو سعیدؒ تبریزی کے علاوہ کئی مشائخ اور بزرگ آپؒ سے ملے۔ مولانا رومؒ علیہ رحمۃ کے خلیفہ شیخ حسام الدین چلپیؒ کے بیان کے مطابق شیخ اوحد الدینؒ کرمانی نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

اصفہان میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ملاقات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی جو ان دنوں مرشد کی تلاش میں سر بہ گریباں تھے۔ چنانچہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دل میں صداقت و محبت اور عشق رسولؐ کی تمنا بیدار دیکھ کر آپؒ نے انھیں اپنے حلقۂ مریدین میں شامل کرلیا۔ پھر سلطان الہندؒ ہرات، تبریز اور بلخ سے ہوتے ہوئے اجمیر آنے کے لئے غزنی کے راستے ہندوستان روانہ ہوئے۔ زبان زد خاص و عام روایت یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے لاہور تشریف لائے۔ حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پُر انوار پر چلہ کشی فرمائی اور فیوض روحانی سے استمداد کے بعد وجد میں آکر یہ شعر کہا۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ لاہور سے سیدھے ملتان چلے گئے، جو اس وقت اجمیر اور دہلی کے راجاؤں کا دار السلطنت اور اہم مقام تھا۔ یہاں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپؒ نے اجمیر کا رخ کیا۔ پہلے دہلی پہنچے۔ اس وقت یہاں کا حکمران کھانڈے راؤ تھا۔ اجمیر پر مشہور راجپوت

Marfat.com

راجہ پرتھوی راج المعروف رائے پتھورا کی حکومت تھی اور اس کی فوج جے چند کے کنٹرول میں تھی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے دہلی پہنچ کر رائے پتھورا کے خاص مندر اور محل کے درمیان قیام فرمایا۔ برہمنوں اور پنڈتوں کو جب آپؒ کی آمد کا علم ہوا تو مشوش ہوئے۔ کھانڈے راؤ کو مطلع کیا اور عرض کی کہ اس درویش کو یہاں سے جانے کا حکم دیا جائے ورنہ دیوتا ناراض ہو جائیں گے۔ اس پر کھانڈے راؤ نے حضرت غریب نوازؒ کو پیغام بھجوایا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ مگر آپ نہ مانے اور پوری دل جمعی سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ آپؒ کے نعرۂ توحید اور قول و عمل میں یگانگت کے عمل نے بہت سے ممتاز ہندو اور سرکردہ راجپوت سرداروں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ کھانڈے راؤ کو جب حقیقتِ حال کا علم ہوا تو وہ غضبناک ہو گیا اور تمام حالات سے پرتھوی راج کو آگاہ کیا۔ پرتھوی راج یہ اطلاع پاتے ہی دہلی پہنچا، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دربار کی مقدس رونقوں اور روحانی محفلوں کو دیکھ کر گھبرا گیا اور آپ کو ہندوستان سے نکال دینے کی تدابیر سوچنے لگا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت غریب نوازؒ کی آمد سے بہت پہلے رائے پتھورا کی ماں نے جو علم نجوم و جادوگری کے فن کی ملکہ تھی اپنے بیٹے کو پیش گوئی کی تھی کہ ایک درویش ہندوستان میں آئے گا جو تیری حکومت کو مٹا دے گا

Marfat.com

اور اپنے دین کو فروغ دے گا۔ تم اس سے خوش خلقی اور منت سماجت سے پیش آنا، اس کی تواضع و تعظیم تم پر لازم ہے، اگر ایسا نہ کرو گے تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اس پیش گوئی کے ساتھ ہی رائے پتھورا کی ماں نے اس درویش کامل کا حلیہ اور علامات و نشانات بتا دیئے تھے۔ رائے پتھورا نے اپنے تمام مقبوضات کے حاکموں کو اس درویش کا حلیہ لکھ کر بھیجا ہوا تھا۔ جس وقت اس نے دہلی کے حاکم کی اطلاع پر خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھا تو اسے اپنی ماں کی پیش گوئی یاد آ گئی۔ اس کے باوجود اس نے اپنے مکر و فریب کے جال بچھا دیئے۔

دہلی میں تبلیغ و اشاعت کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے قصبہ سمانا ضلع پٹیالہ میں قیام کیا تو رائے پتھورا کی چال کے تحت بہت سے آدمیوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی اقامت کا بندوبست کرنے کی پیشکش کی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے مراقبہ کیا تو حضرت محبوب خدا محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپؒ کو ہدایت فرمائی کہ " اے معین الدین! ان لوگوں کی بات کو ہرگز باور نہ کرنا، ان کی نیت میں فتور ہے " اس پر خواجہ غریب نوازؒ نے رائے پتھورا کے آدمیوں سے کہا کہ درویش کو سوائے خدا کے کسی شے سے کوئی غرض نہیں۔ اس کے بعد آپؒ اجمیر روانہ ہو گئے۔ اس موقع پر آپؒ کے ہمراہ چالیس درویش تھے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ ۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ھ کو اجمیر پہنچے اور
شہر سے باہر ایک سایہ دار درخت تلے آرام فرمانے کا ارادہ کیا۔ جس وقت
آپؒ نے اجمیر کو اپنے قدوم بامنزلت سے مشرف فرمایا، ہندوستان میں
یہ شہر کفر و شرک کا واقعی بہت بڑا مرکز تھا، اور آپؒ حکم رسالت مآبؐ
کی بجا آوری کے لئے اجمیر کو اپنا مستقر بنانے کے لئے یہاں تشریف لائے
تھے۔ حضرت غریب نوازؒ کی آمد سے پہلے اگرچہ ہندوستان میں آفتابِ اسلام
چمک چکا تھا، لیکن ابھی پورے طور پر ضیا فگن نہیں ہوا تھا۔ اجمیر کی گلیاں
اور کوچے بدستور ظلم اور کفر کی تاریکیوں میں گم تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ
نے شہر سے باہر قیام فرمانے کے لئے سامان بھی نہ رکھا تھا کہ ایک شخص نے
تکبّر اور رعونت کے لہجے میں گستاخی کی۔ "یہ سرکاری اونٹوں کے بیٹھنے کی
جگہ ہے، یہاں سامان مت اتارو۔" حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے یہ سن کر
فرمایا کہ ہمیں اونٹوں سے کیا سروکار، وہ تو یہاں بیٹھے ہی رہیں گے۔ لو،
ہم جاتے ہیں۔" یہ کہہ کر خواجہ غریب نوازؒ جیسے مردِ قلندر اپنے درویشوں کے
ہمراہ پہاڑی کی جانب چلے گئے۔ بعد ازاں رائے پتھورا کے اونٹ آ کر
بیٹھ گئے تو دو دن تک بیٹھے ہی رہے۔ ساربانوں نے کوشش بسیار کے باوجود
انھیں اٹھانا چاہا مگر اونٹ تھے کہ زمین سے ہلنے کا نام تک نہ لیتے تھے۔
بالآخر یہ ماجرا رائے پتھورا کو سنایا گیا، جس نے ساربانوں کو حکم دیا کہ وہ

Marfat.com

خواجہ غریب نوازؒ سے معافی مانگیں۔ چنانچہ ان کی معذرت کے بعد آپؒ نے دُعا فرمائی اور اونٹ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

حضرتِ خواجہ غریب نوازؒ آنا ساگر کے کنارے ایک سایہ دار درخت کے نیچے خیمہ زن تھے۔ آنا ساگر مندروں کی بستی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق مندروں کی یہ بستی ساڑھے تین سو پجاریوں کا ایک مسکن تھی اور رائے پتھورا کی جیب خاص سے روزانہ اس بستی میں ساڑھے تین من تیل سے چراغاں کیا جاتا تھا۔ 'خزینۃ الاصفیاء' اور 'بُستانِ معرفت' میں لکھا ہے کہ آنا ساگر کے اطراف میں بہت سے بُت خانے تھے جن میں روزانہ کئی من پھول نچھاور کیے جاتے تھے۔ کئی من تیل سے ان بُت خانوں میں چراغاں کیا جاتا تھا۔ ان مندروں میں سے بعض میں گائیوں کی مورتیاں بھی تھیں جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ حضرت غریب نوازؒ نے یہاں باقاعدہ طور پر تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا، تو اجمیر کے ہزاروں ہندو اور آنا ساگر کے پجاری اس پر غضبناک ہو کر آپؒ پر مشترکہ طور پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں خنجر، بھالے اور برچھیاں دیکھ کر خواجہ غریب نوازؒ جیسے قلندر مسکرا رہے تھے۔ اُنھوں نے مشتعل ہجوم کو قریب آنے سے روکا، لیکن جب نصیحت کا کوئی اثر نہ ہُوا تو آپؒ نے مُٹھی بھر خاک ان لوگوں پر پھینک دی جس سے سب کے جسم خشک ہو گئے۔ کچھ اندھے اور باقی کے لنگڑے لُولے نظر آنے لگے۔ اہلِ اجمیر کی

Marfat.com

خاصی تعداد آپؒ کی اس کرامت کو دیکھ کر فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئی۔ مسلمان ہونے والوں میں اجمیر کے بُت خانوں کا مہنت رام دیو بھی تھا، جس کا نام خواجہ غریب نوازؒ نے شادی دیو رکھا۔ جہاں آرا بیگم کے بیان کے مطابق رام دیو اصل میں ایک جن تھا جس کی پرستش اجمیر کا راجہ اور دولتمند لوگ کرتے تھے، ان کی یہ توہم پرستی تھی کہ دُنیا کی ساری دولت رام دیو کے پاس ہے۔ رام دیو کے شادی دیو بننے کے بعد بہت سے دولت مند ہندو بھی مُسلمان ہو گئے۔ سرکار غریب نوازؒ نے شادی دیو کو تبلیغ کے لئے دوسرے شہروں میں بھیجا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ آنا ساگر سے درویشوں کے ہمراہ ٹہلتے ٹہلتے تالاب 'پنسلہ' پہنچ گئے جہاں آپ نے غُسل کا ارادہ فرمایا مگر برہمنوں نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس موقع پر حضرت نے اپنے ایک خادم کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ پنسلہ اور آنا ساگر کا پانی اس صراحی میں بھر دو۔ چنانچہ آپ کی کرامت سے دونوں تالابوں کا پانی دریا بہ کوزہ کے مصداق صراحی میں بند ہو گیا۔ اس کے بعد سارے شہر کے تالاب، کنوئیں اور حوض بھی خشک ہو گئے، یہاں تک کہ عورتوں اور چارپایوں کا دودھ بھی خشک ہو گیا۔ رائے پتھورا نے اپنی رعایا کے حلقوم تشنہ بلب دیکھے تو بہت گھبرایا، خود جا کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے معافی کا خواستگار ہُوا اور اس کے

Marfat.com

بعد شہر کے تالاب، کنوئیں اور حوض دوبارہ پانی سے شرابور ہو گئے۔ حضرتؒ کی اس کرامت پر بھی اجمیر کے بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست کو چوم کر مسلمان ہو گئے۔

رائے پتھورا نے اجمیر کے عوام کی اکثریت کو مائل بہ اسلام دیکھا تو اس نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو جادو کے اثر سے نیچا دکھانے کی ناکام سعی کی۔ اپنے عہد کے مشہور ساحر اجے پال کو بُلا بھیجا۔ جس نے جواب میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین غریب نوازؒ کے کو نکالنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لے گا۔ چنانچہ اجے پال جوگی مرگ چھالا پر بیٹھ کر اجمیر کی جانب روانہ ہُوا۔ بالکوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس شان و تمکنت سے اجمیر میں داخل ہُوا کہ اس کے کئی ہزار چیلے جادو کے شیروں پر سوار تھے۔ جادو کے اژدھے ان کے ساتھ ساتھ دَوڑ رہے تھے۔ وہ آگ برساتے اَور شور مچاتے ہُوئے خواجہ غریب نوازؒ کے ڈیرے کی طرف چلے آ رہے تھے۔ اجے پال جوگی نے آتے ہی حضرت کے ڈیرے پر آگ پھینکی۔ پھر سارے سانپ اَور اژدھے ان کی طرف چھوڑ دیئے۔ اہلِ اجمیر اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک جادوگر کا بوریہ نشین سے مقابلہ تھا۔ دیکھنے والوں نے اپنی جیتی جاگتی نظروں سے دیکھا کہ حضرت غریب نوازؒ کی طرف بڑھنے والے سبھی اژدھے اور سانپ مر چکے تھے۔ آگ سرد پڑ چکی تھی۔ انواع و اقسام کے سحر جب ناکام رہے تو اجے پال

Marfat.com

نے حضرت غریب نوازؒ سے استفسار کیا کہ آپؒ نے بارگاہِ ایزدی سے کیا منصب پایا ہے اور کس مقام تک آپؒ کی رسائی ہے ؟ آپؒ نے فرمایا۔" جادوگری میں آخری حربہ تیرے بس میں ہے، اُسے استعمال میں لا۔" اس کے بعد اجے پال نے پوستِ آہو یعنی مرگ چھالا نکالا اور اس پر بیٹھ کر ہوا میں پرواز کرنے لگا اور جب نظروں سے اوجھل ہونے لگا تو خواجہ غریب نوازؒ نے اپنی نعلینِ چوبی کی طرف اشارہ کیا کہ اجے پال کو حاضر کرو۔ نعلینِ چوبی فوراً ہوا ہو گئیں اور پھر اجے پال جوگی کی ایسی دُرگت بنی کہ لکڑی کی ان کھڑاؤں سے اس کی تواضع ہو رہی تھی اور وہ زمین کی طرف آرہا تھا۔ اجمیر کے لوگ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے اور حضرت غریب نوازؒ مراقبہ میں تھے۔

اجے پال جوگی زمین پر آکر بے ہوش ہو گیا اور اسی عالم میں اُس نے نُورِ ایمان کے وہ گوشے دیکھ لئے جن سے اس کا سینہ منور ہو گیا۔ اس نے حضرت غریب نوازؒ سے اپنے افعال کی معافی مانگی۔ جہاں آرا دُختر شاہجہاں نے اپنی تصنیف "مُونس ارواح" میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی کرامت، روحانیت، اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کے فضل و کرم کے آگے اس کی ساحری نہ چل سکی وہ اپنے کئے پر نادم ہُوا اور حضرتؒ کے روبرو مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ آپؒ نے اسے خضر بیابانی کا خطاب مرحمت فرما کر اس کے لئے حیاتِ ابدی کی دُعا فرمائی۔ یہ دُعا مستجاب ہو گئی چنانچہ

Marfat.com

سُنا جاتا ہے کہ خضر بیابانی ابھی تک زندہ ہیں اور اجمیر جانے والے بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ بتاتے ہیں۔ بعض زائرین کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے شہر تک خضر بیابانی نے مسافر نوازی کا حق ادا کیا ہے اور بعض لوگوں نے اسے رات کے پچھلے پہر جب مزار کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، اسے جوگیانہ لباس میں درگاہ میں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

اجمیر میں قیام کے دَوران خواجہ غریب نوازؒ نے مختصر عرصہ میں ہی ہزاروں غیر مسلموں کو دینِ حقّانیت کی متاع سے بہرہ ور کیا۔ آپؒ نے رائے پتھورا کو بھی اسلام کی دعوت دی لیکن یہ سعادت اس بدنصیب کی قسمت میں نہ تھی۔ اس نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کے بھی درپے ہو گیا، مگر آپ اپنی روحانی قوّت، کشف و کرامات اور جاذب شخصیت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اُتر جاتے رہے اور کسی لمحہ بھی ایک سچّے مسلمان کے مثل اشاعتِ اسلام کے فریضہ سے پہلو تہی نہ کی ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی بُرہان

رائے پتھورا پر اس مردِ مومن کے گفتار و کردار کا رائی بھر اثر نہ

Marfat.com

ہُوا۔ اس نے خواجہ غریب نوازؒ کے کردار کو مشکوک بنانے کے لئے اپنی بیٹی "بے نظیر" کو سرکارؒ کے پاس بھیجا۔ وُہ بن سنْور کر آپؒ کے پاس آئی، لیکن آپؒ نے نگاہیں نیچی کئے اسے دُور سے ہی دھتکار دیا۔ اس کے بعد آپؒ نے رائے پتھورا کے متعلّق یہ پیش گوئی فرمائی کہ "ما ترا زندہ بمسلماناں سپردیم" یعنی ہم نے تجھے زندہ، مسلمانوں کے حوالے کیا۔

ان ہی دنوں سلطان شہاب الدین محمّد غوریؒ نے دوسری مرتبہ غزنی سے ہندوستان پر فوج کشی کی، رائے پتھورا نے اس کا مقابلہ کیا، مگر زندہ گرفتار ہو گیا۔ 'سیر الاقطاب' میں ہے کہ شہاب الدین محمّد غوری خراساں میں تھا کہ اس نے ایک رات خواب میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا، جنھوں نے اسے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ہندوستان کی بادشاہت عطا فرمانے والا ہے۔" اس خواب کے بعد سلطان شہاب الدین محمّد غوری نے ہندوستان پر فوج کشی کی اور اسے یہ فتح خواجہ اجمیرؒ کے فیوض و برکات کے طفیل ہوئی۔ اللہ کی نصرت اس کے شاملِ حال تھی۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اجمیر میں شیخ معین الدینؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ان دنوں پرتھوی راج زندہ تھا اور کہا کرتا تھا "کیا اچھا ہو، جو یہ فقیر (غریب نوازؒ) یہاں سے چلا جائے۔ یہ بات وہ ہر شخص سے کہا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ اطلاع حضرت

Marfat.com

خواجہ معین الدین چشتیؒ تک پہنچ گئی اور درویش بھی اس وقت موجود تھے۔ آپ اس وقت حالت سُکر میں تھے۔ فوراً مراقبہ کیا۔ مراقبہ ہی میں آپ کی زبان سے "ہم نے پتھورا کو زندہ ہی مسلمانوں کے حوالے کر دیا" کے الفاظ دوبارہ ادا ہوگئے۔ دوسری طرف پرتھوی راج نے خواجہ غریب نوازؒ کے ہاں حاضری دینے والوں کو موت کی سزا کا حکم سُنا دیا اور اس موقع پر اس نے خواجہ غریب نوازؒ کو براہِ راست یہ پیغام بھیجا کہ اجمیر سے فی الفور چلے جائیں خواجہ غریب نوازؒ اپنی پیش گوئی دہرا کر چلے گئے۔ ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ صحیح ثابت ہوئے۔ سلطان شہاب الدین محمدؒ غوری اپنے غازیوں کے ہمراہ اجمیر کی طرف بڑھا۔ اس وقت خواجہ غریب نوازؒ اجمیر سے اوش جا چکے تھے۔ یہاں سے آپ نے ۵۸۸ھ بمطابق ۱۱۹۲ء غزنی کو رونق بخشی اور شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ پشاور تک تشریف لائے۔ شہاب الدین غوری پشاور سے ملتان روانہ ہوگیا اور خواجۂ خواجگان لاہور چلے آئے، جہاں آپ نے سیدؒ حسین زنجانی کو شرفِ میزبانی بخشا۔ بعد ازاں دہلی تشریف لے گئے۔ شہاب الدین محمد غوری کے فاتحانہ اقدام کے ساتھ ہی آپؒ نے اجمیر کی سرزمین کو دوبارہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ اس وقت پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کیا جا چکا تھا۔ فتح و کامرانی کے شادیانے بج رہے تھے کہ نماز مغرب کا وقت ہوگیا۔ اذان کی آواز سن کر شہاب الدین غوری اسی سمت

Marfat.com

چل پڑا، جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور خواجہ غریب نوازؒ امامت فرما رہے تھے۔ شہاب الدین محمد غوری بھی جماعت میں شریک ہو گیا۔ نماز کے اختتام پر یکایک اس کی نظریں غریب نوازؒ کے چہرے پر پڑیں۔ یہ دیکھ کر اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہی سلطان الہند خواجۂ اجمیر ہیں جنھوں نے اسے فتح و کامرانی کی بشارت دی تھی۔ شہاب الدین آگے بڑھا اور خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں پر گر پڑا اور کافی دیر تک روتا رہا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ غریب نواز نے اس کی درخواست پر اسے حلقہ مریدین میں شامل کر لیا۔

یہ وہ دَور تھا جب اجمیر کی سرزمین خواجہ غریب نوازؒ جیسے بوریا نشین کے سجدوں اور دُعاؤں سے آزاد ہو چکی تھی۔ 'سیر الاولیاء' میں مذکور ہے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے اجمیر میں تشریف لانے سے قبل سارے ہندوستان میں کفر و شرک اور بُت پرستی کا رواج تھا اور ہندوستان کا ہر سرکش حکمران 'اُنا ربکم الاعلیٰ' کا دعویٰ کرتا تھا۔ سب لوگ اپنے آپ کو خُدائے عزوجل کا شریک ٹھہراتے تھے اور پتھر، ڈھیلے، درخت، چوپائے، گائے اور اس کے گوبر کو سجدہ کرتے تھے۔ کفر کی تاریکی سے ان کے دلوں پر قفل اور بھی مضبوط ہو گئے تھے۔ اس آفتابِ اہلِ یقیں کے تشریف لانے پر جو کہ حقیقت میں معین الدین تھے، اس مُلک کی تاریکی نورِ اسلام سے روشن اور منوّر ہوئی۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ، اجمیر میں سکونت اختیار کرنے کے بعد رُوحانی

Marfat.com

طور پر تو اپنے مرشد کامل خواجہ عثمان ہارونیؒ کے قریب تھے، لیکن حقیقت میں ان کی مفارقت آپ کو گوارا نہ تھی۔ اس وقت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ بغداد میں مقیم تھے، چنانچہ خواجہ غریب نوازؒ ان کی قدم بوسی کی خاطر ۵۹۸ھ میں بغداد روانہ ہوئے۔ بغداد پہنچ کر کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ مرشد کامل کے سامنے بیٹھ کر نگاہوں کی پیاس بجھاتے رہے۔ پھر بلخ کو عزت افزائی بخشی اور احمد خضریہ کی خانقاہ میں معتکف رہے۔ یہاں سے غزنی پہنچے۔ بعدازاں لاہور اور دہلی سے ہوتے ہوئے تیسری بار اپنے مستقر اجمیر تشریف لائے۔ تھوڑی مدت رہنے کے بعد دوبارہ خراسان چلے آئے اور تصنیف و تالیف میں منہمک رہے۔ ۶۱۰ھ میں دہلی سے ہوتے ہوئے چوتھی بار اجمیر تشریف لائے اور اس کے بعد اجمیر کی سرزمین کو کبھی داغ مفارقت نہ دیا۔ اجمیر آپ ایسے وارث النبی فی الہند کی مساعی جمیلہ سے گہوارۂ ہدایت بنا جہاں سے اسلام کی شعاعیں ہندوستان کی دور دراز تاریکیوں تک پھیلتی رہیں

؎ فانوس بن کے آپ حفاظت کیا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی حیات اقدس کے باب میں تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ آپؒ نے دو شادیاں کیں۔ آپؒ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت بی بی امۃ اللہ تھیں، جو کسی ہندو راجہ کی بیٹی تھیں اور انھوں نے حضرت خواجہ

Marfat.com

غریب نوازؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول فرمایا تھا، جب کہ آپؒ کا دوسرا نکاح اجمیر کے گورنر حضرت میراں سیّد حسینؒ جنگ سوارؒ کی چچازاد زاد بہن حضرت بی بی عصمت سے ہُوا۔ محترمہ بی بی عصمت حضرت سیّد وجیہہ الدین کی صاحبزادی تھیں۔ ان ہر دو ازواج مطہرات کے بطن سے آپ کے تین فرزند اور ایک دختر متولّد ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ فخرالدینؒ، حضرت خواجہ حسام الدین اور بی بی حافظ جمالؒ حضرت بی بی امتہ اللہؒ کی اولاد تھے، دوسری بیوی حضرت بی بی عصمت اللہ سے حضرت خواجہ ابوسعید پیدا ہوئے، مگر علامہ خواجہ صفیؒ، خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ پہلی بیوی کے شکم سے صرف ایک صاحبزادی بی بی حافظ جمال پیدا ہُوئیں اور آپؒ کے تینوں فرزند بی بی عصمت اللہ کے بطن مبارک سے متولّد ہُوئے۔ بہرکیف اس امر سے کسی مصنّف یا مؤلف کو انکار نہیں کہ آپؒ کی ایک بیٹی اور تین بیٹے تھے۔

سرکار غریب نوازؒ کے بڑے لڑکے کا نام خواجہ فخرالدین تھا، جو خواجہ احمدؒ کے نام سے بھی مشہور تھے۔ فوائد الفواد کے مطابق خواجہ فخرالدین احمدؒ ۱۱۶۱ھ میں پیدا ہُوئے اور ساری عمر یادِ الٰہی میں مستغرق رہے۔ فارغ اوقات میں گزربسر کے لئے کھیتی باڑی کرتے تھے۔ ۶۵۲ھ میں رحلت فرمائی۔

Marfat.com

اجمیر شریف سے تقریباً ۲۵ میل دُور قصبہ سرواڑ میں دفن کئے گئے جہاں آج بھی ایک تالاب کے کنارے آپؒ کا مزار زائرین کی توجہ کا مرکز ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دینے والے یہاں بہر صورت عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ تین سے ۶ شعبان المعظم تک آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ کے دوسرے فرزند ارجمند خواجہ ضیاء الدین ابوسعیدؒ کے متعلق تذکرہ نگاروں نے تحقیق و تدقیق کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی، البتہ اتنا مرقوم ہے کہ آپ کمسنی میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔ آپ کا مزار عالیہ حضرت خواجہ بزرگ غریب نوازؒ اجمیری کی درگاہ شریف میں شاہی گھاٹ سے متصل جھالرہ کے اوپر واقع ہے۔ آپؒ کے تیسرے لختِ جگر خواجہ حسام الدینؒ کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ عالمِ شباب ہی میں گھر بار اور وطن کو خیرباد کہہ کر ابدالوں کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اولیاء و مشائخ کے مزارات پر حاضری دیتے رہے۔ ساری عمر زہد و ریاضت میں گزاری اور جنگلوں میں رہتے رہے حتیٰ کہ کسی کو بھی آپؒ کی تاریخِ رحلت اور مقام کا علم نہیں ہو سکا، اور یوں آپؒ نے زندگی گوشۂ گمنامی میں بسر کی۔

حضرت بی بی حافظ جمال کا مزار، خواجہ بزرگؒ کے قبہ شریف کے بیرونی حصہ میں ہے۔ آپؒ کے متقی و پرہیزگار ہونے کا زمانہ معترف ہے۔ آپؒ

Marfat.com

کی شادی رضی الدین ناگوریؒ سے ہوئی۔ ۱۹ رجب المرجب کو بی بی حافظ جمالؒ کا عُرس منایا جاتا ہے۔ برصغیر کے دُور دراز شہروں سے عورتیں کثیر تعداد میں آپؒ کے مزار پر حاضری دینے آتی ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز کے انتقال پُر ملال کے بعد اُن کی اولاد امجاد میں سے صرف خواجہ فخر الدین احمدؒ سے اولاد کا سلسلہ جاری ہُوا۔ حضرت خواجہ فخر الدینؒ کے صاحبزادے خواجہ حسام الدینؒ تھے۔ حضرت فخر الدینؒ نے آپؒ کا نام اپنے پیارے بھائی کی یاد میں اُن کے نام پر رکھا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے پوتے نے حضرت محبوب الٰہیؒ سے فیض حاصل کیا۔ آپؒ کا مزار مبارک اجمیر سے اُسّی میل کی مسافت پر سانبھر میں ہے۔ ان کے بعد آپؒ کی اولاد امجاد میں سے حضرت معین الدین خوردؒ اور حضرت خواجہ قیام الدینؒ بایزلؒ کا ذکر آتا ہے، لیکن بعد میں کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کی اولاد کہاں گئی؟ سُنا گیا ہے کہ اکبر کے دَور میں کئی لوگوں نے حضرت خواجہ بزرگ چشتیؒ کے خاندان سے ہونے کا دعویٰ کیا، لیکن یہ لوگ کسی ایسے مصدّقہ شجرہ کو پیش نہ کرسکے تھے۔ اس پر اکبر بادشاہ نے انھیں سخت سزائیں دی تھیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواجہ غریب نوازؒ چشتی کی اولاد اس وقت موجود نہیں ہے۔ یقیناً ہو گی، لیکن انھیں دیکھنے کے لئے دِل کی آنکھ چاہئے جو ایسے فقیروں کو فوراً پہچان سکے۔

سفیرِ حرم

Marfat.com

سفیر حرم

Marfat.com

جاں پُرسوز، سخن دلنواز

سفرِ حرم

Marfat.com

قیامِ اجمیر کی مُدّت : ۲۳ سال ،

پیغام : محبّت، اخوّت، مساوات

طریقِ تبلیغ : ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآنِ حکیم،

عشقِ رسولؐ، اتباعِ سُنّت

اور پابندیٔ صوم صلوٰۃ۔

لباس : پھٹا پُرانا

خوراک : روزانہ صرف ۵ مثقال

کی روٹی

Marfat.com

خالقِ کائنات نے بنی نوع انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی انسانی عظمت کی تشکیل فرمائی تھی اور اس کا مکمل اظہار اس وقت ہُوا، جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مقدس وسیلے سے بلاامتیاز و رنگ و نسل کرہ ارض کے تمام انسانوں کو ابدی نجات کا پیغام دیا۔ یہ درحقیقت دینِ حنیف کا پیغام تھا جس کے ابتدائی ۲۳ سال سرورِ دو عالم کی حیاتِ طیّبہ اور بعد کے چالیس برس خلافتِ راشدہ کے دَور کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اسلامی تحریک کے ان ۶۳ برسوں میں محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے تربیت یافتہ جاں نثاروں کی بہت بڑی تعداد مصروفِ تبلیغِ عمل رہی اور زندگی کے ہر شعبہ میں کلمۃ الحق کے شیدائی اسلام کے اصولوں پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ اگرچہ اس ابتدائی دَور میں مُسلمان کہیں کہیں باہمی

Marfat.com

قتال و جدال میں مبتلا ہوئے، لیکن اسلام کے اصولوں پر اُن کے راسخ العقیدہ ہونے میں قطعاً کسی شعبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ پھر جب خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی تو ملّتِ اسلامیہ کے افراد بظاہر انفرادی حیثیت سے اسلامی اصولوں کے پابند نظر آتے تھے، لیکن اجتماعی طور پر ان میں یہ خوبی مفقود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بنُو اُمیّہ اور بنُو عبّاس کی ملوکیت نے دین کے تقدس اور وقار کو مجروح کر کے رکھ دیا اور گردشِ لیل و نہار کے ساتھ ساتھ وعظ اور محتسب ایک دوسرے کے شریک و سہیم دکھائی دینے لگے۔ وُہ حرص و ہوس کے بندے کہلائے اور بادشاہوں کے غلام تصوّر کیے گئے۔ صوفیائے کرام کا جہاد، اس تنگ نظری، متعصب خیالی، ناانصافی اور اور جبر و تعدی کے خلاف ایک شدید رَدِّ عمل تھا۔ ان میں خواجہ غریب نوازؒ پیش پیش تھے۔

حضور سرورِ کائناتؐ نے اپنے قول و عمل سے پیغامِ الٰہی کی جس طرح تصدیق فرمائی، خواجہ غریب نوازؒ جیسے درویش صادق اور فقیر کامل نے اسے سرفروشانہ انداز میں اپنایا اور پیغامِ الٰہی کی تفسیر بن کر یہ ثابت کر دکھایا کہ زمین پر خوشبوؤں سے زیادہ پاکیزہ اور بادلوں سے بڑھ کر مقدّس زندگی گزارنا ہی رضائے خداوندی اور منشائے تخلیق آدمیت ہے۔ آپؒ بحکمِ رسالت مآبؐ برصغیر ہند تشریف لائے، اس وقت مملکت

Marfat.com

اسلامیہ کی حدود صرف لاہور تک متعین تھیں اور اس شہر میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے بعد ان کے معاون علمائے کرام اور خدام عظام موجود تھے، جو اپنی استعداد کے مطابق تبلیغِ حق میں مصروف تھے، اس لئے آپؒ نے لاہور میں زیادہ دیر قیام فرمانا مناسب خیال نہ کیا اور خود سمیت اکتالیس درویش ساتھیوں کے ہمراہ اجمیر چلے آئے جہاں آپؒ نے رشد و ہدایت کا ایک وسیع نظام پھیلا دیا۔

فقیر الحال خواجہ غریب نوازؒ قدسی منش بزرگ تھے جن کا کہیں ٹھکانا تھا، نہ گھر بار۔ اللہ سے ایسی لَو لگی کہ زندگی کے پورے باون برس صحرانوردی میں گزارے۔ کبھی اس شہر میں تو کبھی دوسرے شہر میں۔ ہر دم مصروفِ سیاحت رہے۔ روکھی سوکھی جو میسّر آگئی اُسے ہی مقدّر سمجھ لیا۔ جہاں نیند آئی وہیں نیلے آسمان کی چھت تلے سو لئے۔ غرض ایک فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اطلس و کمخواب سے مُنہ موڑا۔ کالی کملی والے کی تقلید میں بوریا نشینی کو مسلک بنایا اور ببانگِ دُہل فقر و استغنا کی تلقین کی ؂

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اسی خودی میں ہزاروں میل کا سفر طے کیا۔ مصائب، تکالیف اور خطرات سے گھرے ہوئے ہولناک راستے سواری کا انتظام اور نہ ہی زادِ راہ

سفرِ حرم

Marfat.com

پاس تھا، اس پر مستزاد کہ تبلیغ کے لئے ایسے مُلک میں چل کر آئے جہاں کی زبان سے واقفیت تھی نہ وہاں کے باشندوں کی عادت کا کچھ علم تھا۔ دِل میں فقط نورِ ایمان کی کرنیں اور سینے میں الفتِ رسول کی شعاعیں تھیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب ہندوستان پہنچے تو اس وقت کا ایشیا دو بڑے طبقوں کے درمیان حد فاصل تھا۔ ایک طرف مشرق وسطیٰ کے انسانوں کی سسکتی ہوئی زندگی تھی تو دوسری طرف ہندوستان کی وسعتوں میں انسانیت کراہ رہی تھی۔ برصغیر کے ہندو آج کے دَور کی بہ نسبت زیادہ ہی متعصب اور تنگ نظر تھے۔ چھوت چھات کا بڑا زور تھا۔ اہرمنیت اور برہمنیت کے اسی ماحول میں خواجہ غریب نوازؒ اجمیر میں داخل ہوئے۔ اجمیر بڑے بڑے سادھوؤں اور مہاتماؤں کا مسکن تھا جو گرد و نواح کی پہاڑیوں اور گپھاؤں میں رہتے تھے۔ انھوں نے جب سُنا کہ ایک مسلمان درویش نے نگاہِ فقر میں شانِ سکندری لئے اجمیر کو مستقر بنا لیا ہے تو روزانہ جتھہ وار پہاڑیوں اور گپھاؤں سے نکلتے اور خواجہ غریب نوازؒ کی مجلس کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے۔ کبھی ناقوس بجاتے تو کبھی اینٹیں برساتے، مگر جب اپنے ان کمالاتِ سنگ زنی سے تھک ہار کر بیٹھ جاتے تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ تلاوتِ قرآنِ حکیم شروع کر دیتے اور یہ سادھو ان کے لحن داؤدی پر مبہوت ہو کر رہ جاتے۔ فرقان حمید کی آیات تلاوت ہو رہی ہوں فضا میں سحر نہ چھا جائے

Marfat.com

یہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ کا ذکرِ پاک سُن کر تو شجر و حجر جھوم جھوم جاتے ہیں۔ پتھروں کو بھی زبان مل جاتی ہے، چنانچہ اس کلام ستودہ صفات کا اثر سادھوؤں اور مہاتماؤں کے دِلوں پر گہرا ہوتا چلا گیا اور وُہ ایک دن آپؒ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔

خواجہ بزرگؒ، دِین کے سچّے پَیروکار اور مجاہد تھے، جن کی نگہ بلند نے کفرِ ہند میں آ کر دیکھ لیا کہ اندھیرا نور کے پاس نہیں آئے گا، نور کو ہی اندھیرے میں پہنچ کر اپنے جلوؤں کی شان دکھانا ہو گی۔ ممکن ہے اس ترقی یافتہ دَور کی چکا چوند میں یہ کام اتنا رفیع الشان معلوم نہ ہو لیکن بارھویں صدی عیسوی کے ہندوستان کے حالات کا نقشہ مدنظر ہو تو قدرے سوچنا پڑتا ہے کہ اللہ کا ایک مخلص بندہ تن تنہا اس جاں سوزی کے عالم میں غیر مسلموں کے مُلک میں چل کر آتا ہے کہ تاریکیوں میں رسول عربیؐ کا پیغام عام کر دے۔ اس کے پاس کوئی فوج ہے اور نہ ہی توپ و تفنگ اور اسلحہ وغیرہ۔ صرف ایمان کی قوّت ہے یا خُداوند قدوس کی بزرگ و برتر ذات باری تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور حضور سرورِ کونینؐ کے فرمان کو ہر دل تک پہنچانا، اس کی زندگی کا مِشن بن جاتا ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے عہد کے دانائے راز تھے۔ اجمیر میں مستقل قیام کے دوران آپ کی ذات مقدسہ نے باقاعدہ ایک جماعت

Marfat.com

اور ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی نظرِ کیمیا اور متعدد بزرگوں کی صحبت نے آپؒ کی سیرت کی تعمیر میں نمایاں رنگ بھر دیئے تھے۔ کردار کی اس حد تک تکمیل ہو چکی تھی کہ آپؒ اپنی صلاحیتیں معاشرہ کی اصلاح میں صرف کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی شخصیت میں ایسی جاذبیت اور رُوحانی کشش پیدا ہو چکی تھی کہ جو بھی زیارت کے لئے آتا، آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا۔ پرتھوی راج کے دَورِ حکومت میں بدترین آمریت مسلط تھی۔ ذات پات کے امتیازات نے سماجی زندگی میں ابتری اور انتشار پھیلا رکھا تھا۔ آپؒ نے جابر سُلطان کے روبرو کلمۂ حق کہا۔

"بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، غُرباء کی فریاد سُنو اور درماندوں کی دستگیری کرو۔"

خواجہ غریب نوازؒ نے اس مرحلہ پر غزنیں و نیشاپور کی داستانِ خونچکاں کو نہ چھیڑا۔ ملاحدہ باطینہ کی مذموم سرگرمیوں پر کوئی حاشیہ آرائی نہ کی۔ بغداد کے سیاسی زلزلوں کی حکایت نہ سنائی اور نہ ہی تاتاریوں کی بربریت کا نقشہ پیش کیا، بلکہ صرف اور صرف اخوّت و مودّت اور اسلامی مساوات کا پیغام دیا۔ اس پیغام سے نیچی ذات کے لوگوں میں خودی کا جذبہ بیدار ہُوا اور وہ خود بخود دینِ حق کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ ہندو حاکموں نے آپؒ کی راہ میں مشکلات کے پہاڑ ایستادہ کئے۔ قدم قدم پر روڑے اٹکائے۔

Marfat.com

عرصۂ حیات تنگ کیا، جب مقابلے پہ خود نہ ٹھہر سکے، تو جادوگروں اور جوگیوں کو مدمقابل لے آئے، لیکن خواجہ غریب نوازؒ کی رُوحانی قوّت اور کشف و کرامات کے سامنے کوئی بھی نہ ٹھہر سکا۔ آپؒ نے زندگی کے سفر میں نیکی، محبّت اور سچّائی کا درس دیتے ہوئے معاشرتی سیاسی اور ہر قسم کے باہمی رشتوں کو پائیدار اور پُروقار بنایا۔ تحمّل، ایثار اور صبر کے ہتھیاروں سے خود غرضی، کمینگی اور ظلم کی طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور صداقت کی تبلیغ سے کبھی غافل نہ رہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا طریقِ تبلیغ اُن کے چشتیہ مسلک کے عین مطابق تھا جس میں شریعت کی پابندی پر سب سے زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ آپؒ چونکہ خود بھی قائل تھے کہ شریعت کی پاسداری اور پابندی کے بغیر بارگاہِ عبودیت میں مقبولیت و محمودیت ممکن نہیں، خواہ اس کے لئے کوئی چلن اپنایا جائے۔ چنانچہ آپؒ نے اجمیر میں قیام کے دَوران ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآنِ حکیم، عشقِ رسالت مآبؐ، اتباعِ سُنّت، پابندیٔ صوم وصلوٰۃ اور حُسنِ اَخلاق کو بطورِ خاص اہمیت دی اور ترکِ دُنیا کی بجائے لوگوں میں گھُل مل کر انھیں دینِ اسلام کا والہ و شیدائی بنایا۔

اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کر کے خواجہ غریب نوازؒ نے محسوس کیا کہ ہندوستانی سماج میں عزّت و دولت کی بنیاد پیشے ہیں اور اس سے ادنیٰ و اعلیٰ

Marfat.com

کا امتیاز روا ہے۔ چنانچہ آپؒ نے نظامِ رشد و ہدایت کی بدولت ان بُتانِ وہم و گمان کو توڑا اور بحکمِ اذان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا درس دیتے ہوئے لوگوں کو باور کرایا کہ ذات پات کی غیر فطری تقسیم انسان کی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگ برابر ہیں۔ عزت اور دولت کے علاوہ رنگ و نسل اور زبان کے اعتبار سے کسی عجمی کو عربی پر، عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں، عزت اور بڑائی کا معیار صرف نیکی و شرافت ہے اور خالقِ کائنات کا تقرب اسے ہی حاصل ہے جو متقی و پرہیزگار ہے اور حقوق العباد سے پہلو تہی نہیں کرتا۔ آپؒ نے مزید فرمایا کہ مذہب کسی خاص طبقے کی جاگیر نہیں اور نہ ہی کسی ایک قوم کے افراد کی اس پر اجارہ داری ہے۔ مذہب تو انسانیت کی اصلاح و فلاح کا ذریعہ ہے اور ہر ایک کو اسے اختیار کرنے کا حق حاصل ہے جو دینِ حق کو اپنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کے دروازے وا کر دیتا ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ لوگوں کو اسلام کے بنیادی ارکان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے رہے انھیں مخلوقِ خُدا سے محبّت، عفو و درگزر، بڑوں کا احترام، چھوٹوں سے پیار، ظلم و فساد سے گریز اور انسانیت کی خدمت کا درس دیا۔ ہر ایک کو دعوتِ وحدت و عشق دی اور ترکِ رذائلِ اخلاق کی ہدایت فرمائی۔ یہ اندازِ سخن ایسا فطری تھا جو سنگدل افراد کو بھی موم کر دیتا ہے اور وُہ دینِ حقّانیت کی عالمگیر صداقتوں پر ایمان لے آتے تھے۔

سفرِ حرم

Marfat.com

یہ آپؒ کے پیغامِ حق کا اثر ہے کہ آج برصغیر کے گوشے گوشے سے اذانیں بلند ہوتی ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنی زندگی کے آخری ۴۳ سال اجمیر میں رشد و ہدایت میں گزارے۔ پھٹا پُرانا لباس پہنا، پانچ مثقال سے زیادہ وزن کی روٹی سے کبھی افطاری نہ کی۔ نگاہِ اُلفت کی تاثیر دمِ آخر تک ایسی رہی کہ جس طرف دیکھا، ابرِ گلزار بنا دیا ؎

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی وُہ نگہ کی تیغ بازی

یہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی نگہِ بلند کی کرشمہ سازی تھی کہ جاں پُرسوزی اور سخن دلنوازی سے درویشی میں بھی سلطانی کی ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شُد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالَم دوامِ ما

Marfat.com

Marfat.com

تذکرۂ مجالس

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی پاکیزہ جد و جہد سے ہندوستان کے تیرہ و تاریک خطّے میں علم و عرفان کے سوتے پھوٹے۔ آپ کی صحبت خود ایک عظیم درس گاہ تھی کہ جس میں شبانہ روز سینکڑوں افراد شریک ہوتے اور رشد و ہدایت سے مالا مال ہو کر جاتے۔

Marfat.com

ولیٔ کامل کی مجلسی زندگی ہالۂ نور ہوتی ہے، جو بھی ان کی صحبت میں آتا ہے، سرخرو ہو کر جاتا ہے۔ ان کے ارشادات کی روشنی تاریک سے تاریک دِلوں کو بھی منوّر کر دیتی ہے۔ اولیائے کرام کی ایک پہچان یہی ہے کہ ان کی زندگی حضور نبیٔ کریم ﷺ کی محبّت و عشق اور تعظیم و تکریم کی مظہر ہو اور وہ دینِ حنیف کے شیداؤں میں یہ سرمایۂ حیات لُٹاتے رہیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا شمار برصغیر کے ان اکابر اولیائے میں ہوتا ہے، جن کی پاکیزہ جدوجہد سے ہندوستان کے تیرہ و تاریک خطے میں علم و عرفان کے سوتے پھوٹے جنھوں نے خُدا اور رسُولؐ کی مقدس تعلیمات سے ظلمت کدۂ ہند کو روشنی و تابندگی بخشی اور اپنی روحانی رفعتوں سے تعلیم و تلقین کے موتی بکھیرے۔ سرکار غریب نوازؒ کی صحبت خود ایک عظیم درسگاہ تھی۔ ان کی مجالس میں شبانہ روز سینکڑوں افراد شریک ہوتے، جنھیں آپؒ

Marfat.com

رشد و ہدایت فرماتے تھے۔

ہند الولی حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ غریب نواز کی مجلسی زندگی کا بابرکت پہلو یہ تھا کہ آپؒ مجالس میں شریک ہونے والوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ یہ آپؒ کا حُسنِ یقین تھا کہ روحانیت کی کرامت، اپنے پرائے سبھی مجالس میں کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ دلوں میں صدقِ محبّت اور بوئے وفا لئے، عاصی و گنہگار آتے اور رحمتِ خداوندی کے خزینے سمیٹ کر لوٹتے۔ خود خواجہ غریب نوازؒ کا فرمان تھا کہ جس کے دل میں علمائے کبار اور مشائخ عظام کی دوستی اور محبّت ہو، خدا تعالیٰ اس کو ہزار سال کی عبادت کا ثواب عطا کرتا ہے۔ اگر اس درمیان میں اس کا انتقال ہو جائے تو حق تعالیٰ اس کو علماءٗ کا درجہ عطا فرماتا ہے اور اس کا مقام علیّین ہوتا ہے۔

زمانہ سلف کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مشائخ کو دیکھ کر مُنہ دوسری طرف پھیر لیتا تھا اور آتشِ رشک و حسد میں جلنے لگتا تھا، اس شخص کو انتقال کے بعد قبر میں اُتارا گیا۔ شرکائے تجہیز و تکفین نے ہر چند کوشش کی کہ اس کا مُنہ قبلہ کی طرف کریں مگر کسی طرح اس کا مُنہ قبلہ رُو نہیں ہوتا تھا۔ خلقت کو حیرت ہوئی تو غیب سے آواز آئی کہ تم لوگ اس شخص کے لئے کیوں رنج کرتے ہو، یہ وہ شخص ہے جو دُنیا میں علماءٗ و مشائخ کو دیکھتا تھا تو مُنہ دوسری طرف پھیر لیتا تھا۔ پس جس شخص نے میرے

Marfat.com

دوستوں سے مُنہ پھیرا، وہ میری رحمت سے محروم رہا اور گمراہ ہُوا۔ ایسا شخص قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اُٹھایا جائے گا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب کبھی مجالس میں موعظت و عبرت کی اس مثال کو دہراتے تو ساتھ ہی فتاویٰ ظہریہ کی روشنی میں حضور سرورِ پُرنورؐ کا یہ ارشاد بھی سناتے کہ "علمائے کرام اور اولیائے عظام کی زیارت عبادت میں شامل ہے۔ اگر کوئی سات دن یہ عمل جاری رکھے تو حق تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دن کو روزہ رکھے اور یادِ حق میں شب بیداری کرے۔" خواجہ خواجگانؒ خود برسوں اس پر عمل پیرا رہے اور اپنے مرشد کی زیارت و خدمت گزاری میں راتوں کی نیندیں اور دن کا چین گنوایا۔ فرماتے ہیں "جب مَیں شیخ الاسلام سُلطان المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے پیوست ہُوا اور بیعت کا شرف پایا۔ آٹھ سال کی مدّت تک حضرتؒ کی خدمت گزاری میں ایک لمحہ نفس کو آسودگی نہ دی۔ دن کو دن جانا نہ رات کو رات، جہاں حضرتؒ مسافرت کو جاتے، دُعا گو حضرتؒ کا جامۂ خواب اور توشۂ سفر سر پہ لئے ہمرکاب رہتا تھا۔ پیرومرشد نے اس درویش کی خدمت دیکھ کر وہ نعمت عطا کی

Marfat.com

جس کی کوئی حد نہیں۔" پھر فرماتے ہیں۔ "جس نے پایا خدمت سے پایا، مُرید کو چاہیئے کہ پیر کے فرمان سے ذرّہ بھر تجاوز نہ کرے اور جو کچھ پیر نماز اور وظائف وغیرہ کے متعلق بتائے اس کو گوش و ہوش سے سُننے اور اس پر عمل کرے تاکہ اس مقام پر پہنچے جہاں پیر مرید کا مشاطہ ہے کیونکہ جس امر کی پیر مُرید کو تلقین کرے گا وہ حصولِ کمال کے لئے ہوگا۔"

اشرف اولیأ معین الدینؒ حضرت غریب نوازؒ نے اپنا مرتبت عالی مشائخِ عظام کی صحبتوں سے بالعموم اور مرشدِ کامل کی زیارت وخدمت گزاری سے بالخصوص حاصل کیا۔ بعد ازاں ان کے ملفوظات پند وموعظت اور حکمت ومعرفت کے خزانے کو خلیفہ اکبر سجادہ نشینی اور جانشین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سمیٹتے رہے۔ آپؒ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی مجالس روحانی میں باقاعدہ خشوع وخضوع کے ساتھ شریک ہوتے اور اپنے مُرشد کی زبانِ فیضِ ترجمان سے جاری ہونے والے ارشادات کو لکھ لیتے۔ مجالس کے اسی تذکرہ کو آپؒ نے "دلیل العارفین" کا نام دیا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلوی کی یہ مرتبہ تحریریں تالیفِ قلب کا زندہ ثبوت ہیں اور سب کے لئے فیض اور رہنمائی کا باعث بھی۔ آپؒ کے مطابق حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ارشاد فرمایا کہ "اپنے پیر ومرشد

Marfat.com

کے چہرے کی طرف دیکھنا اور خدمت میں مصروف رہنا ۔ ایک قسم کی عبادت ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے معرفت المریدین کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص ایک دن بھی اپنے پیر کی ایسی خدمت کرے ۔ جیسا کہ حق ہے تو خدا تعالیٰ اس کو جنت میں موتیوں کے ہزار محل عطا فرمائے گا۔ ہر محل میں حوریں اس کی خدمت پر مامور ہوں گی اور وہ قیامت کے دن جنت میں جائے گا۔ پس اس کو چاہئے کہ جو کچھ پیر و مرشد کی زبان سے سُنے اس پر دل وجان سے توجہ دے اور اس کے بتائے ہوئے وظائف و نماز ادا کرے اور برابر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے۔ اگر متواتر کا مقدور نہ ہو، تو حتّی المقدور بجالائے“۔

اللہ اللہ کیا وُہ اولیاء کرام تھے اور کیا وہ معتقدین —— خاک میں یا صُورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو کر بھی زندہ جاوید ہو گئیں ۔ اس الحاد و مادہ پرستی کے دور میں ایسی شخصیتیں کہاں ؟ ترقی یافتہ روشن خیالی کے دَور نے مسلمانوں کو مغربیت اَور فیشن پرستی کی طرف دھکیل دیا ہے ۔ مشرقی اقدار اب آؤٹ آف ڈیٹ ہو کر رہ گئی ہیں ۔ اب تو پیری مُریدی بھی دکھاوے کی ہوتی جارہی ہے ۔ ایک خواجہ غریب نوازؒ تھے کہ تصنع اور دُنیا داری سے ہمیشہ دُور رہے اَور ایک آج کا دَور ہے کہ ؎

ہم کو تو میسّر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے کفر و الحاد کی تاریکیوں میں خیمہ زن ہوکر بادِ مخالف کے جھونکوں میں نورِ ایمانی کے چراغ روشن کئے اور حاضرینِ مجلس کو عاشقِ رسول بنانے کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی ارکان کا بھی درس دیتے رہے۔ ایک نشست میں آپؒ نے نماز کے موضوع پر تفصیلاً بیان فرمایا کہ "نماز میں لوگ منزل گاہِ عزت کے قریب ہوتے ہیں" کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ بعدہٗ آپؒ نے فرمایا کہ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے کہتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ المصلی یناجی ربہ مزید برآں نماز بندوں کے لئے خدا کی امانت ہے۔ پس بندوں کو چاہیئے کہ اس کا حق ادا کریں اور اس میں کسی قسم کی خیانت کے مجرم نہ ہوں۔" اس موقع پر حضرت خواجہ معین الدینؒ غریب نوازؒ نے سیاحت کے دَوران بُخارا میں دستار بندوں سے سُنی ہُوئی حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کسی نے حضور سرورِ دو عالمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ ایک شخص کو صلوٰۃ میں دیکھ رہے ہیں جو رکوع و سجود کا پورا حق ادا نہیں کر رہا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد آنحضرتؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ تو کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے عرض کیا "چالیس سال سے"۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اس عرصہ میں تمھاری کوئی نماز نہیں ہوئی۔

Marfat.com

اس کے بعد خواجہ غریب نوازؒ مؤمنین کو تلقین فرماتے ہیں کہ نماز میں خیانت ہرگز نہ کی جائے اور اسے صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے۔"

نماز کے متعلق آپؒ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی تعلیمات کو بھی دہراتے ہیں کہ قیامت کے دن کُل انبیأ، اولیأ اور مسلمانوں سے نماز کا حساب ہوگا، جو نماز سے عہدہ بَرا ہوگا خوشی پائے گا، جو اس کے جواب سے قاصر رہے گا عذابِ دوزخ میں مبتلا ہوگا۔" حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ مزید فرماتے ہیں کہ "نماز دین کا رکن ہے اور رُکن ستون ہوتا ہے۔ پس جب ستون قائم ہوگیا تو مکان بھی قائم ہوگا، جب ستون نکل جائے گا تو چھت گر پڑے گی، چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز بہ منزلہ ستون ہے" اس لئے اگر نماز میں فرض، سُنّت، رکوع میں خلل پڑے تو حقیقت میں اسلام و دین اور اُس کے جزیات خراب ہو جائیں گے۔

ایک روز بہت سے اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم حضرت غریب نوازؒ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر تھے اور نماز کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ آپؒ نے فرمایا کہ اہلِ عشق فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اسی جگہ اشراق کے وقت تک بیٹھے رہتے ہیں۔ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ قبولیت ان پر پڑے اور انوارِ تجلیات ان پر زیادہ ہوں، جو شخص نمازِ فجر پڑھ کر نمازِ اشراق پڑھنے کے واسطے اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ اس کے لئے حق تعالےٰ

Marfat.com

ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور جب تک وہ نمازی نمازِ اشراق نہیں پڑھتا، فرشتہ اس کے لئے دُعائے خیر و بخشش کرتا رہتا ہے۔

نماز کی فضیلت بیان کرتے ہُوئے حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے حضرت امام ابواللیثؒ سمرقندی کی تصنیف کتاب 'التنبیہ' کا بطورِ خاص ذکر فرمایا کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں۔ ایک کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر پکارتا ہے کہ "اِنس و جِن بگوشِ دل سنو اور سمجھ لو کہ جس نے خُدا کا فرض ادا نہیں کیا خُدا اُس سے بَری الذمّہ ہے۔" دوسرا فرشتہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے۔ "اے اِنس و جِن، بگوش و ہوش سُنو اور آگاہ ہو کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سُنّت کو ادا نہیں کیا، وُہ قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔"

آگے چل کر خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں "افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر، جو نماز کے ارکان پُورے طور پر ادا نہیں کرتے اور نماز کے ادا کرنے میں دیر کرتے ہیں۔ جب ایسے نمازیوں کی نماز کو فرشتہ اُوپر لے جاتا ہے تو اگرچہ آسمان کا دروازہ کھُل جاتا ہے، لیکن فرمانِ خُداوندی ہوتا ہے کہ اس نماز کو یہاں مت لاؤ بلکہ واپس لے جا کر اس نماز کے پڑھنے والے کے مُنہ پر مار دو۔ جب فرشتے حُکمِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں تو اس وقت

Marfat.com

نماز اس نمازی کے واسطے بددعا کرتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضائع و برباد کر دیا، اسی طرح خُدا تجھے ضائع و برباد کرے۔

آپؒ کی ایک اور مجلس مبارک میں چند بزرگان بھی جمع تھے اور اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنا چاہیئے یا تقدیم؟ اس عنوان پر آپؒ نے فرمایا "زہے نصیب وہ مُسلمان جو نماز کے وقت میں تاخیر نہیں کرتے اور وقت خاص پر نماز ادا کرتے ہیں اور ہزار افسوس اُن مسلمانوں پر جو بندگیِ مولا میں تقصیر کرتے ہیں اور خاص وقت پر نماز نہیں پڑھتے۔" یہ بیان کرتے ہوئے حضرت خواجہؒ نے فرمایا "حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے منقول ہے کہ حضرت امام زاہدؒ نے تفسیر آیۂ کریمہ فویل للمصلین الذین هم عن صلوٰتهم ساهون میں تحریر فرمایا۔ ویل دوزخ میں کنواں یا میدان ہے کہ اس سے زیادہ دوزخ کے کسی حصّہ میں عذاب نہیں ہوگا۔ عذاب ان کے واسطے ہے جو وقت پر نماز نہیں پڑھتے۔"

قرآن کی حُرمت اور عظمت سے انکار ممکن نہیں۔ اس کی فضیلت مسلّمہ ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں قرآن حکیم کی زیارت و تکریم پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔ "کلام مجید کو دیکھنا اور پڑھنا عبادت ہے۔ شرح اولیاء" میں رقم ہے کہ جو کوئی قرآن حکیم کو دیکھے یا پڑھے

Marfat.com

اس کو خُدا تعالیٰ دو طرح کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ ایک زیارت کا دوسرا تلاوت کا۔ اور ہر حرف کے عوض دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور دس بُرائیوں سے پاک کیا جاتا ہے۔" حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ دُعاگو نے عرض کیا "سفر اور لڑائی میں کلام مجید پاس رکھنا چاہیئے یا نہیں؟" حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے مجلس میں میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔" پہلے اِسلام اس قدر ترقی پذیر نہیں تھا۔ اس لئے حضورؐ نے قرآن مجید ساتھ رکھنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ مبادا کفار کے قبضہ میں پہنچ جائے اور وہ بے حُرمتی کریں۔ مگر یہ زمانہ اسلام کی قدرت کا ہے اس لئے کوئی خطرہ نہیں۔ کلام اللہ پاس رکھنا چاہیئے کہ اس سے برکت ہوتی ہے اور فتح و کامرانی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ "سلطان محمود غزنوی کو خواب میں دیکھا، پُوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟" کہنے لگے۔" ایک رات مَیں ایک دوست کے ہاں مہمان تھا۔ طاق میں کلام مجید رکھا تھا۔ دل میں خیال گزرا کہ کلام مجید کی موجودگی میں سونا بے ادبی ہے اس لئے قصد کیا کہ قرآن مجید اس مکان سے باہر بھیج دوں، مگر دِل نے فوراً کہا، کہ قرآن مجید کو اپنے آرام کے لئے علیحدہ کرنا بھی تو بے ادبی ہے لہٰذا مَیں نے اپنے آرام کے لئے دوسری جگہ تجویز کی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آئی اور قرآن مجید کا ادب کرنے کے صلے میں مجھے بخش دیا گیا ہے۔"

Marfat.com

جامع الحکایات کا واقعہ بہ زبانِ غریب نوازؒ کچھ یوں ہے کہ پہلے زمانے میں ایک فاسق و فاجر نوجوان سے تمام مسلمان بیزار تھے۔ ہر چند اس کو سمجھایا جاتا تھا۔ مگر وہ کسی کی نصیحت ماننے والا کب تھا؟ الغرض جب وہ مر گیا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر تاج ہے، کمر میں زرنگار پیٹی بندھی ہوئی ہے اور فاخرانہ لباس زیبِ تن کئے وہ رونق افروز ہے۔ فرشتوں کو حکم ہُوا کہ اس کو بہشت میں پہنچا دیا جائے۔ بزرگ نے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے اپنی زندگی فسق و فجور میں گزاری تھی۔ تجھے یہ دولت کیسے نصیب ہو رہی ہے۔ وہ نوجوان بولا "مجھ سے دُنیا میں صرف ایک نیک کام ہُوا ہے کہ مَیں قرآن مجید کو دیکھ کر ہمیشہ تعظیم سے کھڑا ہو جاتا تھا۔ صرف کلام پاک کی اس حرمت کے باعث اللہ جل شانہٗ نے میرے تمام گناہ بخش دیئے ہیں اور مجھے یہ منصب عطا فرمایا ہے۔

خواجہ خواجگان حضرت غریب نوازؒ نے رشد و ہدایت کے دوران جو بات کی، قرآن و حدیث کے پس منظر میں کی آپؒ خود عارف کامل تھے، فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک مرتبہ کسی بزرگ سے یہ سُنا کہ عارف وُہ ہے جو دونوں جہاں ترک کر کے مجرّد ہو جائے اور مقام فردانیت پر پہنچے، کیونکہ جو اس مقام پر ہوتا ہے، وُہ دونوں جہان سے بیگانہ ہوتا ہے۔ ایک صحبت میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ

Marfat.com

نے عارف کی نشانیاں بتائیں۔ آپؒ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے عارف ایسے ہوتے ہیں کہ وُہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں مانگتے۔ وُہ دُنیا کے دشمن اور خُدا کے دوست ہوتے ہیں۔ دُنیا سے متنفر ہوتے ہیں اور انھیں غُل وغش اور حسدات کی خبر تک نہیں ہوتی۔ ہر وُہ عارف، جس میں تقویٰ ہو مگر گداگری کا پیشہ اختیار کرے وُہ لقمۂ حرام کھاتا ہے۔ عارف کا ایثار عاشقی بے نیازی ہے اور محب کا ایثار آرزو۔ عارف کا توکّل خُدا کے سوا کسی اَور پر نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی اور کی طرف التفات کرتا ہے۔ اس کا توکل حق کے ساتھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وُہ عَالمِ سکر میں متحیّر ہوتا ہے۔

عارف آفتاب صفت ہوتا ہے جس سے ایک عَالم منوّر ہوتا ہے۔ وُہ جملکی عالم سے خبردار نہ ہو، اور لاکھوں معنی بیان نہ کرے اور ہر رقت بحرِ معنی میں شناوری نہ کرے، عارف نہیں ہو سکتا۔ عارف پر تو عالمِ غیب سے صد ہزار تجلّیات نازل ہوتی ہیں۔ تبسّم ریزی اس کی علامتوں میں سے ہے۔ وُہ جب مسکراتا ہے تو عَالمِ ملکوت میں مقربان اس کے روبرو ہوتے ہیں۔ جو کچھ اُن سے ظاہر ہوتا ہے وہ اسے دیکھ کر مسکراتا ہے۔ عارف دُنیا کا تمنائی نہیں ہوتا۔ اس پر ایک ایسی حالت بھی طاری ہوتی ہے کہ اس وقت اسے ہزار ایسے مُلک پیش کئے جائیں جن میں ہمہ نو عجائبات ہوں تو وُہ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ دُنیا کے فاصلے اس کے

Marfat.com

سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔ وُہ حالتِ وجد میں عرش سے حجابِ عظمت اور وہاں سے حجابِ کبریا تک پہنچ جاتا ہے۔ جب عارف خاموش ہو، تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وُہ اللہ سے باتیں کر رہا ہے، جب آنکھیں موند لے تو اس لئے نہیں کھولتا کہ اسرائیل صور نہ پھونک دے۔

حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی غریب نواز نے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے 'شرح عارفاں' کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا "جو بندہ رات کو طہارت سے سوتا ہے، فرشتوں کو ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ جب تک وہ بیدار نہ ہو، اس کے قریب رہو۔ فرشتے اس کی رُوح زیرِ عرش لے جاتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کو خلعتِ نُور پہنائی جائے اور جو بندہ بے طہارت سوتا ہے اس کی رُوح کو آسمانِ اوّل سے گرا دِیا جاتا ہے۔

دُنیا و مافیہا ترک کرنے والے اہلِ سلوک میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ اہلِ سلوک میں محبّت ایک ایسا علم ہے کہ لاکھوں علمأ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں مگر ذرّہ بھر ان کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور زہد میں ایسی اطاعت ہے جس کی زاہدوں کو بھی خبر نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ وہ ایک بھید ہے جو دونوں جہاں سے باہر ہے اور اسے اہلِ محبّت اور اہلِ عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" پھر اہلِ محبت کی تعریف میں فرمایا۔ "اہلِ محبّت کی فریاد بوجہ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جب تک دوست نہ مل جائے، کیونکہ عاشق اس وقت تک واویلا کرتا ہے، جب تک دولتِ مشاہدہ اسے حاصل نہیں ہو پاتی۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے، گفت گو نہیں رہتی۔ بایں ہمہ اہلِ محبّت کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ شب کی نماز پڑھ لی تو کہیں اس سے فراغت نہیں۔ ہم ملک الموت کے گرد پھرتے ہیں، جب درماندہ ہو جاتے ہیں، اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ اہلِ محبّت اگرچہ محبّت میں مجبور رہوتے ہیں، تاہم کام ایسے لوگوں کا اختیار کرتے ہیں جو سوتے اور جاگتے ہیں مطلوب کے طالب ہوتے ہیں، وہ صرف حق تعالیٰ کی بات سُنتے ہیں اور جب مرتے ہیں تو فوراً بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس درسِ ہدایت میں خواجہ غریب نوازؒ محبّت کے چار معنی بتاتے ہیں۔ اوّل، ذکرِ خُدا میں دِل و جان سے خوش رہنا۔ دوم، ذکرِ خُدا کو بزرگ تر جاننا۔ سوم، اس کے ساتھ مشغلہ رہے، دوسروں کے ساتھ قطع تعلّق کرے۔ چہارم، اپنے آپ پر روئے اور اس پر جس کو اس سے غیرت ہے۔ علاوہ ازیں محبّت میں صادق و افضل وُہ ہے جو ماں باپ، فرزندان و برادران سے خُدا اور رسُول کے لئے قطع تعلّق کرے اور سب سے بیزار ہو۔

سفرِ حرم

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی مجلس میں شہاب الدین سہروردیؒ، خواجہ اجلؒ شیرازی اور شیخ سیف الدینؒ باخرزی موجود تھے۔ گفتگو کا موضوع تھا "محبت میں صادق کون ہے؟"

خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا۔ "محبت میں صادق وہ ہے جس پر دوست بلا نازل کرے اور وہ اس کو برغبت قبول کرے۔"

شہاب الدینؒ سہروردی نے فرمایا "جس پر شوق و اشتیاق اس قدر غالب ہو کہ اگر سو ہزار تلواریں بھی اس کے سر پر پڑیں، تب بھی اس کو خبر نہ ہو۔"

خواجہ اجل شیرازیؒ نے فرمایا "صادق وہ ہے جس کو ذرّہ ذرّہ کر کے آگ میں جلائیں، تب بھی وہ دم نہ مارے۔"

شیخ سیف الدینؒ باخرزی نے فرمایا "محبت میں صادق وہ ہے جس پر ہمیشہ ضربیں لگائی جائیں مگر وہ مشاہدۂ دوست کو فراموش نہ کرے اور ضربوں سے متاثر نہ ہو۔"

یہ سُن کر خواجہ غریب نوازؒ نے 'آثار اولیاء' کا حوالہ دیا کہ ایک دن رابعہ بصریؒ، مالک دینارؒ اور خواجہ شفیق بلخی بصرہ میں ایک جگہ بیٹھے تھے موضوعِ سخن یہی تھا۔ خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مولا کی محبّت میں صادق وہ ہے جو منجانب دوست، درد اور مصیبت آنے پر صبر کرے۔"

رابعہ بصری نے فرمایا۔ "اے خواجہ اس سے بُوئے خودی آتی ہے۔"

Marfat.com

مالک دینارؒ نے کہا "جو ہر بلا و جفا منجانب دوست وارد ہونے پر رضا طلبی میں رہے اور اس پر راضی رہے۔"

رابعہ بصریؒ نے فرمایا "اس سے زیادہ ہونا چاہیئے۔

خواجہ شفیق بلخیؒ نے فرمایا "صادق وہ ہے جو ذرّہ ذرّہ ہو جائے مگر دم نہ مارے۔"

رابعہ بصریؒ نے فرمایا "حزن و ملال وارد ہونے پر بھی جو مشاہدہ دوست کو فراموش نہ کرے وہ صادق ہے۔"

حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنی صحبتوں میں جہاں زیارت مشائخ و اولیائے کرام کی برکات سے دِلوں کو گرماتے رہے، وہیں والدین کی عزّت و تکریم کے تقاضوں کو بھی پسِ پشت نہ ڈالنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے ایک مجلس میں جس میں حضرت شیخ جلالؒ اور حضرت محمّد واحد چشتیؒ بھی موجود تھے فرمایا کہ اہلِ سلوک کے نزدیک صُبح سویرے اُٹھ کر والدین کی زیارت کرنا اور انھیں ادب کے ساتھ سلام کرنا عبادت ہے اور جو والدین اس موقع پر اپنی اولاد کو محبّت و برکت کی نظر سے دیکھتے ہیں، وہ زیادہ ثواب کماتے ہیں۔ آپؒ نے ایک حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک گناہگار کو مرنے کے بعد حجاج کے بہشت میں دیکھ کر تعجّب ہُوا۔ اس شخص نے جواباً کہا کہ مَیں نے دُنیا میں کوئی نیک کام نہیں کیا، البتّہ میری ایک عُمر رسیدہ ماں تھی۔ مَیں جب گھر سے باہر جانے لگتا تو جُھک کر

Marfat.com

اُس کے قدموں کو بوسہ دیتا۔ میری ماں یہ دُعا کرتی کہ خُدا تعالیٰ تجھ کو بخش دے اَور حج کا ثواب عنایت فرمائے۔ اللہ جل شانہٗ نے میری ماں کی دُعا قبول فرمائی۔ مجھ کو بخش دیا اور حاجیوں کے بہشت میں بھیجا گیا ہوں۔"

حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کا ایک واقعہ بھی خواجہ غریب نوازؒ نے مجلس میں بیان فرمایا کہ آپؒ سات سال کے تھے کہ مسجد میں قرآن پڑھنے جایا کرتے تھے۔ استاد مکرّم نے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا پڑھا تو آپؒ نے اس کی تشریح پُوچھی، جس میں آپؒ کو بتایا گیا کہ اولاد کو اپنے ماں باپ کی خوب خوب خدمت کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "جس طرح مَیں تمھارا پروردگار ہوں، اسی طرح اُنھوں نے تجھ کو پالا ہے۔" حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں "جوں ہی مَیں نے یہ سُنا، بے تابی سے دَوڑا ہُوا آیا اور اپنا سر ماں کے قدموں پر رکھ دیا۔" پھر فرماتے ہیں کہ "شدید سردی تھی آدھی رات کے وقت میری ماں نے پانی مانگا۔ مَیں نے کوزہ میں پانی بھرا اور ہاتھ پر رکھ کر لے آیا، مگر والدہ سو گئی تھیں۔ جب آخرِ شب بیدار ہوئیں، مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا، انھوں نے ہاتھ بڑھا کر پانی لینا چاہا تو بوجہ سردی کوزہ میرے ہاتھ سے چپک گیا تھا۔ کوزہ اُٹھانے کے ساتھ ہی میرے ہاتھ کی کھال اُکھڑ گئی۔ والدہ نے بڑی بے چینی کے ساتھ میرا ہاتھ اپنی بغل میں دبا لیا۔ میرا مُنہ چوما اور دُعا کی کہ اے خُدا تُو اس کو بخش دے۔

Marfat.com

اس پر اپنا فضل فرما اور اسے اپنی قربت عطا کر۔ والدہ کی یہ دُعا جو انھوں نے بڑی بے چینی کے عالم میں کی تھی، اللہ تعالیٰ کے ہاں مستجاب ہُوئی اور مجھے بے بہا نعمتوں سے نوازا گیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں اپنے معتقدین سے فرمایا کہ خواجہ فتح موصلیؒ جو اہلِ طریقت میں سے تھے، آٹھ سال تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے رخساروں کا گوشت بھی گرنے لگا۔ وصال کے بعد انھیں خواب میں دیکھا گیا۔ پوچھا "آپ کے ساتھ خُدا نے کیا معاملہ کیا؟" کہنے لگے "مجھے زیرِ عرش جگہ دی گئی ہے۔ مَیں نے لرزاں و ترساں سجدۂ شُکر ادا کیا۔" خطاب ہُوا کہ "فتح اتنا کیوں روتے تھے؟ کیا تمھیں ہمارے غفور الرحیم ہونے پر شبہ تھا؟" مَیں نے سجدہ ریز ہو کر عرض کی "خداوندا تجھے غفار جانتا ہوں مگر ضغطِ قبر، ہیبت قیامت اور درشتی ملک الموت کی وجہ سے روتا تھا۔" بعد ازاں ارشاد ہُوا کہ "ہم نے تیرے ڈر کی وجہ سے تجھے ایمن کیا اور بخش دیا۔"

حضرت خواجہ غریب نوازؒ گناہگاروں کو عذابِ قبر یاد دلاتے ہیں۔ فرمایا "قہقہہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ گورستان میں ہنسنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ وہ عبرت کی جگہ ہے نہ کہ لہو و لعب کی۔ حضورؐ نے خبر دی کہ

Marfat.com

جب کوئی گورستان سے گزرتا ہے مُردے کہتے ہیں کہ اے غافل اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے کیا درپیش ہے تو تیرے جسم کا گوشت پوست گر جاتا۔"
پھر آپؒ نے ایک حکایت یوں بیان کی" ایک دن خواجہ حسن بصریؒ کا قبرستان سے گزر ہُوا۔ آپؒ نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو وہاں کھانے اور شراب نوشی میں مصروف دیکھا۔ خواجہ موصوف ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم منافق ہو یا مسلمان؟ یہ بات ان کو شاق گزری اور انھوں نے آپؒ کو ایذا پہنچانا چاہی۔ آپؒ نے ان سے فرمایا کہ مَیں نے اس وجہ سے پوچھا ہے کہ حضور سرورِ کائناتؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قبرستان میں کباب و شراب سے دل بہلاتا ہے وہ منافق ہے کیونکہ یہ مقامِ ہیبت و عبرت ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تم سے بہتر لوگ اس خاک کے نیچے سو رہے ہیں اور مور و مار کے زندان میں محبوس ہیں۔ ان کا گوشت پوست گل گیا۔ ان کا جمال خاک میں مل گیا ہے۔ تمھارے عزیز تمھیں بھی ان کی طرح سپردِ خاک کر دیں گے۔ تمھارا کیسا دل ہے کہ تم اس جگہ کھاتے پیتے اور لہو و لعب میں مشغول ہوتے ہو۔"
یہ سُن کر نوجوانوں نے توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے "ریاحین" کے حوالے سے مزید بتایا کہ ایک مرتبہ حضور سرورِ دو عالمؐ کا گُزر ایسے لوگوں کے قریب سے ہُوا جو قہقہے لگا رہے تھے اور لہو و لعب میں مدہوش تھے۔ آپؐ کھڑے ہو گئے،

Marfat.com

سلام کیا اور استفسار کیا کہ "اے عزیز کیا تم مرنے سے ایمن ہو گئے ہو؟" سب نے کہا "یا رسُول اللہ نہیں"۔ حضورؐ نے فرمایا "تم نے اپنے اعمال سے نجات حاصل کر لی؟" جواب ملا "یا رسُول اللہ نہیں"۔ "کیا تم پُل صراط سے گزر گئے؟" حضورؐ کو اِس کا بھی منفی جواب ملا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "تم پھر غافلوں کی طرح لہو و لعب میں کیوں مصروف ہو؟"

حضور سرورِ دو عالمؐ کی نصیحت کا اُن پر خاطر خواہ اثر ہُوا۔ اِس کے بعد اُن میں سے کسی کو بھی ہنستے نہ دیکھا گیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ قبرستان میں برائے ہوائے نفس کھانا پینا بڑا گناہ ہے کیونکہ وُہ جگہ عبرت کی ہے نہ کہ ہوائے نفسانی کی۔ امام یحییٰ ابوالخیرؒ زندوسی نے تو اپنے روضہ مبارک پر حضور کا ارشاد لکھوا رکھا ہے کہ "جو شخص قبرستان میں طعام و شراب کھاتا پیتا ہے وُہ ملعون و منافق ہے"۔

اللہ کے نیک بندے تارک الدُّنیا ہونا پسند کرتے ہیں۔ وہ خلقتِ خُدا سے اس لئے کنارہ کشی کر لیتے ہیں کہ مبادا وُہ گمراہ لوگوں کی موزوں اصلاح نہ کر سکیں اور خُدا سے جواب دِہ ہوں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اِس قِسم کا ایک واقعہ مجلس میں بیان کیا۔ آپؒ نے بتایا کہ "سیاحت کے دَوران مَیں نے دریا کے کنارے ایک صومعہ دیکھا جس میں ایک بزرگ عزلت گزین

تھے۔ مَیں نے اس صومعہ میں داخل ہو کر سلام کیا۔ جس کے جواب میں بزرگ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مَیں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں گوشہ نشین ہیں؟ وُہ بزرگ بولے کہ تمھاری مسافرت کی طرح مَیں بھی سیاحت کرتا ہُوا ایک شہر میں پہنچا جہاں مَیں نے ایک شخص کو دیکھا وُہ لوگوں کو بہت ستا رہا تھا۔ مَیں نے اُسے کچھ نہ کہا اور آگے کو چل دیا۔ میری اس چشم پوشی پر غیب سے آواز آئی "اے درویش اگر تو حکمِ خُدا سے اس دُنیا دار کو ظلم سے باز رہنے کی تلقین کر دیتا تو تیرا کیا جاتا۔ بزرگ نے مزید کہا کہ مجھے اس غیبی آواز پر غایت درجہ شرمندگی ہوئی۔ اس وقت سے لے کر اب تک مَیں نے صومعہ سے باہر قدم نہیں رکھا۔ کئی برس بیت گئے ہیں مشوّش ہُوں کہ قیامت کے دن اگر اس تغافل شعاری کی باز پُرس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ پس تارک الدُنیا ہوں۔" خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ اس ملاقات میں مغرب کا وقت ہو گیا۔ مَیں نے دیکھا۔ ایک کاسۂ آشام، دو جَو کی روٹیاں اور پانی کا ایک کُوزہ ہَوا سے نمودار ہُوا جس سے مَیں نے اُس بزرگ کے ساتھ اکٹھے افطار کیا۔ بعد میں اُنھوں نے مجھے مصلّے کے نیچے سے دو سیب نکال کر دیئے اور کہا کہ یہ جنّت کا میوہ ہے۔"

اس واقعہ کو دُہرانے کا مقصد بقول خواجہ غریب نوازؒ یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے دُنیاوی آسائشوں سے دُور رہتے ہیں۔ اُنھیں طعام کی فکر

Marfat.com

ہوتی ہے نہ قیام کا اندیشہ۔ اُن کا اوڑھنا، بچھونا خوشنودیٔ رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ دُنیاداروں کی سچّائی اور جھوٹ سے قطعاً سروکار نہیں رکھتے

سچّائی، ایمان کی نشانی ہے اور جھُوٹ سراسر بے ایمانی اور ایک ایسا عیب، جو کبھی نہیں چھُپ سکتا۔ اُسے ایک نہ ایک دن ظاہر ہونا ہی ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ جو شخص جھُوٹی قسمیں کھاتا ہے، وُہ اپنے گھر کو برباد کرتا ہے۔ اس کے گھر سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے"۔ ایک حکایت کے مطابق حضرت خواجہ محمدؐ اسلم طوسیؒ نے حالت سکر میں سچّی قسم کھالی۔ مگر جب وُہ عالمِ صحو میں آئے تو دریافت کیا کہ اُنھوں نے آج کوئی قسم کھائی ہے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو بولے "آج میرا نفس سچّی قسم کھانے کی وجہ سے خیرہ ہوگیا۔ کل اور قسم کھائے گا اور یہ عادت بن جائے گی"۔ بعد ازاں اُنھوں نے سچّی قسم کے کفّارہ میں چالیس سال تک کسی سے بات تک نہ کی۔ خواجہ غریب نوازؒ جب اُن سے ملے تو وُہ مُہر بہ لب تھے۔ اس حکایت کی روشنی میں انکشاف ہُوا کہ توحید رسالت کے شیدائی قسم کھانے کو کتنا بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ رہا جھُوٹی قسم کا مسئلہ تو بغداد کی جامع مسجد میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ملاقات حضرت مولانا عمادُ الدّینؒ بخاری سے ہُوئی جنھوں نے آپؒ کو دوزخ میں جھُوٹ کی سزا پانے والوں کے گروہ کے متعلّق بتایا۔ یہ بات خواجہ

Marfat.com

غریب نوازؒ نے اپنی مجلس کے حاضرین کو من وعن سنائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدائے عزوجل نے دوزخ کی صفت میں بیان فرمایا۔" اے موسیٰؑ میں نے دوزخ میں ساتواں درجہ رکھا ہے۔ اس کا نام ہاویہ ہے جس میں سخت عذاب ہے۔ وُہ بہت ہی پُرہول و پُرتاریک ہے۔ اس میں سانپ، بچھو اور گندھک کے پہاڑ ہیں جنھیں روزانہ جلایا جاتا ہے۔ پس اے مُوسیٰؑ اگر اس کبریت کا ایک قطرہ دُنیا میں آجائے تو تمام دُنیا کا پانی خشک ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین کے ساتوں طبق اس کی گرمی سے پھٹ جائیں۔ اے مُوسیٰؑ اتنا سخت عذاب ہم نے دو گروہوں کے لئے رکھا ہے۔ ایک وُہ گروہ جو تارکِ نماز ہے اور دوسرے وُہ لوگ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا۔" اگر خُدانخواستہ اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک سُن کر یا کلام مجید پڑھ کر دل موم نہ ہو اور اعتقادِ ایمان زندہ نہ ہو سکے بلکہ طبیعت لہو و لعب میں مشغول رہے تو اہلِ سلوک کے یہاں یہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ ایسے لوگ منافق ہیں"۔ پھر آپؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔" ایک دن حضورؐ ایک ایسی قوم کے قریب سے گزرے جو ذکرِ خُدا کر رہی تھی مگر لہو و لعب اس کے شعائر میں سے تھا۔ حضورؐ کھڑے

Marfat.com

ہو گئے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ منافقوں کا طائفہ سویم ہے کہ کلام ربانی سُن کر ان کا دِل نرم نہیں ہوتا۔"

حضرت خواجہ غریب نواز نے ایک مجلس میں تلقین فرمائی کہ اگر کوئی شخص کسی عمل کو پڑھنے لگے تو اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو کبھی ترک نہ کرے۔ ہر ورد اور وظیفہ اور معمول کو وقت مقررہ پر پورا کرنا چاہئے لیکن اگر کسی وجہ سے وقت مقررہ پر وُہ معمول پُورا نہ کر سکے تو پھر اسے جب وقت ملے پُورا کر لینا چاہئے۔ ایک بار ایک بزرگ گھوڑے سے گر پڑے اور پاؤں میں سخت چوٹ آئی۔ خیال آیا کہ یہ تکلیف کسی گُناہ کی وجہ سے پہنچی ہے تو یاد آ گیا کہ نمازِ فجر کے بعد روزانہ سورہ یٰسین پڑھنے کا معمول تھا، وُہ معمول اُس دن پُورا نہ ہو سکا تھا۔

Marfat.com

سولہ ہزار سے زائد
کرامات

Marfat.com

خُدا کے فضل سے قائم ہے یہ عجیب نظام
کرامتوں سے سرفراز اولیاءؑ ہیں تمام

Marfat.com

سلوک و معرفت کی بہاریں جب غنچہ دہن ہوں تو کشف و کرامات کے پھول کھل اُٹھتے ہیں۔ بھینی بھینی ہواؤں کے لطیف جھونکے جنّت الفردوس کی رفعتوں کا پتہ دیتے ہیں اور سرتاجِ اولیاء حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی چشمِ کرم سے انسان زندگی کی بے پایاں حقیقتوں سے آشنا ہو کر عنایات کی لطافتوں سے بہرہ وَر ہو جاتا ہے۔ بادشاہ تو لاؤ لشکر کے ساتھ مسلّح ہو کر کسی مُلک کو فتح کر کے وہاں کی رعایا پر حکومت کرتے ہیں، لیکن باطن کی نظر رکھنے والے، اپنے اَخلاق، تعلیم و تلقین، تصرفاتِ عالیہ اَور فیوضِ روحانی کی پیہم بارشوں سے بنجر دلوں کو شاداب کرتے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں مطابقت کا عمل، لوگوں کو ان کا تابعِ فرمان بنا دیتا ہے۔ وُہ شمشیرِ براّں کی بجائے پیکرِ عرفان بن کر دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں ؎

سفیرِ حرم

Marfat.com

جہاں میں اہلِ ایماں صُورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر نکلے، اُدھر ڈُوبے، اِدھر ڈُوبے، اُدھر نکلے

سُلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی حیاتِ مقدّسہ بھی مثلِ خورشید ہے۔ آپؒ نے اُس وقت اپنی کرامات کی کرنیں بکھیریں جب کفرستانِ ہند کے لوگ سحر و اساطیر کی روایات میں کھوئے ہوئے تھے۔ آتش پرستی کے اس ماحول کو چیلنج کرنا گویا خود کو آزمائش سے دوچار کرنا تھا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے کفر و شرک کی بھڑکتی ہوئی آگ کو آتشِ نمرود جانا اور سُنّتِ ابراہیمؑ پر عمل کرتے ہوئے گلزارِ خلیلؑ کی قرآنی حقیقت کو اپنے کراماتی رنگ میں ایک بار پھر زندہ کر دکھایا۔

خواجۂ خواجگان حضرت غریب نوازؒ کی کفش سے آگ کے سرد ہونے کا واقعہ تو متعدّد تواریخ میں مرقوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک رات آپؒ کسی جنگل سے گزر رہے تھے، جس میں سات آدمی آگ روشن کرکے اس کی پُوجا کر رہے تھے۔ ان پجاریوں کے مجاہدہ کی لوگوں پر اس قدر دھاک بیٹھی ہُوئی تھی کہ وُہ آتش پرست چھ چھ ماہ تک کھانا پینا ترک کر دیتے تھے، جو کوئی ان کے ہاں حاضری دیتا وُہ آتش پرست پرسش کے بغیر اس کا حال بیان کر دیتے۔ اس جنگل کے نواح میں رہنے والے تمام لوگ ان کے گرویدہ ہو چکے تھے اور آتش پرست کہلاتے تھے ـــــ خواجہ غریب نوازؒ نے آتش پرستوں سے پوچھا کہ تم خدا کو چھوڑ کر اس آگ کی پُوجا کیوں کرتے ہو؟ اس پر پجاریوں

Marfat.com

نے جواب دیا۔" اس لئے کہ قیامت کے دن یہ آگ ہمیں نہ جلا دے۔" آپؒ نے فرمایا" اے آتش پرستو! تمھارا یہ خیال بالکل غلط ہے کیوں کہ یہ آگ بھی خالقِ کائنات ہی کی پیدا کردہ ہے۔ دیگر تمام چیزوں کی طرح یہ آگ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی تابع فرمان ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے تو تمھیں یہ آگ تو کیا؟ کوئی آگ بھی نہ جلا سکے گی۔

خواجہ غریب نوازؒ کے اس ارشاد پر سب لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپؒ کی اس بات پر کس طرح یقین کر لیں۔" آپؒ نے کہا۔" یہ آگ میرے جسم کو تو کیا، کفشِ معین الدین کو بھی کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا سکتی۔" یہ کہہ کر آپؒ نے اپنی نعلین کو الاؤ میں پھینک دیا۔ اس عمل کے ساتھ ہی آگ بجھ گئی اور آپ کی جوتی ویسی کی ویسی رہی۔ یہ منظر آتش پرستوں نے دیکھا تو فوراً سب کے سب کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے اور آپ کے تصرفاتِ رُوحانی نے سات پجاریوں کو ولی کامل بنا دیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی کرامات اس قدر ہیں کہ انھیں ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ صاحبِ ایمان کہتے ہیں کہ ولی کی نگاہِ اُلفت ہی کرامت کی نظر ہوتی ہے کہ جس سے تاریک دِلوں میں روشنی نکھر آتی ہے۔ اولیاء کرام کی پہچان کرامات ہی ہیں ؎

کرامتوں سے سرفراز اولیاء ہیں تمام
خُدا کے فضل سے قائم ہے یہ عجیب نظام

Marfat.com

خواجہ معین الدینؒ سنجری غریب نواز جیسے سرتاجِ اولیاءؒ کی کرامات کا تذکرہ مختلف کتب میں ملتا ہے۔ بقول حضرت خواجہ قطب الدین اولیسیؒ آپؒ سے چار ہزار چھ سو ساٹھ کرامات منسوب ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت غریب نوازؒ کی تشریف آوریِ ہند سے قبل سولہ ہزار سے زائد کرامتیں آپؒ سے ظاہر ہو چکی تھیں۔ اثنائے سفر آپؒ کی کرامات کی تعداد قیامِ اجمیر کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ جیسے سلطان الاولیاءؒ کی جس طرف بھی نگاہ اُٹھی دِلوں کو مسخر کرتی چلی گئی۔ رضائے الٰہی کی خاطر، عشقِ مصطفیٰ میں سرشار ہو کر آپؒ نے مجاہدات کی بدولت غیر مسلموں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا، جسے چاہا ولی بنا دیا، جسے چاہا بادشاہ بنا دیا اور یہ سب کچھ آپؒ کی کرامات کا اثر تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت غریب نوازؒ کے سامنے سے ایک لڑکا گزر رہا تھا۔ آپؒ نے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ لڑکے نے عرض کیا۔ "میرا نام شہاب الدین ہے۔" آپؒ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ "تُو دہلی کا بادشاہ ہو گا۔" چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کے حکم کے بموجب، حضرت معین الدین چشتیؒ جب تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان تشریف لائے تو آپؒ کی آمد پر غیر مسلم آگ بگولا ہو گئے۔ چنانچہ رائے پتھورا کے لشکر کا ایک سپاہی خنجر آبدار چھپا

Marfat.com

آپؒ کو شہید کرنے کے لئے آیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس کے بشرہ کو دیکھا جس سے اس کا فریب عقیدت مندی میں بدل گیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا "جو شخص کسی فقیر کے پاس آتا ہے اس کی ایک وجہ تو بیعت کرنا ہوتی ہے اور دوسری وجہ اذیّت پہنچانا۔ اب تم جس ارادہ سے آئے ہو اس کو پورا کرو۔" آپؒ کی اس شیریں بیانی پر وُہ شخص خوف زدہ ہو کر کانپنے لگا۔ پھر خنجر نکال کر آپ کے سامنے پھینک دیا اور قدموں پہ گر پڑا، معافی کا خواستگار ہُوا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی تمنائے بیدار کے مطابق اپنے حلقہ مریدین میں شامل کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وُہ شخص آپ کے تصرّفاتِ رُوحانی سے درویش کامل بن گیا۔ اُس نے پچپن بار فریضہ حج ادا کیا۔ یہاں تک کہ مکّہ مکرّمہ میں ہی اس کا انتقال ہُوا اور اُسے وُہیں دفن کیا گیا۔

وَلی کی ایک کرامت یہ بھی ہوتی ہے کہ وُہ سینکڑوں اور ہزاروں میل دُور رہ کر بھی دِلوں اور نظروں کے قریب رہتا ہے۔ مقابل سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہم قدم بھی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ ہندوستان تشریف لانے کے بعد انتقال پُر ملال تک اجمیر ہی میں رہے اور کبھی مکّہ مکرّمہ نہ گئے۔ مگر اس دَور کے اکثر حجّاج کا بیان ہے کہ اُنھوں نے کئی بار حضرت خواجہ

Marfat.com

غریب نوازؒ کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کے فیض عام کی طرح ان کا لنگر خانہ بھی ہمیشہ جاری رہتا تھا اور اس میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام شہر میں جتنے غُربا و مساکین ہوتے تھے سب ہی کو آسودگی کے ساتھ اس میں سے کھلایا جاتا تھا۔ خادموں کو جب لنگر کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی تو حضرت غریب نوازؒ سے عرض کرتے اور آپ اپنے مُصلّے کا کونہ اُٹھا کر فرماتے کہ جس قدر رقم کی ضرورت ہے لے لو۔ چنانچہ خُدام لے لیا کرتے تھے۔ اسی طرح برسوں یہ لنگر جاری رہا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے ایک دوست شیخ علی خادمؒ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر جس سے شیخ علی خادمؒ نے قرض لیا ہُوا تھا بُرا بھلا کہا۔ آپؒ نے اس کو سمجھایا اور کہا کہ شیخ علی خادم تمہارا قرض ادا کر دے گا۔ اس وقت تم چلے جاؤ۔ مگر جب اس شخص نے جانے سے انکار کر دیا تو آپؒ نے اپنے مُصلّے کا کونہ اُٹھایا اور اسے کہا کہ اپنے قرض کی رقم گن لو۔ اس شخص نے چاہا کہ اپنے قرضے سے کچھ زیادہ رقم اُٹھا لے، بس نیّت کے اس فتور نے اس کا ہاتھ سُن کر دیا۔ وُہ آہ و زاری کرنے لگا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے معافی کا خواستگار ہُوا۔ آپؒ نے اُس کے حق میں دُعا کی اور اس کا مفلوج ہاتھ دوبارہ ٹھیک ہوگیا۔

Marfat.com

بزرگوں کی نظرِ کرم ہو تو رہزن بھی رہبر بن جاتے ہیں۔ ایک دن حضرت خواجہ غریب نوازؒ کسی ایسے جنگل سے گزر رہے تھے۔ جہاں بہت سے ڈاکو رہتے تھے۔ جو مسافر بدقسمتی سے ادھر آنکلتا ان کی دسترس سے بچ نہ سکتا تھا۔ دورانِ سفر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا سامنا ان ڈاکوؤں سے ہُوا تو اُنھوں نے آپؒ کو لُوٹنا چاہا۔ آپؒ نے ان پر نگاہِ غضب ڈالی، جس سے وُہ ڈاکو لرزہ براندام ہو گئے اور آپؒ سے معافی چاہنے لگے۔ آپؒ کے عفو و درگزر سے ان رہزنوں کے دل نُورِ الٰہی سے منوّر ہو گئے۔ انھوں نے آپؒ کے دستِ شفقت کو چوم کر اسلام قبول کر لیا اور باقی ساری عمر لوگوں کے رہبر بن کر گزاری۔

ظُلم پھر ظُلم ہے۔ بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو دشمنوں نے مختلف طریقوں سے اذیّتیں پہنچانے کی سازشیں کیں لیکن آپ یہ سب ظُلم برداشت کرتے رہے ؎

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

بالآخر ظُلم خود ہی مٹ گیا۔ مظلوم کی جیت ہُوئی۔
خواجہ غریب نوازؒ کی بندہ پروری کا روشن پہلو یہ تھا کہ وُہ مخلوقِ خُدا

Marfat.com

پر ظلم ہوتا نہ دیکھ سکتے ہیں۔ ایک روز آپؒ کے مرید نے والئ شہر کے جور وستم کی شکایت کی کہ اس سنگدل حاکم نے خلقِ خُدا کو بے حد پریشان کر رکھا ہے۔ آپؒ نے استفسار فرمایا کہ "اس وقت وُہ ظالم کہاں ہے؟" مرید نے عرض کیا کہ "ابھی ابھی سوار ہو کر میدان کی طرف گیا ہے۔" آپؒ نے ارشاد فرمایا۔ "جاؤ وُہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اور خلقِ خُدا کو اس سے نجات مل گئی۔" لوگ تحقیقِ حال کے لئے میدان کی جانب دَوڑے تو دیکھا کہ والئ شہر کی نعش کو جانور نوچ رہے ہیں۔

دہلی کا بادشاہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ ایک روز وُہ حضرتؒ کے ہاتھوں میں ہاتھ لئے عزت و تکریم کے ساتھ شاہی باغ کی سَیر کر رہا تھا کہ ہندوؤں کی باقاعدہ سازش سے ایک بدکار عورت بادشاہ کے سامنے فریادی ہوئی۔ اس نے الزام عائد کیا کہ قطب صاحب سے مجھ کو حملِ حرام ہے۔ بادشاہ اپنے مُرشد کے بارے میں یہ سُن کر سکتے میں آگیا۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ندامت کے مارے پانی پانی ہو گئے۔ اجمیر کی طرف رُخ کر کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے فریادی ہوئے۔ التجا ختم ہوئی تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ وہاں موجود تھے۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو غمگین و آبدیدہ دیکھ کر آپ نے بادشاہ وقت سے کہا کہ فیصلہ ابھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپؒ اس عورت کے شکمِ محمول سے ہمکلام ہوئے۔ بچّے نے کہا۔ "یہ سراسر

Marfat.com

جھوٹ ہے۔ حضرت قطب الدینؒ نیک نفس انسان ہیں اور یہ افترا پردازی دین کے حاسدوں نے کی ہے کہ اس سے آپؒ کا وقار متزلزل ہو جائے۔" اس جواب پر بادشاہِ وقت نے بڑھ کر خواجہ غریب نوازؒ کے ہاتھ چوم لئے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو گلے سے لگالیا۔

حضرت خواجہ خواجگانؒ جب بغداد شریف میں قیام پذیر تھے، تو وہاں یہ خبر زبانِ زدِ خاص و عام تھی کہ جو شخص آپؒ کی خدمت فیض درجات میں تین دن تک صدقِ نیّت اور خلوصِ قلب سے قیام کرے تو ولی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی دوران ایک شخص جو بدکار و فاسق تھا آپؒ کی خدمت سراپا ہدایت میں آیا۔ حضرتؒ نے اس سے اس کے گناہوں کی توبہ کرائی۔ وہ شخص تین روز تک آپؒ کے ہاں قیام پذیر رہا۔ نماز پنجگانہ بھی آپؒ کے ہمراہ ادا کرتا، حتّٰی کہ اس کا دل فسق و فجور کے زنگ سے صاف ہو گیا اور وہ چند ہی روز میں صاحبِ کشف و کرامت ہُوا۔

دورانِ سفر حضرت خواجہ غریب نوازؒ سبزوار پہنچے تو آپؒ کو بتایا گیا کہ یہاں کا حاکم نہایت تُند خُو، بدمزاج، ظالم اور فاسق و فاجر ہے۔ سبزوار شہر کا جو شخص صحابہ کرامؓ یا مشائخ عظامؒ کا نام بھی لیتا اُسے طرح

Marfat.com

طرح کی اذیتیں پہنچائی جاتیں۔ اس حاکم کا نام تو یادگار محمدؐ تھا لیکن وہ حقیقتاً دینِ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو اُس کے منافقانہ طرزِ عمل کا جب پتہ چلا تو سیدھے اُس کے دِل کش و پُر فضا باغ میں تشریف لے گئے۔ باغ کے حوض سے وضو فرمایا اور پھر تلاوتِ قرآنِ حکیم میں مشغول ہو گئے۔ یادگار محمدؐ کی سواری جب باغ میں داخل ہوئی تو حضرت غریب نوازؒ کے ہمسفر درویش مضطرب ہُوئے۔ پیشتر اس کے کہ یادگار محمدؐ کے چہرے پر رعونت کی لکیریں اُبھرتیں، حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اس کی طرف دیکھا۔ آپؒ کی ایک ہی نظر سے اس بدباطن پر لرزہ طاری ہو گیا اور پھر غش کھا کر گر گیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ایک خادم سے کہا کہ حوض سے تھوڑا سا پانی لاؤ اور بسم اللہ کہہ کر اُس کے چہرے پر چھڑک دو۔ خادم نے ایسا ہی کیا اور یادگار محمدؐ ہوش میں آتے ہی حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے اُس کا سر قدموں سے اُٹھایا۔ اپنا دستِ شفقت اُس کے سر پر پھیرا اور مناقب اہلِ بیتِ رسالت کی تشریحات اس دلنشین اندازِ تخاطب سے دُہرائیں کہ وہ بار بار رویا، ان اشکوں سے اس کا سینہ نورِ ایمان کی حقیقی جلوت سے دُھل گیا۔ اس نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ہاتھ پہ بیعت کی اور جبر و تعدّی سے حاصل کی ہوئی ساری دولت آپؒ کے حکم پر فقرأ و مساکین میں تقسیم کر دی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اسے سبزوار سے

Marfat.com

بلخ تک کی ولایت بخشی اور اس نے اپنی باقی ساری عمر ذکرِ الٰہی، شانِ رسالتؐ و صحابہ کرامؓ کی تبلیغ میں گزاری۔

سبزوار سے حضرت خواجۂ خواجگان غریب نوازؒ بلخ کے عظیم شہر میں پہنچے جہاں حکیم ضیأالدین کا بڑا شہرہ تھا۔ حکیم ضیأالدین اپنے عہد کا عظیم فلسفی تھا۔ بلخ میں اس نے اپنا ایک مدرسہ اور ایک پُرشکوہ اور عالیشان باغ بنوا رکھا تھا جہاں وُہ فلسفہ کا درس دیا کرتا تھا۔ تصوّف کے بارے میں اس کا نظریہ فاسق تھا۔ بقول صاحب تاریخ فرشتہ "حکیم ضیأالدین کے نزدیک تصوّف وُہ ہذیان ہے جو بخارا والے بہ حالتِ سرسام بکا کرتے ہیں یا دیوانوں کی بڑ ہے۔" حضرت غریب نوازؒ کا معمول سیاحت تھا کہ تیر کمان اور چقماق وغیرہ ساتھ رکھتے۔ اگر افطاری کے وقت تناول طعام کا بندوبست نہ ہو سکتا تو افطار کے لئے شکار فرماتے۔ ایک روز اتفاقاً آپؒ حکیم ضیأالدین فلسفی کے باغ میں تشریف لے آئے اور ایک کلنگ شکار کر کے خادم کو حکم دیا کہ اس کے کباب تیار کئے جائیں۔ خود حضرت ایک شجر تلے زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ حکیم فلسفی کسی کام کی غرض سے اس طرف آنکلا۔ حضرتؒ کو صلوٰۃ میں دیکھ کر قریب ہی بیٹھ گیا۔ سرکار غریب نوازؒ نماز سے فارغ ہُوئے تو آپ نے اس سے تصوّف کا موضوع

Marfat.com

چھیڑ دیا۔ اس اثنا میں حضرت کے خادم نے کباب تیار کرکے حاضرِ خدمت کیے۔ آپؒ نے اس میں سے چند کباب علیحدہ کئے اور بسم اللہ پڑھ کر حکیم صاحب کے سامنے رکھ دیئے۔ حکیم ضیاؒ الدین نے اس میں سے ایک لقمہ تناول کیا تو بحث کا سارا رنگ بھول گیا۔ کباب کھاتے ہی اپنے فلسفہ سے توبہ کرلی۔ خواجہ غریب نوازؒ کی اس ایک ہی ادا سے اس کے دل میں انوار و تجلّیات کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ وُہ عالمِ وارفتگی میں حضرت غریب نوازؒ سے لپٹ گیا اور آپؒ سے حلقۂ خُدام میں شامل کرنے کی درخواست کی جسے آپؒ نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے حکیم ضیاؒ الدین کو خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا اور وہیں رہنے کا حکم دیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ آناساگر کی ایک نوحی پہاڑی کے قریب اقامت پذیر تھے۔ آپؒ کا ایک خادم پانی لینے کی غرض سے لکڑی کا کشکول لے کر آناساگر کے کنارے پہنچا تو پجاریوں نے اسے پانی لینے سے روک دیا۔ یہاں ایک بہت بڑا بُت خانہ بھی تھا جس کے پجاریوں نے دوسرے لوگوں پر پانی پینے کی پابندی عائد کر رکھی تھی۔ خادم نے واپس آکر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا، تو آپؒ خود آناساگر پر پانی بھرنے کے لئے پہنچے اور رام دیو مہنت کو جو کنارے پر بیٹھا تھا،

Marfat.com

مخاطب کر کے فرمایا " تم انسان کے بنائے ہوئے مٹّی کے ان بتوں کو کیوں پُوجتے ہو ؟" رام دیو مہنت بولا " ہم ان مورتیوں کو اپنا معبود مانتے ہیں اس لئے ان کی پوجا کرتے ہیں ۔" خواجہ غریب نوازؒ گویا ہوئے " تم ان بُتوں کو خُدا سمجھتے ہو تو پھر ان سے کہو کہ تمھاری باتیں سُنیں اور جواب دیں ۔" رام دیو نے کہا " یہ کیسے ہو سکتا ہے ، بھلا مٹّی اور پتّھر کی مُورتیاں بھی بول سکتی ہیں ؟" حضرت خواجہ غریب نوازؒ مسکرائے اور فرمایا " ہمارا دین برحق ہے ، ہمارا خُدا سچّا ہے ۔ دیکھو ہم خُدا کے حُکم سے ان بتوں کو لبِ گویائی بخشیں گے ۔" یہ کہہ کر حضرتؒ نے قد آور بُت کی طرف دیکھا اور فرمایا " اگر ہمارا دین برحق اور ہمارا خالقِ کونین سچّا ہے تو پھر اس معبودِ حقیقی کے حُکم سے بول اور ہماری جانب چل کر آ " ــــ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی زُبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ وُہ بُت فوراً حرکت میں آگیا اور چند قدم چل کر حضرتؒ کے قریب پہنچا اور عرض کیا " آپؒ کا خُدا سچّا اور آپؒ کا دین برحق ـ ہم خالقِ کونین کے حُکم سے چل کر آپؒ کے پاس آئے ہیں اور بول رہے ہیں ۔ ان کافروں کا مذہب بالکل جھُوٹا ہے ۔"

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی یہ کرامت دیکھ کر رام دیو مہنت نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا اور حضرتؒ کے دستِ مبارک کو چُوم کر مشرف بہ اسلام ہو گیا ۔

Marfat.com

سفیر حرم

Marfat.com

جہاد بالقلم

سفیر حرم

Marfat.com

شاہ است حسینؓ پادشاہ است حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بِنائے لا اِلٰہ است حسینؓ

(خواجہ غریب نوازؒ)

Marfat.com

جہاد فی الاسلام میں شمشیر و سناں کی جرأت و شجاعت کے ساتھ ساتھ جان، مال اور اولاد کی بھی قربانی دینا پڑتی ہے۔ بوریا نشینوں کا دُور دراز شہروں سے چل کر تبلیغِ اسلام کے لئے بے آب و گیاہ علاقوں میں آنا اور غیر مسلموں کو درسِ حق دینا بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ بے شک ایسے قلندر تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں جو اپنا مال و منال، گھر بار اور وطن سب کچھ تج کر دِل میں صرف کالی کملی والے کی لگن سمائے جادہ پیما ہوتے ہیں۔ ان کے اذہان کی کیاریوں میں رُوحانیت کے گلاب کھل رہے ہوتے ہیں۔ ہزارہا مشکلات ان کی راہوں میں حائل ہوں لیکن معرفت کی نیلم پریاں اُنھیں منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہیں اس لئے کہ وُہ منہاجِ صداقت پر فائز ہوتے ہیں۔ دینِ حنیف کے دُشمن ان کے سامنے مصائب

Marfat.com

کی فلک بوس دیواریں کھڑی کر دیں تو بھی ان کا اپنا وجود بنیانِ مرصوص بن کر ان سے ٹکرا جاتا ہے اور وہ حق و محبّت کے نشہ میں سرشار، تلواروں کے سائے میں جنّت کے مناظر کا سامان کرتے ہیں۔ انا الحق منصورؒ کی طرح سرِ دار کلمۂ حق کہتے ہیں۔ دُنیا کے یزید تکبّر و نخوت اور ہوسِ اقتدار کی بدمستی میں اگر اُن کا پانی تک بند کر دیں، تب بھی وُہ ظُلم کے آگے سر نہیں جُھکاتے اور ان کی اس حق پرستی پر تاریخِ انسانیت شاعر کی زُبان میں ببانگِ دُہل پُکار اُٹھتی ہے ؎

شاہ است حُسینؓ پادشاہ است حُسینؓ
دین است حُسینؓ دیں پناہ است حُسینؓ
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقّا کہ بنائے لَا اِلٰہ است حُسینؓ

دِلوں میں وارفتگی اور ذہنوں میں انقلاب پیدا کرنے والا ہی کوئی ایسے اشعار کہہ سکتا ہے اور یہ رُباعی خواجہ بزرگؒ سے منسوب کی جاتی ہے۔ اَللّٰہُ اَعلم بِالصّواب۔

خواجہ غریب نوازؒ بڑے خُدا رسیدہ اِنسان، باکمال درویش، بہترین مُبلّغ و مصلح تھے جن کے دستِ مبارک کو چُوم کر ایک کروڑ سے زائد غیر مُسلم کلمہ گو بن گئے۔ ایسی بے نظیر ہستی کے بارے میں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپؒ

Marfat.com

عظیم مفکّر ہونے کے علاوہ صاحب طرز مصنّف اور خوش گو شاعر بھی تھے
تو شاید ہی کوئی آپؒ کی ان صفات سے منکر ہوگا کیوں کہ خواجۂ خواجگان وَلیٔ
ہند حضرت غریب نوازؒ کی حیات مقدّسہ رموزِ شریعت و طریقت، محبّتِ
الٰہی، کشف و کرامات۔ بصیرت و حقیقت، غرضیکہ ہر قسم کے صوری و معنوی
اخلاق و محاسن کا مرقع تھی اَور اس میں کلام نہیں کہ ایسی بلند پایہ ہستی قادر الکلام
شاعر بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ شاعری جز و بیست پیغمبری ہی تو ہے۔ ارشادِ نبویؐ
ہے انما الشعر کلام الکلام خبیث وطیب۔ یعنی شعر ایک کلام
ہے جو اچھا بھی ہوتا ہے اَور بُرا بھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں الشعر فید
کلام حسین و قبیح فخذا لحسن راترك القبیح یعنی شعر میں
احسن اور قبیح دونوں قسمیں ہوتی ہیں، تم بہتر کو پسند کرو اور بُرے کو چھوڑ
دو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں الشعر میزان القول۔ شعر بات کی ترازو
ہے۔ اِن ارشادات کی روشنی میں شاعری کے فن لطیف ہونے میں شبہ کی
قطعاً گنجائش نہیں۔ شاعری انسان کے دلی جذبات و احساسات کی ترجمان
ہے اور جذبات و احساسات کا داخلی اور خارجی عوامل سے گہرا تعلّق ہے۔
بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ قرآنِ حکیم بھی اللہ تعالیٰ
کے احسن کلام کا ایک خوب صورت اور لافانی مجموعہ ہے اور حضور نبی کریمؐ
کی زبان مبارک سے جو مقدّس الفاظ ادا ہوتے رہے، شاعری کی جنّت

Marfat.com

کے مہکتے پھول تھے کہ جنھیں صحابہ کرامؓ چُنتے رہے۔ سفیرِ حرمؒ کی نسبتِ خاص چونکہ سرکارِ دو عالمؐ سے تھی اس لئے خواجہ غریب نوازؒ میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے شاعرانہ ذوق کا ہونا، اُلفتِ رسُول مقبولؐ کی واضح دلیل سمجھا جاسکتا ہے اور اس پہلو کو ناقدینِ فن کی غواصی کے رحم و کرم پر بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔

یہ روایت عام ہے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ مذاقِ شعر و سخن رکھتے تھے۔ اُن کی زُبانِ فیضِ ترجمان سے جاری ہونے والے اَن گنت اشعار کا ایک خزینۂ بے بہا مرتّب ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ بارھویں صدی ہجری کے وسط میں فارسی شعراً کا جو تذکرہ "آتشکدۂ آذر" کے نام سے لکھا گیا اُس میں مؤلف نے صراحت کے ساتھ سلطان الاولیاء حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا ذِکرِ خیر ایک شاعر کی حیثیت سے کیا ہے۔ یہ تذکرہ اصفہان میں قلمبند کیا گیا۔ "تذکرہ نگار نے ایسے کئی دلپذیر اشعار" خواجہ معین الدین چشتیؒ او از اکابر صوفیہ و از سلسلہ عالیہ چشتیہ سے منسوب کئے ہیں ؎

اے بعد نبیؐ بر سر تو تاج نبیؐ
اے واہ شہان ز تیغ تو باج نبیؐ
اے تو کہ معراج تو بالا تر شد
یک قامت احمدی ز معراج نبیؐ

سفیرِ حرم

Marfat.com

عاشق ہمہ دَم فکر رُخ دوست
معشوق کرشمہ کہ نیکو است کند
ما جُرم و خطا کنیم او لطف و عطا
ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

علاوہ بریں فارسی رباعیات ’خیابانِ عرفان‘ میں مذکورہ کلام کے بعد یہ قطعہ بھی خواجہ بزرگؒ کے نام سے شاملِ مجموعہ کیا گیا ہے ؎

سیل را نعرۂ از آنست کہ نہ بحرِ جُداست
دانکہ با بحر در آمیختہ خاموش آمد
نکتہا دوش ہم گفت و شنید از لب یار
کہ نہ ہرگز بہ زبان رفت نہ در گوش آمد

اِسی طرح زُباں زدِ خاص و عام یہ شعر بھی خواجہ غریب نوازؒ ہی کا بتایا جاتا ہے ؎

گنج بخشِ فیضِ عالَم مظہرِ نُورِ خُدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

رائج الوقت خواجہ غریب نوازؒ کا ”دیوانِ مُعین“ ڈیڑھ سو غزلیات پر مشتمل ہے جسے معرفت و روحانیت کی پھلواری کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ اس دیوان کے ہر شعر کے لفظ لفظ کو پڑھیں تو حرف حرف عشقِ حقیقی کی

Marfat.com

معنوی خوشبو سے مہکتا نظر آئے گا جو رُوح میں حلول ہوتی چلی جاتی ہے۔

ہر غزل کے اشعار کو تسبیح کے موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پرویا گیا ہے کہ صاحب فہم و ادراک اسے خواجہ غریب نوازؒ کا کلام صداقت تصوّر کرکے اپنا ذوقِ ساماں بنالے۔ لیکن علاّمہ خواجہ معنی اجمیری کی تحقیق کے مطابق دیوانِ مُعین حضرت خواجہؒ کے اسم گرامی کے ساتھ خلافِ واقعہ منسوب ہے۔ ان کے بقول یہ ہرات کے رہنے والے ایک بزرگ مُلاّ مُعین کاشفی کی غزلیات کا مجموعہ ہے جو نویں صدی ہجری کے درویش عُلمأ میں ہُوئے ہیں اور انھوں نے اس قول کی ناقابلِ تردید محکم اور اٹل دلیل مُعارج النبوّۃ ایسی مبسوط اور ضخیم کتاب سے دی ہے جو صاحب موصوف کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں انبیأ علیہم السلام کے حالاتِ مبارکہ اور سیرت نبویؐ، صوفیانہ اور عالمانہ انداز میں مرقوم ہیں۔ جا بجا نثر کے ساتھ ہی ساتھ حسب موقع و محل غزلیات، قطعات، مثنویات، رباعیات رقم کی گئی ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ، مولینا رُومؒ، شیخ فریدالدین عراقیؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت مولینا حسن علی سنجریؒ، مولینا جامیؒ جیسے جلیل القدر بزرگوں کا کلام اکثر و بیشتر کے حوالہ جات کے ساتھ اور کہیں کہیں بغیر حوالہ نقل کیا ہے۔ اس طرح چالیس پچاس اپنی غزلیات سپرد قلم کی ہیں اور "قال الفقیر الضعیف، فقیر مؤلف می گوید مؤلف الکتاب غفرلہٗ فقیر معین مسکین می گوید" غرض اسی قبیل کے الفاظ ہر غزل سے پہلے اس لئے

Marfat.com

لکھ دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام مُعین کاشفی کا ہے۔

اِس انکشاف کے حوالے سے جدید محققین، تحقیق کو آگے بڑھاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ 'دیوان معین' میں بجنسہ و بعینہٖ یہی غزلیات چھاپ کر انھیں خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ سے منسوب کر دیا گیا ہے اور یہ کلام بھی مُلّا مُعین کاشفی کا ہے۔ مُلّا مُعین کاشفی کے درویش، عالم اور شاعر ہونے میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن 'معارج النبوّۃ' کے بمبئی میں طبع ہونے والے فقط ایک جدید مطبوعہ کی روشنی میں خواجہ بزرگؒ کو باکمال شاعر ہی تسلیم نہ کیا جائے تو زیادتی ہوگی۔ اوّلاً حضرت معنی اجمیری اعتراف کرتے ہیں کہ مُلّا مُعین کاشفی کے دیوان کو ان کی رحلت کے بعد ترتیب دیا گیا، پھر مُلّا مُعین کاشفی، حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے کافی عرصہ بعد نویں صدی میں ہوئے ہیں۔ کیا ایسا بھی ممکن نہیں کہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے دیوان کی طرح حضرت خواجہ بزرگؒ کا مجموعۂ کلام بھی چوری کر لیا گیا ہو، یا گُم ہو گیا ہو؟ اور بعد میں یاروں نے اسے مُلّا معین کاشفی سے منسوب کر دیا ہو۔ مزید براں اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ 'معارج النبوّۃ' کا اصل قلمی نسخہ ہی شائع ہُوا ہے۔ اگر مُلّا معین کاشفی ہی کا یہ 'دیوانِ مُعین' ہے تو "شاہ است حسینؓ" اور "گنج بخشِ فیضِ عالم" ایسی مشہور رباعیات اور اشعار کو اس میں کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ ان اعتراضات کی روشنی میں 'دیوانِ مُعین' کی تحقیق کو معتبر اور مصدّقہ نہیں مانا جا سکتا، کیونکہ

Marfat.com

"دیوان مُعین" کے اشعار سے شاعر کی عمیق روحانی بصیرت کا پتہ چلتا ہے جس پر دسترس صرف اہل اللہ اور اہلِ محبّت کو ہو سکتی ہے اور یہ خواجہ مُعین الدین چشتیؒ ہی تھے جو روحانیت کے اعلیٰ و ارفع منصب پر فائز المرام تھے۔ اُن کے گنجینۂ معرفت کے بکھرے ہُوئے چند اور موتی ملاحظہ ہوں ؎

زپیش بر افگن نقاب دعویٰ را
بہ بیں بدیدہ صورت جمال معنی را

○

چو من زبادۂ عشق تو مست بے خبرم
ہمہ جمال تو بینم بہر چہ درنگرم

○

ہستی طلبا است زنور وجود داد
کونین شبسی است زدریائے جو داد

○

حسنش چوں آید جلوہ گر طاقت ندارد چشم
از دیدہ دل کن نظر تا بنگری دیدار او

○

Marfat.com

اوصاف علی بہ گفتگو ممکن نیست
گنجائش بحر در سبو ممکن نیست
من ذات را بواجبی کے دانم
الا دانم کہ مثل او ممکن است

○

کار کہ حسین اختیارے کردی
در گلشن مصطفےؐ بہارے کردی
از ہیچ پیمبراں نیاید ایں کار
واللہ اے حسین کارے کردی

○

'انیس الارواح' حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی برگزیدہ تصنیف قرار دی جاتی ہے۔ اٹھائیس مجالس مبارکہ کے ملفوظات طیّبات کے اس مجموعہ کا نام خود غریب نوازؒ نے 'انیس الارواح' رکھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی کی زبان فیض ترجمان سے مجلس میں جو دینی باتیں سنتے تھے انھیں احاطۂ تحریر میں لے آتے تھے۔ ان ہی باتوں کا مجموعہ 'انیس الارواح' ہے جس کے مطالعہ سے روحانی سرور ملتا ہے اور پڑھنے والا تصوّف و طریقت کے لاینحل مسائل نہایت سادہ اور

Marfat.com

پُر اثر بیان میں سمجھ لیتا ہے۔

'اُنیس الارواح' میں خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے مرشد کامل کی دینی امور اور شرعی و اخلاقی مسائل کی توضیحات کو مرتب کرکے عام لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی ہے۔ کتاب فارسی زبان میں ہے تاہم اس کے کئی اردو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کی اٹھائیس مجالس میں ترتیب وار جو مسائل سمجھائے گئے ہیں، ان میں ایمان، مناجات، گناہوں کی کثرت کے سبب شہروں کی بربادی، عورتوں کی فرمانبرداری اور غلاموں کی آزادی، صدقہ، شراب کی مذمّت، مومنوں کو ایذا پہنچانے کی مذمّت، کسی کو گالی دینا اور بُرا بھلا کہنے کی مذمّت، کسبِ حلال کی خوبیاں، مصیبت اور ابتلا میں صبر، جانوروں کو ناحق مارنا، سلام کرنے میں سبقت کی فضیلت، کفارۂ نماز، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے فضائل، جنّت اور اہلِ جنّت کا بیان، مسجد کی فضیلت، مال و دولت جمع کرنے کے نقصانات، چھینک اور اس کا جواب دینے کا ذکر، اذان، مؤمنین کا تذکرہ، کسی کی حاجت رَوی کا اجر و ثواب، زمانہ آخرت'، موت کو زیادہ یاد کرنے کی خوبیاں، مسجد میں چراغ جلانے کا فائدہ، درویشوں کی صحبت، ازار دیا جامہ وغیرہ کا پائچہ دراز کرنے کی بُرائی، عُلمأ کے بارے میں، توبہ اور اس کے فضائل' شامل ہیں۔

Marfat.com

'انیس الارواح' کے چیدہ چیدہ ملفوظات میں بتایا گیا ہے کہ کسی کی حاجت پوری کرنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اگر کوئی شخص اوراد و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو اس پر لازم ہے کہ اوراد و وظائف چھوڑ کر حاجت مند کی بات سنے اور اس کی استطاعت کے مطابق مدد کرے۔ چیدہ چیدہ ملفوظات ملاحظہ ہوں:

- حلال اور جائز ذرائع سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔
- جو شخص فاقہ، موت اور درویش کو دوست رکھتا ہے، فرشتے اس کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور اس کے لئے بہشت میں جگہ مقرر کر دی جاتی ہے۔
- جو کسی پیاسے کو پانی پلاتا ہے، ربِ غفور الرحیم اس کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔
- قرآنِ کریم کی کثرتِ تلاوت گناہوں کا کفارہ ہے۔
- افضل ترین پرہیزگاری موت کو یاد کرنا ہے۔
- مصیبت اور ابتلا میں چلاّنا، نوحہ کرنا اور کپڑے پھاڑنا ستّر مسلمانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔
- صدقہ دینا ہزار رکعت نماز پڑھنے سے افضل ہے۔
- کسی مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن کی عصمت دری کرنے کے برابر ہے۔

سفرِ حرم

Marfat.com

○ تین قسم کے لوگوں پر جنّت کے دروازے بند ہیں۔ پہلے جھوٹ بولنے والے، دوسرے کنجوس اور تیسرے خائن تاجر۔

'دیوانِ معین' کی طرح 'انیس الارواح' کو بھی بعض ناقدین خواجہ غریب نوازؒ کی تصنیف نہیں مانتے۔ اس بارے میں حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلویؒ نے اپنی مستند کتاب 'خیر المجالس' میں بلیغ اشارات فرمائے ہیں۔ آپؒ کا کہنا ہے کہ 'انیس الارواح' کی گیارھویں مجلس میں گائے اور گوسفند ذبح کرنے کو خون کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ نظریہ خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے خواجہ غریب نوازؒ نے اسے ملفوظ کیا ہو گا۔ ایسے ہی ایک تذکرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگؒ اپنے پیر و مرشد کے ہمرکاب بدخشاں پہنچے تو یہاں حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک پیش کار سے ملاقات ہوئی جن کی عمر اس وقت سو سال تھی۔ یہ روایت بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ حضرت جنید بغدادیؒ ۳۰۲ ہجری میں انتقال فرما گئے تھے اور خواجہ بزرگؒ ۵۵۲ھ کے بعد حضرت عثمان ہارونیؒ کی معیت میں سیاحت کو نکلے۔ لہٰذا حضرت جنید بغدادی کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے کسی بزرگ کا چھٹی صدی کے ربع آخر تک زندہ رہنا قرینِ قیاس نہیں۔ اس جیسی دو تین تاویلوں کی بنا پر 'انیس الارواح' کو خواجہ بزرگؒ کی تصنیف نہ ماننا ایک اعتبار سے تحقیق کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے مترادف ہے۔ ایسی غلطیاں صریر خامہ کی سہو کا نتیجہ ہو سکتی ہیں یا

Marfat.com

انھیں مخالفینِ اسلام کی بد دیانتی پر محمول کیا جا سکتا ہے کیوں کہ ابتدا میں بزرگانِ دین کے زیادہ تر تذکرے ہندو ناشروں نے ہی شائع کئے۔ ان کا ایک مقصد پیسہ کمانا اور دوسرے مسلمانوں کے عقائد کو ابہام کے رنگ میں پیش کرنا بھی تھا۔ ستم بالائے ستم ایسی کتب مسلمانوں ہی سے لکھوائی یا ترتیب دِلوائی جاتی رہیں۔

بہر حال 'انیس الارواح'، تاریخ کی دو تین غلطیوں کو چھوڑ کر کئی فکر انگیز موضوعات کی حامل ایک برگزیدہ تالیف ہے۔

گنج الاسرار حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ایک اور تصنیف بتائی جاتی ہے۔ اس کتاب کو بعض تذکرہ کتب میں 'گنج اسرار' بھی لکھا گیا ہے۔ اسے حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے مرشد محترم خواجہ عثمان ہارونیؒ کے حکم خاص کے تحت سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و اصلاح کے لئے تصنیف کیا فارسی زبان میں لکھی گئی، یہ کتاب قلمی ہے اور مورخین کے خیال کے مطابق یہ کتاب ۶۱۱ھ سے ۶۱۵ھ کے درمیانی عرصہ میں مکمل ہوئی۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ دہلی میں قیام پذیر تھے۔

'گنج اسرار' کو حقیقت میں **تعلیماتِ تصوّف** کا خزینہ بیش قیمت کہنا چاہیئے جس میں معرفت کے پچیس ابواب قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور بزرگان کرام کے احوال اور اقوال و اشعار بیان کئے گئے ہیں۔ پچیس

Marfat.com

معرفتوں میں ابتدائی تین معرفتیں علمِ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت، طہارت و نظامت اور ظاہر و باطن سے متعلق ہیں جب کہ معرفت چہارم و پنجم میں جذبۂ اصلاحِ باطن کی پہچان، راہِ حقیقت میں استقامت، حق سبحانہٗ اللہ تعالیٰ اور رسالتؐ پناہ کی تعلیمات لکھی گئی ہیں۔

معرفت ششم بیانِ قرآن پر مشتمل ہے جس میں اللہ کی عظیم کتاب کے محاسن اور بزرگی پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد تربیات حضرت رسالتؐ و فہم پیوستن اطاعت کے موضوع کو چھیڑا گیا ہے۔ معرفت ہشتم میں اقسام کفر و توبہ بتائی گئی ہیں اور معرفت نہم میں عرفانِ مذہبِ حقیقی کی قدروں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ معرفت دہم سے لے کر پانزدہم تک دریافتن جمعہ، عام توحید، دانستن معرفت تلقین مرشد کامل، ذکر فی القلب اور مرشد کی ضرورت کے بنیادی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ قلبی اعمال، عبادات جلی و خفی اور فیض، صاحبِ دل کو بھی معرفت کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں اور ان اُمور پر آپؒ نے تین ابواب میں اقوال و ارشادات و قرآنی تعلیمات کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارُونی کی دِلّی میں تشریف آوری اور اسلام کے نُور پھیلانے کو اُنیسویں معرفت میں لکھا گیا ہے۔ آخری پانچ معرفتیں، مقامِ عالمِ تحیّر و محویت، پیوستن مستیٔ سماع، دربارِ رسالتؐ، خواجگانِ چشتؒ کے پندرہ مقامات، چودہ عُلوم اور فنا و بقا کی حقیقتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اس کتاب کو اگر جدید

Marfat.com

طرزِ طباعت سے شائع کیا جائے تو نہایت ہی مفید اور دین سے شغف رکھنے والے طالبعلموں کے لئے علمی بصیرت کا باعث ہو سکتی ہے۔

اِسی طرح 'کشف الاسرار' کو بھی خواجہ غریب نوازؒ کا قلمی شاہکار بیان کیا جاتا ہے۔ فارسی زبان کی اس کتاب کے دو نام ہیں۔ 'کشف الاسرار' اور دوسرا 'معراج الانوار'۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یہ تصنیف بھی تصوّف کے بحرِ بیکراں کو اپنے اوراق میں سموئے ہوئے ہے، جس میں چہار دہم، حبس دم اور ذکرِ خفی پر بحث کی گئی ہے۔ چہار دہم کہاں سے آتے ہیں؟ ذکرِ خفی کی تعلیم، خداوند تعالیٰ نے اپنے نور سے نورِ محمدیؐ کیسے پیدا کیا؟ اوّل منزل ناسوت، دوم ملکوت، سوم جبروت اور چوتھی منزل لاہوت ہے۔ کتاب میں مذکور ہے کہ مقامِ محمود، انوارِ جلال، نورِ محمدؐ و نورِ احمدؐ ایک ہیں۔ محمود، محمّدؐ، احمد، واحد، ایک ہیں۔ خداوند قدوس نے عناصر اربعہ سے چار وجود پیدا کئے اور چار نفس پیدا کئے۔ 'کشف الاسرار' میں ایسی کئی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔

رسالہ تصوّف (منظوم) —— اس میں حضرت خواجہ معین الدین غریب نوازؒ کے افکارِ عالیہ نظم ہیں۔ یہ کتاب بھی فارسی میں ہے اور آپ کے طرزِ شاعری کے اوصاف کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ علاوہ ازیں رسالہ 'آفاق و انفس' میں حضرت

Marfat.com

خواجہ غریب نوازؒ نے تصوف کے بعض نکات پر بحث کی ہے۔ یہ بھی فارسی میں ہے اور ایسی سب کتابوں کے قلمی نسخے بقدرِ ہمت و کوشش دستیاب ہو سکتے ہیں۔ البتہ 'حدیث المعارف' اور 'رسالہ وجودیہ' آپؒ کی دو تصانیف نایاب ہیں۔ ان کے صرف حوالے قدیم سوانح نگاروں نے دیئے ہیں۔ محققین ان کے بارے میں اگر تحقیقات کریں تو تاریخ تصوف اور خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی کے متعلق اور بہت سی حقیقتوں کا پتہ چل سکتا ہے۔

Marfat.com

وظائف و لطائف

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بتائے
ہُوئے اَوراد و وظائف کے فیض، اثر
اور مقبولیت میں کسی قِسم کے شک و شبہ
کی گنجائش نہیں ملتی۔ یہ فیض تا قیامت
جاری رہے گا اور لوگ آپ کے وظائف و
لطائف سے فیض یاب ہوتے رہیں گے
اس لئے کہ یہ وظائف کشود کار کی کلید ہیں۔

Marfat.com

روشنی کے ساتھ تاریکی اور پھول کے ہم رکاب کانٹوں کا تصوّر ازل سے چلا آرہا ہے۔ اس کے پسِ پردہ قدرت کی نہ جانے کتنی کرشمہ سازیاں ہیں کہ بنی نوعِ انسان کی زندگی بھی فطرت لالہ فام کے ان نظاروں میں اپنے رُوپ دکھانے کی عادی بن چکی ہے۔ آج کی دُنیا میں مسرّت و آلام اور دُکھ اور سُکھ کارگہِ حیات میں پہلو بہ پہلو سفر کرتے ہیں —— اور جس طرح کانٹے پھولوں کی حفاظت کرتے ہیں —— اور سائے روشنی کی حقیقت کو اُجاگر کرتے ہیں، اسی طرح اگر حیات میں صرف خوشیاں رقص کناں رہیں یا دُکھ ہی دُکھ مسلّط رہیں تو خالقِ کائنات کی یاد شاید دلوں پر اس قدر مرتسم نہ رہ سکے۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت کا خاصا ہے کہ وہ عالمِ اضطراب میں اپنے ربّ کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور اس اضطراب کو دُکھ اور سُکھ اور غم و خوشی کے درمیان حدِ فاصل سمجھتا ہے۔ ہر مسلمان کا چونکہ ایمان ہے کہ دینِ حنیف

Marfat.com

ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے ایسی کیفیات میں اُسے احکاماتِ ربّانی یاد آتے ہیں اور اَن پڑھ سے اَن پڑھ آدمی کو بھی حضور سرورِ کائناتؐ کی ذاتِ بابرکات سے رہنمائی حاصل کرنے کی فکر دامن گیر ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کے ارشادات و ملفوظات انھیں صراطِ مستقیم کی جانب لے جاتے ہیں۔

خواجۂ خواجگان حضرت معین الدینؒ چشتی غریب نواز نے اپنے عہد کے بزرگوں بعد کے اولیأ اور آنے والی نسلوں کے لئے حیات کے قابلِ تقلید اجزائے ترکیبی چھوڑے ہیں، جنھیں حرزِ جاں بنا کر انسان اللہ سے لو لگا سکتا ہے۔ حضور سرورِ دو عالمؐ کا قُرب حاصل کر سکتا ہے اور اولیأ و مشائخ کی محبّت کا دَم بھرنے والوں میں شمار ہونے لگتا ہے۔ اس شرف کے بعد جب وہ خدا کے نیک بندوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے تو اسے اضطراب سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ اس کی فقط ایک ہی بے نام خواہش ہوتی ہے کہ اسے محبوبِ حقیقی کا وصل نصیب ہو، اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف آلام و مصائب میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور دُکھوں کے مداوا کے لئے شافعِ محشر حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شفاعت کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ ان حالات میں اولیأ کرام کے وظائف و لطائف، ان کے مصائب اور دُکھوں کو میٹھی نیند سُلا دیتے ہیں، کیونکہ یہ وظائف و لطائف بھی تو قرآن و احادیث سے ماخذ ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کے فیض

Marfat.com

اثر اور مقبولیت میں کسی قسم کے شک و شُبہ کی گنجائش نہیں ملتی۔ یہ فیض تاقیامت جاری رہے گا اور لوگ آپؒ کے وظائف و لطائف سے فیضیاب ہوتے رہیں گے، سُرورِ قلب پاتے رہیں گے۔ اس لئے کہ یہ وظائف کشودِ کار کی کلید ہیں۔ ان میں بنی نوعِ انسان کی ہر مصیبت کا حل موجود ہے۔ زیارتِ رسُول کی تڑپ ہو یا بھُوک بیماری، اولاد اور حاجت روی کا کوئی مسئلہ، دستِ سوال دراز کرنے والے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے اوراد میں مشکل کشائی کی روشنی اور مہک محسوس کرتے ہیں۔ ان وظائف و لطائف میں روحانی مادی اور ہر نوع کی بیماریوں کا علاج ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان خشوع و خضوع سے ان کا ورد کرے اور حضورؐ کی شفاعت اور خالقِ کائنات کی عنایت کے تصوّر کو ذہن سے محو نہ ہونے دے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد یَا حَیُّ یا قیّوم پڑھ لیا جائے اور اپنی ہر احتیاج کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے۔ ایک اور مجلس میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص حسبِ ذیل دُعا ہر فرض نماز کے بعد پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت پوری کر دیتا ہے۔ یَا شَفِیْقُ یَا رَفِیْقُ نَجِّنِیْ مِنْ کُلِّ یَقِیْنٍ۔ پھر فرماتے ہیں کہ حسبِ ذیل دُعا خواجگانِ چشت کے معمولات میں سے ہے۔

Marfat.com

اللھم زد نورنا وزد سرورنا وزد معرفتنا وزد طاعتنا
وزد محبتنا وزد شوقنا وزد ذوقنا وزد حولنا
وزد قوتنا وزد قبولنا وزد السنا وزد علمنا
وزد حلمنا برحمتك یا ارحم الراحمین ٥

یہ دُعا صُبح کی نماز کے بعد پڑھی جائے تو اس سے دینی اور دُنیاوی حاجات پُوری ہو جاتی ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ ہر مشکل کے حل کے لئے سورۃ فاتحہ زیادہ پڑھنی چاہیئے۔ مشکل کے وقت سورۃ فاتحہ اس طرح پڑھنی چاہیئے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو الحمد کی لام سے ملائیے اور آمین کے موقع پر ولاالضالین کے بعد تین مرتبہ آمین کہیئے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہٗ جب مدینہ منورہ سے رخصت ہوئے تو فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ذوالجلال والاکرام ہر حاجت کو ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ مزید براں یا اللہ تین ہزار گیارہ دفعہ سوتے وقت پڑھے اور ہر روز حسبی اللہ ونعم الوکیل سو بار پڑھے۔

تائب کو چاہیئے کہ ہر فریضہ کے بعد دس بار درود شریف اور دس بار سورۃ اخلاص پڑھے اور فرض مغرب کے بعد چھ رکعتیں اوّابین تین سلام سے

Marfat.com

پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور دو رکعت حفظ الایمان پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ اخلاص دس دفعہ پڑھے۔ جب سونے لگے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سو بار پڑھے اور اہل شجرہ کی ارواح پر فاتحہ پڑھے اور اکثر اوقات میں ذکر اللہ اور لا الہ الا اللہ میں مشغول رہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیت ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنے سے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون ۵

پھر فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد کلمۂ توحید تین بار پڑھ لینے سے نماز کو درجہ قبولیت حاصل ہو جاتا ہے۔

اولاد کی خواہش کس کے دل میں نہیں ہوتی۔ اہلِ ایمان اولاد کو دولت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اسے نعمت غیر مترقبہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ اولاد کے واسطے حسب ذیل آیت نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھنی چاہئے۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۵

سفرِ حرم

Marfat.com

اللہ تعالیٰ خیر الرازقین ہے۔ وہ محلوں میں رہنے والے بادشاہوں کو بھی نوازتا ہے اور پتھر کے کیڑے مکوڑوں کو بھی رزق دیتا ہے۔ اس کے رازق کُل ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہے کہ وہ بچّے کو ماں کے پیٹ میں غذا بہم پہنچاتا ہے۔ حضرت غریب نواز کا دستور تو یہ تھا کہ روکھی سوکھی کھا کر اللہ تعالیٰ کی رضا پر شاکر رہے اور لوگوں کو بتا گئے کہ نماز کے بعد یہ دُعا بکثرت پڑھنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝

کشائش رزق کے لئے آپؒ نے نماز کے بعد یہ دُعا صُبح شام تین مرتبہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذنوبی ووسع علی رزقی واقدرنی علی کسبہ ومتقی بما رزقتنی وَلَا تَشْغَلْنِیْ فِیْمَا مَرَّ فتنہٗ عنّی یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْن و صلی اللّٰہ علیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

ایک اور مجلس میں فرمایا کہ روزی میں برکت کے لئے حسبِ ذیل دُعا اکثر پڑھنی چاہیئے۔

سبحان الذی سَخَّرَلَنَا اَوْھَا کُنَّا لَہٗ مقرنین ۝

Marfat.com

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مایوس ہو کر دوسروں کے دست نگر بن جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر یہ آزمائش کی گھڑی ہوتی ہے۔ اس بارے میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ جو شخص حسب ذیل دُعا ستّر مرتبہ پڑھے گا مخلوق کا محتاج نہ ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَبِفَضْلِکَ عَنْ مَنْ سِوَاکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن ٥

خُداوند جل شانہٗ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ بلاشبہ یہ یومِ حساب ہوگا۔ میزان کے ایک پلڑے میں نیکیاں ہوں گی اور دوسرے میں گناہ۔ اس روز دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دُنیا کے کاروبار میں ڈنڈی مارتا ہے حضورؐ نے اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے اور تجارت میں ترقی اور کاروبار میں برکت کی خواہش ہر دیانتدار شخص کے دل میں ہونی چاہیئے۔ چنانچہ آپؒ نے فرمایا کہ اس نیک مقصد کے حصول کی خاطر یہ وِرد پڑھنا چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ٥

Marfat.com

پھر فرمایا کہ حضور نبی کریمؐ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے علم حاصل کرو خواہ تمھیں چین تک کیوں نہ جانا پڑے اور علم کی استعداد بڑھانے اور ذہن کی ترنیع کے لئے حسبِ ذیل دُعا کو ہر روز صُبح کی نماز کے بعد پڑھنا مفید قرار دیا۔

مِنها خلقنکم و فیها نعیدکم و منها نخرجکم
تارۃً اُخریٰ ٥

جسمانی عوارض کے علاج میں بسا اوقات ڈاکٹروں کی تشخیص کام نہیں آتی اور مریض جوں جوں دوا کرتا ہے، درد سوا ہوتا ہے، ایسے کربناک لمحوں میں دُعا کارگر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ وَاِذْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ تین بار پڑھ کر مُنہ پر چھینٹے مارنے چاہئیں یا کان میں دم کرنا چاہیئے۔

بینائی کمزور ہو رہی ہو تو اس کا علاج بھی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے نزدیک یہ ہے کہ حسبِ ذیل آیت نماز کے بعد پڑھ کر انگلی پر دم کر کے آنکھ پر لگائی جائے۔ انشاءاللہ العزیز بینائی ٹھیک رہے گی۔

وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لموسعون والارض فرشنا
ها فنعم الماهدون ٥

مزید فرماتے ہیں کہ دانت میں درد ہو تو سات مرتبہ یہ ورد کیا جائے۔
اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ سُوْءَ مَا یَجِدُ وَنَغْشَهُ بِدَعْوَۃِ نَبِیِّكَ

Marfat.com

التمكن المبارك عندك ٥

دوسری ترکیب یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی اُنگلی جس دانت میں درد ہو اس پر رکھے اور یہ پڑھے۔

بسم اللہ و باللہ اسمك بعزتك وجلالك وقدرتك على كل شیئ ان مریم لم تلد غیر عیسیٰ من روحك وبكلماتك ان تكشف ما يلقى فلان بن فلان او تلقى فلانته بنت فلانته من الضرر ٥

تیسری ترکیب یہ ہے کہ جس رخسار کی طرف درد ہو، اس پر یہ لکھا کر منہ میں رکھا جائے۔

وَلَہٗ ما سکن فی اللّیل والنھار وھو السمیع العلیم ٥

آنکھوں کی روشنی قائم رکھنے کے لئے ہر نماز کے بعد لا الہ الا ھو القیوم پڑھ کر دم کرنے کی تلقین فرمائی اور پھر فرمایا کہ عنت الوجوہ للحی القیوم پڑھ کر دونوں انگوٹھوں پر دم کرکے انھیں آنکھوں سے ملا جائے، جو لوگ اکثر بیمار رہتے ہوں، ان کے لئے آپؒ نے فرمایا کہ حٰمٓ عٓسٓقٓ چینی کی طشتری پر لکھ کر مریض کو پلا دیا جائے یا تعویذ لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔

ایک مجلس میں آپ نے فرمایا کہ ہر روز سات بار حسب ذیل آیت پڑھنا اور پڑھ کر داہنا ہاتھ سینہ پر ملنا اور اس کی مداومت کرنا مفید ہے۔

Marfat.com

هُوَالَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قلوب المؤمنین لیزدادو
ایماناً مع ایمانھم وللہ جنود السموات والارض ؕ
وکان اللہ عزیزاً حکیماً ؕ

ایک دوسری مجلس میں آپؒ نے تلقین فرمائی کہ تکلیف یا درد کی کوئی جگہ ہو، حسب ذیل آیت کو ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دم کرنا چاہیے۔

وکلبھم باسط ذراعیہ بالوامیل ؕ

سکونِ قلب کے بغیر انسان کی زندگی بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ کسی کے پاس دولت، اولاد اور زندگی کی ہر نعمت ہو اور اسے سکونِ قلب نہ ہو تو یہ سب نعمتیں اور آسائشیں کس کام کی۔ چنانچہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیت لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں اس طرح لٹکائیں کہ دل پر رہے، ہو سکے تو تاگے میں باندھ دیں تاکہ دل سے نہ ہٹنے پائے۔

ھوالذی ایدک بنصرہٖ وبالمؤمنین ہ والّفَ بَیۡنَ
قلوبھم وَلٰکِنَّ اللہ اَلَّفَ بینھم انہ عزیزالحکیم ؕ

دِل کا سکون سبوتاژ ہو تو نیند بھی نہیں آتی اور اس نیند کے لئے حضرت خواجہ غریب نوازؒ جیسے شب بیدار ولی کامل فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیت کو سوتے وقت پڑھ لو یا لکھ کر گلے میں ڈال لو۔

فَلَمَّا القوا قال مُوسٰی ما جئتم بہ السحرط ان اللہ سَیُبۡطِلُہٗ ط

Marfat.com

ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین ۔ و یحق الحق بکلمتہ
ولو کرہ المجرمون ط

سفر وسیلہ ظفر ہے، لیکن مسافر بعض اوقات ظفر مندی سے قبل ہی خطرات میں گھر جاتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ سفر پہ روانہ ہونے سے پہلے کشتی یا کسی اور سواری میں بیٹھ کر یہ ورد کرنا چاہیئے تاکہ راستے کی آفات سے محفوظ رہا جاسکے۔

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا ھُوَ
اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّستقیمٌ۔

کسی کو اگر سردی کی وجہ سے بخار ہو جاتا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ مذکورہ آیت ہی کو بیری کی لکڑی پر لکھ کر گلے میں ڈال لیا جائے۔

اور اگر کوئی سفر کے دوران خطرات میں گھر گیا ہو تو اس کے لئے فرمایا کہ اِنَّ فی خلق السموات والارض سے آخر سورۃ تک پڑھنا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اگر متذکرہ سورۃ یاد نہ ہو، تو اس آیت کریمہ کو مصیبت کے وقت پڑھا جائے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ جس جگہ زہریلا جانور کاٹے اس

Marfat.com

مقام پر اُنگلی پھیر کر ایک سانس میں سات دفعہ یہ ورد پڑھ کر پھونک ماری جائے یا کان میں دم کیا جائے۔

ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً ط

دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے آپؒ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیت کو انگشتری پر کندہ کرا کے اپنے پاس رکھے، انشاء اللہ دشمن کے ہر وار سے محفوظ رہے گا۔

وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعالمین ط

اگر دشمن روبرو ہو یا اس کے سامنے صلح کے لئے جانا ہو تو حسب ذیل اسمائے گرامی کا پڑھنا مفید ہے۔

یا سبوح یا قدوس یا غفور یا ودود۔

دشمن سے باخبر رہنے کی غرض سے آپؒ نے ہدایت فرمائی کہ چالیس دن تک ۷۰۰ مرتبہ یہ ورد کرنا چاہیے۔ دشمن خود بخود زیر ہو جائے گا۔

والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیمۃ ط

علاوہ ازیں آپؒ نے فرمایا کہ کسی قسم کی مہم درپیش ہو تو کامیابی کی نیت

Marfat.com

سے چار رکعت صلوٰۃ العاشقین پڑھی جائے۔ اوّل رکعت میں سو مرتبہ یااللہ، دوسری رکعت میں یارحمٰن، تیسری رکعت میں یا رحیم اور چوتھی میں یا ودود پڑھا جائے۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی عمل کے وقت حسبِ ذیل سورۃ کو پڑھ لے تو وہ عمل کی رجعت سے محفوظ رہے گا۔

اذا السماء واذنت لربھا وحقت واذا الارض مدت
والعت ما فیھا وتخلت ط

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ استخارہ کی نماز جو شب میں پڑھی جاتی ہے اس کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قُل یٰاَیُّھَا الکٰفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پڑھیں اور سوتے وقت اپنے مقصد کے متعلق تصوّر کرکے اور دعا کرکے سو رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر نیّت کو پورا کرے گا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ ذی الحجہ کے ایّام عشرہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے دوزخ سے نجات ملتی ہے۔

سفرِ دوم

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیت کو پڑھ کر گمُ شدہ چیز کو تلاش کرنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ ورنہ غیب سے کوئی عمدہ چیز ملے گی اور چور کی شکل بھی نظر آجائے گی۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللّٰہ انداداً یحبونھم کحب اللّٰہ والذین امنوا اشد حباً ولو یری الذین ظلموا اذیرون العذاب ان القوۃ للّٰہ جمیعاً وَاَنّ اللّٰہ شدید العذاب۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ گم شدہ چیز کے لئے حسب ذیل دُعا پڑھنی چاہیئے۔

یا جامع الناس لیومٍ لاریب فیہ اجمع علی ضالتی۔

سُلطان الہند غریب نواز فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیت پڑھ کر پھل کو تراشیں تو شیریں نکلے گا۔

فیسکفیکھم اللّٰہ ۵ وھو السمیع العلیم۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ صُبح کو تین بار اس آیت کو پڑھا جائے تو ہر کام میں فتح ہو گی۔

سفرِ حرم

Marfat.com

اللھم باسمك بتدایت وبکرمك اِقتدیت وبکر
مك اقتدیت وبکرماك اقتدیت وبنور قدسك
اھتریت وبفضلك استغیث واستغفرك واتوبُ
الیك۔

حضور نبی کریمؐ کی زیارت ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے۔ درحقیقت اس تڑپ کے بغیر ایمان بھی مکمّل نہیں ہوتا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ خود سرکارِ دو عالم کے دیدار سے مستفید ہوئے تھے اور اولیأ و مشائخ اور فقرأ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ان کا دُنیا میں دل نہیں لگتا اور وہ ہر وقت یہی دُعا مانگتے رہتے ہیں کہ؎

یارب موت کا جب دن قریب ہو
آنکھوں کے عین سامنے دیارِ حبیب ہو

حضرت خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے دیدار کے لئے رات کو روزانہ ایک ہزار مرتبہ اللھم صل علیٰ محمد عبدك و حبیبك رسولك النبی الامی و علی آلہٖ پڑھ کر سونا چاہیئے۔ ایسے وظیفہ پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبؐ کی زیارت ضرور کراتا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضور سرورِ عالمؐ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو شخص سوتے وقت یہ کلمے پڑھے مجھ کو خواب میں دیکھے۔ اللھم رب البیت العوام والشھرام والرکن والمقام اقواء روح محمد منّی السلام۔

Marfat.com

Marfat.com

خلفاء اتباع

Marfat.com

وصال مبارک :

اجمیر معلیٰ ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ

بعمر ۹۷ سال

خلیفہ اعظم : حضرت قطب الدینؒ بختیار کاکیؒ

خادم خاص : حضرت فخرالدینؒ گردیزیؒ

Marfat.com

سفیرِ حرم سرکار غریب نوازؒ نے ٦ رجب المرجب ٦٣٢ھ کو اسی حجرے میں انتقال فرمایا، جہاں ایک سر   تک آپؒ دن رات عبادت میں مستغرق رہے۔ رحلت کے وقت آپؒ کی عمر ٩٧ برس تھی۔ آپؒ کی زندگی کا نمایاں پہلو اور متحرک کردار یہ تھا کہ آپؒ اپنے بعد خلفأ و اتباع کی ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جو آپؒ کے پیغام مینارۂ نور کی سربلندیوں سے روحانی فضاؤں میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہمہ تن مصروفِ جہاد رہی اور یوں آپؒ کا مشن پورا ہوتا رہا۔ خلفأ و اتباع کی اس جماعت نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مشن کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اسی جدوجہد میں اپنی زندگی تمام کر دی۔ ان خلفأ و اتباع کے انتقال کے بعد بھی حق کا سمندر بہتا رہا اور ان کے سلسلہ در سلسلہ ارادت مندوں کے توسل سے علوم و فیوض اور تبلیغ اسلام کا کام جاری رہا اور آج تک جاری و ساری ہے۔

Marfat.com

سرزمین پاک و ہند نے اپنے دامن میں مثلِ چشت جن پانچ جلیل القدر بزرگوں کو جگہ دی ان کے پیشوا درحقیقت خواجہ معین الدینؒ چشتی غریب نواز ہی تھے جن کی بدولت چشتیہ شجر کی شاخیں پھیلتی چلی گئیں۔ آپؒ کی ذاتِ اقدس اس مسلک و مشرب کا وُہ گھنا درخت تھی کہ جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر کئی اولیأ کرامؒ اور بزرگانِ عظامؒ نے نگاہوں کو حرمِ پاک کے جلوؤں سے طراوت بخشی اور دلوں کو گنبدِ خضرا کے نظاروں سے یک گونہ طمانیت و سکون سے ہمکنار کیا۔ آپؒ کے خلفأ و مریدین میں حضرت قطب الدینؒ[1] بختیار کاکی اوشی دہلوی، حضرت خواجہ فخر الدینؒ[2] گردیزی ثم الاجمیری، حضرت شیخ صوفی حمید الدینؒ[3] ناگوری، شیخ نظام الدینؒ[4]، حضرت نیاز اللہؒ[5] خراسانی، حضرت محی الدینؒ[6]، حضرت شیخ احمدؒ[7] کابلیؒ، حضرت سلطان شاہؒ[8]، حضرت قادر سعیدؒ[9]، حضرت احمد قہرؒ[10]، حضرت سبحان علی خانؒ[11] چھتی، حضرت امیرؒ[12] بربانی سدا سہاگ، حضرت ہادی محمد عفتؒ[13]، حضرت نظام خاںؒ[14] ترکؒ، حضرت مرد غاد خاںؒ[15] ترکؒ، حضرت محمد اصغرؒ[16] بہاری، حضرت نعمت اللہؒ[17] صفا، حضرت رماد اکبر شاہؒ[18]، حضرت سرور احمدؒ[19]، حضرت معروف[20] شہابؒ قریشی، حضرت سفیا احمدؒ[21]، حضرت عزیز احمد شاہؒ[22]، حضرت کریم شعیبؒ[23]، حضرت حسن[24] داؤدیؒ، حضرت ابوالفرحؒ[25] قریشی، حضرت شیخ حمید الدینؒ[26]، حضرت شیخ احمدؒ[27]، حضرت شیخ محمد زاہدؒ[28] ترک، حضرت عبداللہؒ[29] بیابانی، حضرت شیخ صدر الدینؒ[30] کرمانی، حضرت خواجہ قدوۃ الدینؒ[31] قاضیؒ، حضرت شیخ محمدؒ[32] ترکؒ نارلولی، حضرت

Marfat.com

شیخ محمد یادگار سبزواری[33]، حضرت امام الدین[34] دمشقی، حضرت احمد شہاب[35] کوفی، حضرت داؤد الدین[36]، حضرت غلام ہادی[37] ترک، حضرت احمد خاں[38] درانی، حضرت قرآن[39] احمد، حضرت اظہر خاں[40] ترک، حضرت فقیر محمد[41]، حضرت احمد خاں[42] غلزئی، حضرت کیوال[43]، حضرت اصغر قندھاری[44]، حضرت سونغی بہادر شاہ[45]، حضرت مراد[46] بیگ مغل، حضرت شہاب[47] خاں ترک، حضرت محمود[48] احمد، حضرت غریب[49] اصغر، حضرت ظہیر الدین[50]، حضرت عبداللہ[51] اصغر، حضرت عبد[52] الغفار، حضرت موشیوخ[53] عراقی، حضرت یعقوب[54]، حضرت کریم احمد[55] شاہ، حضرت خواجہ احمد[56] شاہ، حضرت خواجہ برہان الدین[57]، حضرت شمس الدین[58] فوقانی، حضرت شیخ وجیہہ الدین[59] خراسانی، حضرت سلطان ابومسعود[60] غازی اور شیخ علی[61] سنجری قابل ذکر ہیں۔ یہ خلفاء اطراف واکناف میں پھیل گئے اور اپنا اپنا ایک مرکز بنا کر خاموشی سے خواجہ غریب نوازؒ کے مشن کو پورا کرتے رہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سینکڑوں مریدین، خلفاء و اتباع میں سے بعض شخصیتیں ایسی تھیں جنھیں آپؒ دل وجان سے عزیز رکھتے تھے۔ ان ہی میں خواجہ فخر الدینؒ گردیزی سر فہرست تھے جن کی جدائی آپؒ کو گوارا نہ تھی۔ خواجہ غریب نوازؒ نے اکثر مجالس میں آپؒ کے متعلق فرمایا "فخر الدین پر مجھے فخر ہے، وہ میرا مرید خاص اور با اعتماد دوست ہے"۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ فخر الدینؒ گردیزی آپؒ کے پیر بھائی بھی تھے اور خادمِ خاص بھی۔ انھیں بھی حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ آپؒ نے عمر عزیز کے بہترین سال ان کی صحبت میں گزارے۔

سفرِ حرم

Marfat.com

سفر و حضر میں آپؒ کے ہمسفر رہے۔ علومِ ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔
۵۴۹ھ میں گردیز میں خواجہ احمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ سادات حسینی تھے اور
اور قابلِ ذکر اور ایمان افروز پہلو یہ ہے کہ ان کا سلسلہ بھی حضرت خواجہ غریب نوازؒ
کی طرح تیرھویں پشت سے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے جا ملتا ہے۔ نسب نامہ یوں
ہے۔ خواجہ فخر الدینؒ بن خواجہ احمدؒ بن حضرت شاہ صدر الدینؒ بن شاہ نظام الدینؒ
بن حضرت خواجہ ابوالقاسمؒ بن حضرت خواجہ جمال الدینؒ بن حضرت خواجہ حسینؒ بن
سیّدنا موسیٰ کاظمؓ خلف سیّدنا جعفر صادقؓ خلف امام علی سیّدنا باقرؓ بن سیّدنا
زین العابدینؓ علی اوسط خلف سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہٗ۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ فخر الدینؒ گردیزی
نے مسلسل بیس سال میرے پیر و مرشد خواجہ بزرگؒ کی صحبت میں گزارے۔ اس عرصہ
کے دوران میں نے انھیں کبھی ایک پل حضرتؒ کی نگاہوں سے اوجھل نہ دیکھا۔
لنگر خانے کا سارا انتظام و انصرام بھی حضرت خواجہ فخر الدینؒ گردیزی کے سپرد تھا۔
آپ نے خواجہ بزرگؒ کی دُعا سے کثیر اولاد پائی۔ ۶۱۰ھ میں عقد فرمایا۔ فرزندوں
میں حضرت مسعودؒ، حضرت سیّد محبوب عرف بہلولؒ اور حضرت سیّد ابراہیم کا ذکر
اکثر تواریخ میں ملتا ہے۔ ان کے مزارات سرکار غریب نوازؒ کی درگاہ عالیہ کے
بیگمی دالان میں ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ کے انتقال کے دس سال بعد ۶۴۲ھ
میں حضرت خواجہ فخر الدینؒ گردیزیؒ کا انتقال ہوا۔ ۲۶ رجب المرجب کو آپؒ کا

Marfat.com

عرس منایا جاتا ہے کہ یہ آپؒ کی رحلت کا دن ہے۔

حضرت غریب نوازؒ کے بعد جن چار سر فہرست بزرگوں نے لوگوں کے دلوں کو اپنی روحانیت سے مسخّر کیا وہ قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت علاؤالدین علی احمد صابرؒ کلیری تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی، سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت معین الدینؒ چشتی غریب نواز سنجری کے جانشین تھے۔ ترکستان کے قصبہ اوش ماوراالنہر میں پیدا ہوئے ــــــ والد ماجد کا نام سیّد کمال الدینؒ تھا جن کا سلسلۂ نسب پندرہ واسطوں سے حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے۔ ایک ڈیڑھ سال کے تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، ابتدائی تعلیم مولانا ابو حفصؒ سے حاصل کی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ جب اوش تشریف لائے تو آپؒ نے ان کی بیعت کر لی اور سترہ سال کی عمر ہی میں خرقہ خلافت پایا۔ ایک مدّت تک مرشد محترم کے ہمرکاب اور پھر تنہا سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ تذکرۃ الاولیاء ہند کے مطابق آپؒ نے بغداد کی مسجد میں امام ابواللیث سمرقندیؒ، حضرت شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، شیخ برہان الدینؒ چشتی اور شیخ محمودؒ اصفہانی کی موجودگی میں خواجہ غریب نوازؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ بعد ازاں آپؒ کی ملاقات حضرت خواجہ

Marfat.com

ابو یوسف چشتیؒ سے بھی ہوئی۔ دورانِ سیاحت آپؒ کو حضرت شیخ جلال الدینؒ تبریزی نے بتایا کہ حضرت سرکار غریب نوازؒ ہندوستان تشریف لے گئے ہیں، تب آپؒ بھی عازمِ اجمیر ہوئے۔ راستے میں ملتان پہنچ کر حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کے ہاں قیام فرمایا۔ یہیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے آپؒ کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی نظرِ کیمیا ان کے دل میں اُتر گئی اور آپؒ ان کے سلسلۂ بیعت سے منسلک ہو گئے اور خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر مسعود چشتی کہلائے۔

حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر کے جدِ امجد حضرت شیخ شہاب الدین فرمانروائے کابل تھے اور فرخ شاہ کے لقب سے ملقب تھے۔ آپ کا خاندان افغانستان میں آباد تھا اور بڑی عزت و تکریم کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت بابا فرید الدینؒ کا سلسلۂ نسب اپنے جدِ امجد فرخ شاہ اور سلطان ابراہیم ادھمؒ سے ہوتا ہوا حضرت فاروقِ اعظمؓ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ کے والد بزرگوار شیخ جمال الدین سلیمانؒ تھے۔ جن ایام میں کابل پر چنگیز خانی لشکر نے حملہ کیا، آپؒ ایک معمولی زمیندار تھے۔ آپؒ اس کی فوج میں شامل ہوئے جو خوارزم شاہیوں نے تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے تیار کی تھی۔ اس فوج کو شکست ہوئی تو آپؒ ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ چند روز روز یہاں قیام کرنے کے بعد پہلے قصور اور پھر ملتان چلے آئے۔

حضرت خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر نے ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ کو ۹۵ برس کی

Marfat.com

عمر میں رحلت فرمائی۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ حضرت قرسم خاتونؒ بڑی نیک اور پرہیزگار تھیں جنھوں نے آپؒ کی تربیت گھر پر ہی کی۔

کچھ درسی کتابیں آپؒ کو نانا مُلّا وجیہہ الدینؒ نے پڑھائیں۔ پھر آپؒ ملتان آگئے اور مولانا منہاج الدین کی مسجد میں اقامت اختیار کی اور ان سے فقہ، تفسیر، حدیث، منطق اور فلسفہ میں کمال حاصل کیا۔ قرآن پاک بھی یہیں حفظ کیا۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی سے آپؒ کی بڑی بے تکلفی تھی۔ اسی یاد اللہ میں ایک مرتبہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے آپؒ کو لکھا:

"درمیان ما وشما عشق بازی است"

(ہمارے تمھارے درمیان عشق بازی ہے)

اِس پر حضرت فریدالدینؒ نے جواب دیا:

"درمیاں، ما وشما عشق است، بازی نیست"

(ہمارے تمھارے درمیان عشق ضرور ہے، بازی نہیں ہے)

حضرت بابا فریدالدینؒ نے بدخشاں، غزنی، بغداد، قندھار اور سیوستان میں علومِ ظاہری و باطنی حاصل کئے، حضرت شیخ شہاب الدینؒ سہروردیؒ بغداد میں حضرت خواجہ اجل سنجریؒ، حضرت شیخ سیف الدین باخرزیؒ۔ غزنی میں امام حلاویؒ، سیوستان میں شیخ اوحدالدینؒ کرمانی سے ملاقاتیں کیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد باقی ساری عمر پاکپتن میں تبلیغِ حق

Marfat.com

میں گزار دی ۔یہیں انتقال فرمایا اور دفن ہوئے۔ شیخ نظام الدینؒ اولیأ اور حضرت علاء الدین علی احمد صابرؒ کلیری آپؒ کے خلفأ اعظم تھے۔

حضرت علی احمد کلیریؒ ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ بروز جمعرات بوقت تہجد پیدا ہوئے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ راوی ہیں کہ انھیں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ نے خواب میں بیٹے کی ولادت کی بشارت دی تھی اور اس کا نام علی تجویز کیا تھا۔ اس بشارت کے دوسرے روز حضور سرورِ کائناتؐ نے عالم رویا میں حکم فرمایا تھا کہ علی کے ساتھ احمد کو بھی نام کا جزو بنایا جائے۔ چنانچہ آپ علی احمد مشہور ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپؒ حضرت امام جعفر صادقؓ کی اولاد امجاد ہیں جبکہ دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت غوث پاک سید عبدالقادر جیلانیؒ کے خاندان کے گلِ سرسبد تھے۔

حضرت علی احمدؒ صابر کلیری کی عمر سات سال کی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ ۲۵ شعبان المعظم ۶۰۰ھ کو آپؒ کی والدہ آپؒ کو اپنے بھائی حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے ہاں لے آئیں۔ جہاں حضرت فریدالدین گنج شکر مسعود چشتیؒ نے آپؒ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور پہلے دہلی میں اور بعد ازاں تبلیغ اسلام کی خاطر مستقل طور پر کلیر میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ یہیں حضرتؒ نے ۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۵ھ کو ۹۸ برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت خواجہ

Marfat.com

شمس الدینؒ ترک پانی پتی آپ کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر خسروؒ آپؒ کی بیعت کے لئے حاضر ہوئے، تو آپؒ نے فرمایا "جاؤ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ ہی کی بیعت کرو۔ وہ میرے پیر بھائی ہیں، ان کے اتنے مُرید ہیں جتنے آسمان پر ستارے۔ حضرت پیرانِ کلیرؒ کے توسّط سے ارادت مندی کا جو سلسلہ شروع ہُوا، وہ چشتی صابری کہلایا۔

حضرت نظام الدینؒ اولیاؒ وہ روشن چراغ تھے، جنھوں نے آفتاب جہاں تاب چشت سے روشنی حاصل کی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے مسلک و مشرب کا جو چراغِ ہدایت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام سے جلایا، حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر نے اُس سے جلا پائی اور پھر چراغ سے چراغ جلتے رہے۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ حضرت فرید الدینؒ گنج شکر کے جانشین تھے۔ صفر المظفر ۶۳۴ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ اسم گرامی محمدؐ تھا۔ والد ماجد سیّد احمدؒ بن سیّد علی تھے۔ سلسلۂ نسب امام جعفر صادقؓ سے ہوتا ہُوا سولہ واسطوں سے حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے۔ پانچ برس کے تھے کہ والد کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ والدہ ماجدہ نے دینی تعلیم دلوانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ یہ ان کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ آپؒ نے مولانا علاء الدین اصولیؒ، شمس الملک حضرت مولانا شمس الدین وامعانیؒ سے تعلیم حاصل کی جو اس

Marfat.com

زمانہ میں درس و تدریس میں شہرت تامہ رکھتے تھے۔ پھر کچھ دیر مولانا کمال الدین زاہدؒ سے بھی پڑھتے رہے جو دہلی کے متقی و پرہیزگار اور جیّد عالم تھے۔ حضرت بابا فریدالدینؒ گنج شکر سے انتہائی درجہ اُنسیت و عقیدت تھی، چنانچہ دہلی سے کئی مرتبہ مرشد کی زیارت کے لئے تشریف لائے، 'محبوب الٰہی' کا لقب آپؒ کو حضرت بابا صاحبؒ ہی نے عطا فرمایا تھا جو کہا کرتے تھے۔

"علم سینہ من بہ نظام الدین اولیاؒ بداؤنی رسید، و علم دلِ من بہ شیخ علاء الدین علی احمد صابر فائز گردیدہ" (سیر الاقطاب)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدینؒ اولیاؒ سلسلہ چشتیہ کے اکابرین میں سے تھے کہ جنھوں نے ۷۲۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے پیچھے لاکھوں عقیدت مندوں کو فرقت میں آنسو بہانے کے لئے چھوڑ گئے۔ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت نے بیعت کا دروازہ سب کے لئے کھول دیا ـــــ وُہ گناہگاروں کو خرقہ پہناتے تھے اور ان سے توبہ کراتے تھے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے اسی لئے تو کہا کہ ؎

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

لیکن امیر خسروؒ نے اپنے مرشد کی تعریف جس انداز میں کی وُہ تعریف سے بالاتر ہے۔ فرمایا ؎

Marfat.com

وجود خواجہؒ نہ از آب و گل گشتہ مرتب
کہ جاں خسرو و مسیحا بہم شد مرکب

آپؒ کے خلفاء میں حضرت امیر خسروؒ، حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ، شیخ قطب الدینؒ منور ہانسوی، شیخ برہان الدینؒ غریب، شیخ حسنؒ دہلوی، شیخ منتخب الدینؒ خلد آبادی۔ شیخ شرف الدینؒ بوعلی قلندر، خواجہ ضیاء الدینؒ برنی اور شیخ حسام الدینؒ سوختہ مشہور و معروف ہیں۔

حضرت امیر خسروؒ کا پورا نام ابوالحسن یمین الدولہ اور تخلص خسرو تھا۔ ۶۵۱ھ میں قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی امیر سیف الدین اور نانا عماد الملک تھے جو غیاث الدین بلبن کے وزیر جنگ رہے۔ فرشتہ کا کہنا ہے کہ آپ کے والد امرائے بلخ میں سے تھے اور چنگیز خان کے حملہ سے قبل ہی ہندوستان ہجرت کر آئے تھے۔ سات برس کی عمر میں امیر خسروؒ باپ کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگئے اور آپؒ کی پرورش کا بوجھ نانا عماد الملک کو اٹھانا پڑا۔ ذہین اتنے تھے کہ ۱۵ برس کی عمر ہی میں مروجہ علوم کی تکمیل کر لی۔ حضرت نظام الدینؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ مرشد سماع سنتے تو امیر خسروؒ ہمیشہ ان کے دائیں طرف بیٹھتے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ بھی آپؒ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ "ترک اللہ" خطاب حضرت نظام الدین اولیاء نے آپؒ کو

Marfat.com

عطا کیا تھا۔ اس بارے میں فرماتے ہیں ؎

بر زبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ بود
دست ترک اللہ گیر دہم بہ للہش سپار

حضرت امیر خسروؒ ایک ہمہ گیر اور پہلودار شخصیت کے مالک تھے۔ ذہن رسا ہر طرف رواں تھا۔ بیک وقت صاحبِ حال صوفی، عظیم فلسفی اور جیّد عالم تھے اور فن موسیقی کے بے مثال استاد اور مسلم الثبوت شاعر بھی۔ آپؒ کی تصانیف کی تعداد ۹۹ شمار کی گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق آپؒ نے صرف فارسی اور ہندی میں پانچ لاکھ اشعار کہے۔ ۷۲۵ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنے پیر و مُرشد کے جوار میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ نصیر الدینؒ محمود چراغ آپؒ کے پیر بھائی تھے جو حضرت نظام الدینؒ اولیاؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور جنھیں حضرت محبوب الٰہیؒ نے تبلیغِ حق پر مامور کیا تھا۔

حضرت نصیر الدینؒ گنج محمود چراغ دہلوی کی ولادت اودھ میں ہوئی۔ آپؒ حسنی سیّد تھے۔ اصل نام محمود، لقب چراغ اور نصیر الدین تھا۔ نو سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ تعلیم و تربیت کے ابتدائی مدارج والدہ ماجدہ کی زیرِ ہدایت طے کیے۔ بعد ازاں حضرت مولانا عبد الکریمؒ شروانی اور مولانا

Marfat.com

افتخار الدینؒ محمد گیلانی سے علم حاصل کرتے رہے۔ ۴۳ سال کی عمر میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ بیعت ہوئے اور باقی ساری عمر مجاہدہ و ریاضت اور دینِ حنیف کی تبلیغ میں گزار دی۔ سلسلہ چشت کے دوسرے عظیم المرتبت بزرگوں کی طرح آپؒ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے۔ رحلت پر حضرت خواجہ سیّد محمدؒ گیسو دراز بندہ نواز نے آپؒ کو غسل دیا، جو آپؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت خواجہ سیّد محمدؒ گیسو دراز کا نام سیّد محمد الحسینی اور لقب گیسو دراز بندہ نواز تھا۔ ولادت دہلی میں ہوئی۔ والد حضرت سیّد یوسفؒ اہل اللہ میں سے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ ہرات سے ہجرت کر کے دہلی میں آباد ہوئے تھے۔ اولیاء کرامؒ و صوفیاء عظامؒ میں فقہ، حدیث، تفسیر، منطق اور علم و ادب کے موضوع پر ایک سو پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ایک سو چار برس کی عمر میں ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ کو گلبرگہ (دکن) میں انتقال فرمایا۔ ساری زندگی اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے میں بسر کی۔

چشتیہ سلسلہ کے یہ وہ بزرگ اولیاء ہیں جنھوں نے ساری دُنیا میں سفیرِ حرم حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی جلائی ہوئی شمعِ ہدایت کو فروزاں

Marfat.com

رکھا اور جب انتقال کر گئے تو اپنے خلفاء کو اس کی پاسداری کی تلقین فرما گئے اور پھر یہ شمع چشتیہ مسلک و مشرب کے بزرگوں کی مجاہدانہ ریاضت و استقامت سے ہمیشہ فروزاں رہی - ان کے بعد جو بزرگ اس شمع کی حفاظت پروانہ وار کرتے رہے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں - شیخ عبدالقادر[1] انصاریؒ، شیخ احمد[2]ؒ شوریانی، شاہ بہلول[3] چشتیؒ، محب النبی فخرالدین[4]ؒ، خواجہ نور محمد[5] مہارویؒ، حضرت شیخ محمد سعید[6]ؒ، شاہ محمد سلیمان[7]ؒ، حضرت میاں غلام[8] مصطفےٰؒ، حضرت خلیفۃ اللہ[9] ونہؒ چشتی، خواجہ محمد حسن[10]ؒ صابری، خواجہ غلام فرید[11]ؒ، خواجہ اللہ بخش[12] تونسویؒ، مولانا عبدالعزیز[13] بگویؒ، خواجہ محمد دین[14]ؒ سیالوی، احمد میروی[15]ؒ چشتی، میاں محمد شاہ[16]ؒ، مولانا محمد[17] ذاکرؒ بگوی، خواجہ فاروق حسن[18]ؒ، شاہ علی حسین[19]ؒ کچھوچھوی، پیر سید مہر علی[20] شاہؒ گولڑوی، خواجہ محمد یار[21]ؒ فریدی، خواجہ حسنؒ نظامی[22] دہلوی اور سید محمد[23]ؒ کچھوچھوی محدث اعظم -

یہ سب بزرگ چشتی تھے اور چشتی کا لفظ خواجہ غریب نوازؒ سے ان کی اور ان کے آبا و اجداد کی پُر خلوص محبت کا تابندہ نشان بنا رہا - ان کے آستانے آج بھی مراکزِ خیر و برکت ہیں جہاں انوارِ چشت کی تجلیاں تاریکیوں کو چیر رہی ہیں اور کچھ اور برگزیدہ چہرے خواجہ اجمیرؒ کی طرف نگاہیں مرتکز کئے تاریخ کے اوراق پر نظر آتے ہیں، یہ ہیں —— شاہ یعقوب[1]ؒ صدر دلوان لاہوری، شاہ سروانی[2] چشتیؒ، پیر محمد[3] چشتیؒ، شاہ[4] کاکوؒ چشتی، شیخ اسحٰق[5]ؒ کاکو چشتی،

Marfat.com

شیخ محمد[6] سلیمؒ چشتی صابری، حاجی جان اللہ چشتیؒ، شیخ عبدالخالق چشتیؒ، سید صبور[9] شاہؒ، ولی[10] چشتیؒ، حضرت پیر شیرازی[11] چشتیؒ، حضرت سید غلام[12] محمد چشتیؒ، شیخ وریام[13] شاہؒ چشتی، سید بھکاری خان[14]ؒ چشتی، حضرت خیر[15] شاہ چشتیؒ، سید کمال حسین[16] شاہؒ چشتی، شیخ محمد رمضان[17]ؒ چشتی، خواجہ حسین[18] چشتیؒ، سید چراغ[19] علی شاہؒ چشتی لاہوری، مولانا غلام قادر[20] چشتی، حافظ محمد امین[21] شاہؒ چشتی اور پیر نوازش[22] علیؒ صابری چشتی صابری اور دیگر سینکڑوں بزرگانِ چشت جن کی تاریخ بڑی ضخیم ہے۔

جن اولیائے چشت سے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی تبلیغ کا سب سے زیادہ کام لیا ان کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ اسم بامسمّیٰ تھے اور اُن کے اسمائے گرامی کے ساتھ "دین" کا لفظ اس امر کی دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کو قریہ قریہ، نگر نگر اور گھر گھر پہنچانے میں شبانہ روز مصروف رہے۔ مثال کے طور پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ اگر معین الدینؒ تھے تو خواجہ بختیار کاکیؒ دہلوی قطب الدینؒ۔ حضرت گنج شکرؒ فرید الدینؒ، مخدوم پاک علی احمد صابرؒ کلیری علاء الدینؒ۔ حضرت محبوب الٰہی دہلوی، نظام الدینؒ۔ حضرت خواجہ قطب ہانسوی جمال الدینؒ، خلیفہ حضرت صابر ترک شمس الدینؒ اور حضرت شمسؒ پانی پتی، جلال الدینؒ تھے۔

پھر اس کے بعد "الدین" کئی مشہور سلسلوں کا مرکز و محور بن گیا اور یہ تمام خلفاء و اتباع خواجہؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کے لئے آتے رہے۔

سفرِ حرم

Marfat.com

سفرِ حرم

Marfat.com

خواجہؒ کی نگری

Marfat.com

اجمیر :— صدیوں پُرانا شہر

مسافت :— دہلی سے ۲۵۸ میل

اکبر آباد سے ۲۲۸ میل

آبادی :— تقریباً سات لاکھ

قدیم نام :— جیدرک، جے میر، جمیر، جیانگر اور جلو پور

حدود اربعہ :— شمال میں جے پور، مشرق میں کشن گڑھ،

جنوب میں کوہ ارادلی اور مغرب میں

دریائے سونی

Marfat.com

دارالخیر —— اجمیر ایک نہایت قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ یُوں تو اسے تاریخ کے ہر دَور میں کچھ نہ کچھ اہمیت حاصل رہی ہے لیکن حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا آستانہ ہونے کی وجہ سے اس کے نصیب میں جو شہرت لکھی گئی، وہ بے مثال اور لازوال ہے۔ مدتّوں یہ شہر سیاسی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ آج اس کی حیثیت اس سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ یہ روحانیت کا مرکز و مستقر ہے، علم و عرفان کا گہوارہ ہے، چشت کا منبع و مسکن ہے، اسلام کا مضبوط و مستحکم قلعہ ہے اور اسے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے قدوم میمنت لزوم کے طفیل وہ مقامِ عروج ملا ہے کہ برصغیر کی تاریخ اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ اس بے نظیر شہر کی اپنی تاریخ ہے، جو منفرد بھی ہے اور صدیوں پُرانی بھی۔ اس شہر نے سینکڑوں انقلابات دیکھے۔ اس کے نقوش بنتے اور

Marfat.com

بگڑتے رہے مگر اس کی عظمتِ رفتہ قائم و دائم رہی۔

دَورِ حاضرہ میں قدیم اجمیر کے کھنڈرات چشمِ بینا کے لئے سامانِ عبرت مہیّا کرتے ہیں اور جدید شہر پانچ ہزار سال قبل کی داستانیں دہراتا ہے۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے، جب ہندوستان میں جدھشٹر کا راج تھا جسے چترہوجا بھی کہتے ہیں۔اس نے اپنے دَورِ حکومت میں ایک شہر 'نہروالہ' آباد کیا، جو بعد ازاں 'انہل پور' کہلایا۔ راجہ جدہشٹر کو نجومیوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ٹھیک ساڑھے تین ہزار سال کے بعد یہ شہر ویران و برباد ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ پیش گوئی حقیقت ثابت ہوئی اور سلطان علاءالدین نے اس شہر کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ ایک روایت کے مطابق انہل پور ہی اجمیر کہلایا جس کی بنیاد راجہ واسدیو نے رکھی۔ راجہ واسدیو مشہور بودھ راجہ ہولشک کا بیٹا تھا جو اپنے باپ راجہ کنشک کے مرنے کے بعد ۱۲۰ء میں سریرآرائے سلطنت ہُوا اور بیس برس تک بڑی شان بان سے حکومت چلاتا رہا۔ واسدیو اپنے باپ دادا کی بہ نسبت اچھا حکمران ثابت نہ ہوسکا اور اس کے عہد میں جگہ جگہ یورشیں ہوئیں۔ باغیوں میں نواحی علاقہ انہل پور کا راجہ اجے پال تھا۔ وہ کنشک خاندان کا باجگذار تھا، اس کی حکومت پٹن (گجرات) تک تھی جو اس کا پایۂ تخت تھا۔ اس نے راجہ واسدیو کی فوج کو شکست دے کر راجپوتانہ کے کافی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ جس میں اجمیر کا علاقہ بھی شامل تھا۔ راجہ جے پال

نے اجمیر کو اپنا دارالسلطنت قرار دے کر ایک جُداگانہ حکومت کا اعلان کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اجمیر کی بنیاد راجہ واسدیو نے پہلے ہی ڈال دی تھی، البتہ اس کو رونق و وسعت راجہ اجے پال نے دی۔ اس زمانہ میں یہ شہر کوہ اجگند کے قریب آباد تھا۔ 'کوہِ اجگند' کے معنی "بکریوں کا پہاڑ" کے ہیں۔ مورّخین کا خیال ہے کہ اس علاقہ میں بھیڑ بکریاں بکثرت ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ اس جگہ کا نام کوہ اجگند' پڑ گیا۔ راجہ اجے پال نے کوہِ اجگند کے تمام بوسیدہ مکانات منہدم کروا کے ایک نئے شہر کی بنیاد رکھی اور اپنے نام کے پہلے حصّے اجے کے ساتھ میر کے لفظ کو ملا کر اس کا نام اجمیر رکھا۔ 'میر' سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ راجہ موصوف کا بسایا ہُوا یہی شہر آج کل 'اجمیر' کے نام سے موسوم ہے۔ مختلف ادوار میں اسے مختلف ناموں سے یاد کیا گیا مثلاً جیدرک، اجے میر، جمیر، جیانگر اور جلو پور وغیرہ۔

راجہ اجے پال کے دَورِ حکومت میں والئ سیستان رستم بن زال نے اپنے بیٹے فرامرز کو تسخیر ہندوستان کے لئے بھیجا۔ وہ اجمیر کی طرف سے حملہ آور ہُوا مگر بعض وجوہ کی بنا پر ناکام رہا اور اجمیر پر عرصہ دراز تک اجے پال کے خاندان کی حکومت رہی۔ ۳۴۵ء میں گپت خاندان کے راجہ سمندر گپت نے راجپوتانہ سمیت سارے شمالی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح اجمیر پر پانچویں صدی عیسوی تک گپت خاندان کی حکومت رہی۔ کمال گپت

Marfat.com

کے عہد میں وسط ایشیا کے وحشی قبائل نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ گپت خاندان کی حکومت سے بھی ٹکرلی اور ایک وسیع علاقہ کو تاخت و تاراج کیا جس کے نتیجے میں گپت خاندان کی حکومت ان قبائل کی وحشت و بربریت کی نذر ہوگئی۔ پھر تقریباً ڈیڑھ سو سال تک راجپوتانہ میں طوائف الملوکی کا دَور دَورہ رہا۔ بالآخر اجمیر پر چوہان راجاؤں کی حکومت قائم ہوگئی جنھوں نے اسے ایک مستقل ریاست کی حیثیت دے کر بڑی ترقی دی۔ اسی خاندان میں راجا دولہاری ہُوا۔ اس وقت شاہانِ اسلام کی سلطنت بنی اُمیّہ کے خاندان میں تھی۔ شاہ عرب ولید بن عبدالمالک نے اپنے ایک مصاحبِ خاص روشن علی کو سفارتی تعلّقات استوار کرنے کی نیّت سے دولہاری کے پاس بھیجا۔ روشن علی کی ملاقات دولہاری سے ہُوئی۔ دورانِ گفتگو روشن علی کے ہاتھ اتفاقاً راجہ کے برتنوں سے چھُو گئے جس سے راجہ مشتعل ہوگیا اور اُس نے اس جرم کی پاداش میں روشن علی کے ہاتھ کٹوا ڈالے۔ سفیر روشن علی نے ولید بن عبدالمالک کو اس افسوسناک صورتِ حال سے آگاہ کیا تو فرزندانِ توحید کا ایک لشکر دولہاری کی فوجوں سے صف آرائی کے لئے عرب سے حملہ آور ہُوا۔ اجمیر کے قریب طرفین میں گھمسان کی جنگ ہوئی، جس میں راجہ دولہاری بیوی بچّوں سمیت مارا گیا۔ دولہاری کے دوسرے بھائی سانبھر کی جانب بھاگ گئے اور لشکرِ اسلام فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہُوا۔ اجمیر کی سرزمین نے کلمۃ الحق کے جانباز پروانوں

Marfat.com

کے قدم چوم لئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اہلِ اسلام کا پرچم گڑھ مٹھیلی اور تاراگڑھ کے قلعوں پر لہرانے لگا۔ پھر ناگاہ کفر و شرک کے بادل چھا گئے اور یہاں پر دوبارہ اللہ اکبر کی صدا لگانے والوں کے حریفوں کا قبضہ ہوگیا۔ پہلے چوہان ہرس نے حکومت سنبھالی، پھر ببر بیلن نے اپنا شاہی سکّہ رائج کیا تاآنکہ راجہ بیلدیو نے یہاں پر قبضہ کر لیا جو والئ قنوج تھا اور محمود غزنوی سے بظاہر اس کے گہرے دوستانہ مراسم تھے، لیکن باطنی طور پہ وہ دینِ حق کا شدید ترین دشمن تھا۔

ہندو راجاؤں سے اسلامی سربراہانِ مملکت کی خوفناک جنگیں دسویں صدی عیسوی کے اواخر میں شروع ہوئیں، جب حاکم غزنی امیر ناصر الدین سبکتگین نے ۹۹۰ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور کابل اور پنجاب کا راجہ جے پال اس کے مقابلے پر آیا۔ ملتان اور غزنی کے درمیان ایک مقام پر حق و باطل کا خونریز معرکہ ہُوا جس میں فتح حق کی ہُوئی۔ راجہ جے پال نے عبرت ناک شکست کھانے کے بعد خراج دینے کے وعدہ پر سبکتگین سے صُلح کر لی مگر لاہور پہنچ کر ایفائے عہد کی بجائے دوبارہ جنگی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ وطن، قوم اور مذہب کے نام پر اس نے اجمیر، کالنجر، دہلی اور قنوج کے طاقتور راجاؤں سے مدد مانگی اور راجاؤں نے اپنی منتخب افواج جے پال کی مدد کے لئے فوراً بھیج دیں۔ امیر سبکتگین نے حالات سُنے تو مطلق ہراساں نہ ہُوا بلکہ اپنے گِنے چُنے سخت کوش مجاہدوں کے ساتھ بے سروسامانی کی حالت میں ہی باطل

Marfat.com

کے طاغوتی لشکر سے جا ٹکرایا۔ اس معرکہ کے بعد کابل اور پشاور کا تمام علاقہ سلطنتِ غزنی کے زیر نگیں آگیا اور راجہ جے پال نے مارے ندامت کے خودکشی کر لی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا انند پال تخت پر بیٹھا اور اس نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے سلطان محمود غزنوی سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی جو امیر سبکتگین کے بعد تخت نشین ہو چکا تھا۔ وہ سلطان محمود غزنوی کی اُلوالعزمی اور جاں سپاری کے آگے نہ ٹھہر سکا اور شکست کھا کر کشمیر بھاگ گیا۔ اُس نے دوبارہ ١٠٠٦ء میں اجین، اجمیر، دہلی اور قنوج کے راجاؤں سے فوج کی بھکشا مانگی اور سلطان محمود غزنوی کی بہادر فوجوں سے پھر پشاور کے قریب صف آرا ہوا لیکن یہاں بھی عبرت ناک شکست کھائی اور کانگڑہ تک اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ سلطان محمود غزنوی نے آخری اہم جنگ راجہ بیلدیو کے ساتھ لڑی، تمام راجگانِ ہند اسے اپنا مذہبی پیشوا اور شاہی حکومت کا سرتاج مانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرب و جوار کی ریاستوں سے بے پناہ فوج اکٹھی کر کے محمود غزنوی کے مقابلے پر آیا مگر ذلّت اُٹھانا پڑی اور وہ اسیر ہُوا۔ سلطان محمود غزنوی نے اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ بعد ازاں راجہ بیلدیو کے مشرف بہ اسلام ہونے پر اسے معافی دے دی۔ اس کی نہ صرف جاں بخشی کی بلکہ مفتوحہ علاقہ بھی لوٹانا چاہا مگر بیلدیو نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور باقی ساری عمر بارگاہ صمدیت میں زہد و ریا

Marfat.com

میں گزاری۔ اس نے کلمہ حق پڑھنے کے بعد ڈھونڈھ کے مقام پر چلہ کشی
کی اور یہیں راہیٔ ملکِ عدم ہُوا۔

سلطان محمود غزنوی نے اجمیر شہر فتح کرنے کے بعد سالار ساہو کو اس
کا گورنر مقرّر کیا جسے اللہ تعالیٰ نے مسعود غازی جیسا فرزند سالار عطا کیا۔

سالار مسعود غازی، محمود غزنوی کا بھانجہ تھا۔ سالار ساہو نے بیٹے کے
تولّد ہونے پر اجمیر کے قریب ایک نیا شہر مسعود آباد بسایا اور مزید بیس
برس تک ان ہر دو شہروں پر مسلمانوں کی حکمرانی رہی۔ بعد ازاں ۱۰۴۴ء
میں چوہانوں نے سلطان مسعود کو شہید کر ڈالا اور اجمیر پر پھر سے قبضہ کر لیا
اور سارنگ دیو کو اجمیر کی گدی پر بٹھا دیا۔ سارنگ دیو کے مرنے کے بعد
انا دیو تخت نشین ہُوا۔ پھر راجپال راجہ بنا اور اس کے مرنے پر اجمیر کی
باگ ڈور اس کے بیٹے انند دیو نے سنبھالی۔ انند دیو مرا تو سومیس دیو
فرمانروائی کرتا رہا۔ اس زمانہ میں اجمیر کے قریب ایک چھوٹی سی ریاست
تھی جس کا نام تنور تھا۔ راجہ تنور اور سومیس دیو کے تعلّقات خارجہ کسی بنا
پر کشیدہ چلے آ رہے تھے، جو ایک روز لڑائی پر منتج ہُوئے۔ راجہ تنور کو
شکست ہوئی اور وُہ بھاگ گیا۔ اس کی خوبصورت بیٹی سومیس دیو کے ہاتھ
لگی، جس نے اس سے شادی رچالی۔ سومیس دیو کے ہاں ایک لڑکے نے جنم
لیا جو تاریخ میں پرتھوی راج چوہان کے نام سے پکارا گیا۔

Marfat.com

پرتھوی راج چوہان چودہ برس کی عمر میں تختِ دہلی پر متمکن ہُوا۔ راجہ قنوج اور پرتھوی راج دونوں اننگ پال کے نواسے تھے اور راجہ جے چند کا باپ بجے پال اور سومیس دیو دونوں اننگ پال تنور فرمانروائے دہلی کے داماد تھے۔ یہی وجہ تھی کہ چوہانوں اور راٹھوروں میں رقابت کی آگ بھڑک اُٹھی اور ان کی اس عداوت نے سلطنت ہند کو جلا کر رکھ دیا۔ جب پرتھوی راج نے دہلی کے تخت کا دعویدار ہونے کا اعلان کیا تو جے چند نے اسے تسلیم نہ کیا اور خود کو دہلی کی سلطنت کا صحیح حقدار قرار دے کر پرتھوی راج کے مقابلہ پر نکل آیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی اور معمولی سی مزاحمت کے بعد پرتھوی راج دہلی کا تخت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے دَور میں اجمیر کو بڑا عروج حاصل ہُوا۔ ہندوستان میں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا اسی عہد میں نزولِ اجلال ہُوا۔

۱۱۹۱ء میں شہاب الدین غوری تسخیر ہندوستان کا قصد لے کر غزنی سے روانہ ہُوا اور سب سے پہلے بھٹنڈا کے قلعہ کو فتح کیا جو پٹیالہ کے راجہ کا پایۂ تخت بھی تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے ملک ضیاء الدین طوسکی کو بائیس ہزار کا لشکر دے کر پٹیالہ کا حاکم مقرر کیا اور خود غزنی واپس چلا گیا۔ اسی دوران اسے یہ خبر موصول ہوئی کہ والیٔ اجمیر پرتھوی راج اور فرمانروائے دہلی کھانڈے راؤ متحد ہو کر ایک لشکرِ جرار لے کر غازیانِ اسلام

Marfat.com

کے مقابلہ کو چلے آرہے ہیں، یہ خبر سُن کر شہاب الدین غوری دوبارہ مقابلہ کے لئے چلا آیا مگر ترّاوڑی کے میدان میں اپنی ناسازئ طبع کے باعث جم کر نہ لڑ سکا اور زخمی ہو گیا۔ اس کی فوج کو شکستہ دلی کے باعث ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ سلطان شہاب الدین غوری کو اس کا بہت قلق ہُوا اور اس نے ۱۱۹۳ء میں بڑی شد و مد کے ساتھ ہندوستان پر چڑھائی کر دی۔ اس خونریز لڑائی میں پرتھوی راج چوہان کو ذلت و رسوائی کا مُنہ دیکھنا پڑا، وہ خود بھی مارا گیا اور کئی دوسرے راجہ بھی اس میں کام آئے۔ فتح مبین کا نعرہ بلند ہُوا اور سلطان شہاب الدین غوری نے دہلی اور اجمیر پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اجمیر میں واقع اندرسین کے بُت خانوں کو منہدم کروا کے وہاں رفیع الشان مساجد تعمیر کرائیں اور ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

راجہ جد ہشٹر سے لے کر پرتھوی راج چوہان تک اجمیر کی سرزمین پر ایک سو بیس راجاؤں نے چار ہزار چار سو آٹھ برس تک حکومت کی۔ پرتھوی راج ان کا آخری حکمران تھا جس کے مرنے کے بعد ہندوستان سے غیر مسلموں کے اقتدار کا سورج عرصہ دراز کے لئے غروب ہو گیا۔ فرزندانِ توحید برسرِ اقتدار آئے اور تسخیر ہند کی میراث شہاب الدین غوری نے اپنے ایک تُرک غلام قطب الدین ایبک کو لکھ دی۔ قطب الدین ایبک اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دینے میں ہمہ تن کوشاں رہا اور اس نے نائب سلطنت کی حیثیت سے مختصر مدت میں

Marfat.com

بدایوں، گوالیار، کوٹل اور دیگر کئی مقامات فتح کر کے سلطان شہاب الدین غوری کی کامیابیوں کو چار چاند لگائے۔ اس نے گجرات، کاٹھیاواڑ کو تاراج کیا اور پھر دہلی کی جانب روانہ ہُوا اور فتح دہلی کے بعد خاندانِ غلاماں کی بنیاد رکھی۔ وُہ مسلمان سلاطین میں دہلی کا سب سے پہلا بادشاہ بنا، جس نے اپنے دورِ حکومت میں اجمیر کو پایۂ تخت دہلی کا صُوبہ بنایا۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد تقریباً اڑھائی سو سال تک اجمیر دہلی کے مسلمان سلاطین کی فرمانروائی میں رہا۔ ۱۳۸۸ء میں سلطان فیروز شاہ تغلق کی وفات کے بعد دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی اور تخت کے مختلف دعویداروں میں خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ راجپوتوں نے اس آویزش سے فائدہ اُٹھایا اور ۱۴۰۰ء میں اجمیر پر قبضہ کر لیا۔ ۵۵ برس تک مسلسل راجگانِ میواڑ اس پر قابض رہے۔ ۱۴۵۵ء میں مانڈو کے بادشاہ نے اجمیر فتح کر لیا ۱۵۰۵ء میں راجگانِ میواڑ دوبارہ اجمیر پر قابض ہوگئے ۲۸ سال کے بعد ۱۵۳۳ء میں گجرات کے سلطان نے خاک وخون کے ایک معرکہ کے بعد اجمیر چھین لیا، لیکن اگلے ہی سال مارواڑ کے راٹھور خاندان کی فوجوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور بائیس برس تک اجمیر پر حکومت کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۵۵۶ء میں شہنشاہ جلال الدین اکبر نے اجمیر فتح کر کے اسے طاقتور مغلیہ سلطنت کا جزو بنا لیا۔ مغل بادشاہوں کے عہد میں اس شہر نے بے پناہ

Marfat.com

ترقی کی ۔ یہاں مضبوط اور عالی شان عمارات تعمیر ہوئیں اور مغل شہنشاہ اور شہزادے بہ نفس نفیس یہاں پر خواجہ بزرگؒ کے مزار اقدس پر حاضری دینے آتے رہے ۔ ۱۷۴۳ء تک کا زمانہ اجمیر کی تاریخ کا سنہری دَور تھا۔

اِدھر اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ہوئی اُدھر مغل حکومت کا زوال شروع ہوگیا۔ تخت کے مختلف دعویداروں کے باہمی نزاع نے سلطنت کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ مسلمان بادشاہ اور اُمراء شمشیر و سناں کی بجائے طاؤس و رباب سے دل بہلانے لگے۔ ۱۷۳۵ء میں نادر شاہ نے حملہ کرکے رہی سہی کسر بھی نکال دی اور مغلیہ سلطنت کا زوال انتہا کو پہنچ گیا۔ بیسیوں راجے اور نواب خود مختار بن گئے اور ایک مضبوط و مربوط سلطنت انتشار کا شکار ہوکر ٹکڑے ٹکڑے ہوتی چلی گئی ۔ ابتری کے اس دَور میں ۱۷۴۳ء میں اجمیر پر جودھپور کے راٹھور راجاؤں نے قبضہ کرلیا۔ پھر ۱۷۵۶ء میں گوالیار کے راجہ سندھیا نے اجمیر کو فتح کرلیا۔ ۱۷۸۷ء تک مرہٹے اس پر قابض رہے۔ اسی دوران مرہٹوں اور راٹھوروں میں جنگ ہوئی اور راٹھوروں نے مرہٹوں کو اجمیر سے نکال دیا اور چار سال اجمیر کو اپنے تصرّف میں رکھا۔ ۱۷۹۷ء میں مرہٹوں نے پھر اجمیر پر قبضہ جما لیا۔ ۱۸۱۸ء میں بابو راؤ سندھیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ایک معاہدہ کی رُو سے اجمیر ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت ہوگیا اور ۱۹۴۷ء تک انگریزوں کی حکومت میں رہا۔ مآل کار تقسیمِ ہند کے وقت اجمیر بھارت کے

Marfat.com

حصّہ میں آگیا۔

آج کا اجمیر معلیٰ بھارت کے شمال مغرب میں کوہ اراولی کے دامن میں واقع ہے۔ اس کے اردگرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ محل وقوع کے اعتبار سے اس کے شمال میں جے پور، مشرق میں کشن گڑھ، جنوب میں کوہ اراولی اور بوندی واقع ہے۔ مغرب میں دریائے سونی بہتا ہے۔ یہ شہر اکبر آباد سے ۲۲۸ میل اور دہلی سے ۲۵۸ میل کی مسافت پر آباد ہے۔ زمانہ عتیق میں عہد شاہی کے دوران اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے نہ بڑھ سکی۔ مگر اب سات لاکھ سے تجاوز کرچکی ہے۔ یہاں کی آب و ہوا گرم خشک، پیداوار گلاب، نیشکر، جملہ ترکاریاں ہیں اور جمیع اقسام کا غلّہ پیدا ہوتا ہے۔ پرانے زمانہ میں یہاں کے باشندے عجیب و غریب رسومات اور وحشیانہ طرزِ حیات کے مالک تھے مگر اب کافی تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں سلسلۂ چشتیہ کی بنیاد حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اجمیر ہی میں رکھی۔ حضرت قطب الاقطابؒ اور بابا فریدالدینؒ گنج شکر کے چشتی مشن سے لے کر امام الہند مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی کی بزمِ صوفیا، اور خواجہ حسن نظامی کے حلقۃ المشائخ تک —— اور سلطان شہاب الدین غوری کی اسلامی فتوحات سے قائداعظم محمد علی جناح کی تحریکِ پاکستان تک اسلامی تہذیب و معاشرت کے نقوش جاوداں اجاگر کرنے کے سلسلے میں اس قدیم و

Marfat.com

جدید شہر کا ایک مخصوص و منفرد مثالی کردار رہا ہے۔ یہاں سے وابستہ کئی دینی، علمی، ادبی اور تاریخی شخصیتیں تھیں جنھوں نے اجمیر کی شہرت کو اطراف و اکناف تک پھیلایا۔ فوائد الفواد کے حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی میں دار الخیر اجمیر میں حضرت شیخ احمد ہتروانی کا بہت چرچا تھا جو ممتاز عالمِ دین اور بزرگ تھے۔ ہندی زبان میں شعر بھی کہتے تھے اور لوگ ان کے ہاں اختلافی دینی امور و معاملات کے حل کے لئے آتے تھے۔ شہر میں ان کا ایک دینی مدرسہ تھا جہاں سے سینکڑوں تشنگانِ علوم نے دینِ حق کی تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح عہدِ اکبری میں حضرت شیخ فتح اللہؒ کی علمی محفلوں کا بڑا شہرہ تھا جن سے جلال الدین اکبر اعظم کو بہت انسیت تھی۔ جہانگیر کے دَور میں روڑا مٹھو کی بزم شعر و سخن سجتی تھی جس میں شرکت کے لئے دُور دُور کے شعراء و ادباء اجمیر چل کر آتے تھے۔ شاہجہان کے زمانہ میں علامہ ابو المعالیؒ کی علمیت کی دھوم تھی۔ اجمیر میں باقاعدہ سلسلہ وار شاعروں کی طرح پنجاب کے ایک صوفی منش شاعر 'بنج شاہ' نے ڈالی۔ انھوں نے جامعہ التمش کو مشاعروں کا مرکز بنایا اور کھنڈرات میں بھی علم و سخن کے چراغوں سے اجالے بکھیرے۔ ان محفلوں میں وہ مشہور شعرأ و ادباء شریک ہوئے جو حضرت خواجہ بزرگؒ کے عرس میں شرکت کے لئے آتے تھے۔ نواب عبد اللہ خان مطلب، دیوان امام الدین علی خان اثر، سید کرامت علی خلش جیسے استادانِ فن کے دَور میں ظہیر دہلوی، فصیح الملک داغ دہلوی، مضطر خیر آبادی اور شاہ عبد الصمد کلیم

Marfat.com

کے پایہ کے شاعروں نے اجمیر کی پرکیف فضاؤں کو اپنے رنگ سخن سے معمور کیا۔ مولانا عبدالمعبود معنیؔ اجمیری کی علمیت و بزرگی کا تو زمانہ معترف ہے۔ آپ کا شمار عصر جدید کی اہم ترین شخصیتوں میں ہوُا۔ بیت المعنی، اہلِ علم و فن کا مرکز رہا اور آپ اجمیر اور سلسلۂ چشتیہ کی چلتی پھرتی تاریخ کہلائے۔

صوفیاء کو منظم کرنے کی کوششوں کا باقاعدہ آغاز بھی اجمیر سے ہوُا۔ جب مولانا شاہ محمد سلیمانؒ پھلواروی، مولانا محمد حسینؒ الہ آبادی اور حضرت شاہ التفات احمد ردولویؒ نے صوفیاء کرام کے تعاون سے ۱۹۰۰ء میں کُل ہند انجمن صوفیاءؒ کی تاسیس کا پروگرام وضع کیا مگر بوجوہ یہ تحریک التوأ میں پڑی رہی تا آنکہ حضرت خواجہ حسن نظامی "حلقہ مشائخ" بنانے میں کامیاب ہوگئے بعد ازاں آپ نے چشتی پارٹی کے قیام کے لئے ملک گیر تحریک شروع کی اور اس پارٹی کی قیادت میں مسلم لیگ کے مؤقف کی بھرپور حمایت کی گئی۔ مزید برآں حضرت مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی نے جو خود بلند پایہ صوفی اور نامور عالم دین تھے 'بزمِ صوفیاؒ' کی بنیاد رکھی۔ حضرت باری میاں آل انڈیا مجلسِ خلافت کے مؤسس اور تحریکِ خلافت و ترک موالات کے سرکردہ رہنماؤں میں سے تھے۔ بعد ازاں آپ مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔ مجلس 'مؤید الاسلام' اور 'انجمن خدام الحرمین' آپ کی مساعی کا حاصل تھیں۔ آپ کی پُرخلوص کوششوں سے تحریکِ خلافت اور مسلم لیگ کے کئی اہم اجلاس ہوئے اور اجمیر افقِ سیاست پر ایک درخشندہ ستارہ بن کر جگمگایا۔ پھر جب حضرت

Marfat.com

مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا احمد سعیدؒ اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰنؒ نے جمعیت العلمائے ہند بنائی تو اس کے متعدد اہم جلسے اجمیر میں ہوئے۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی اور شاہ عبد العلیمؒ صدیقی اور دیگر کئی علمائے اہل سنت والجماعت کی سُنّی جمعیت العلماء کی بھی اجمیر میں متعدد کانفرنسیں ہوئیں۔ حضرت علامہ خواجہ معنی کی نگرانی میں یہاں ’جمعیت تنظیم خدامِ خواجہ‘ کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا اپنا بہت بڑا کتب خانہ اور دارالاشاعت تھا لیکن ان تمام تر روحانی فکری اور ملّی سرگرمیوں کے علی الرغم دارالخیر اجمیر میں خواجہ غریب نوازؒ کے رفیع الشان مزار کی اپنی ایک جامع تاریخ ہے جہاں ہر آنے والے کو پیغامِ معرفت ملتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

قبلہ گاہِ اہلِ یقیں

Marfat.com

مزار غریب نوازؒ :	ابتدائی تعمیر غیاث الدین بلبن اور سلطان محمود خلجی
مسجدوں کا شہر :	اکبری مسجد، مسجد تلوک دیئی، مسجد میاں بائی، شاہجہانی مسجد، اڑھائی دن کا جھونپڑا
دروازے :	بلند دروازہ۔ نقارخانہ شاہجہانی
تاریخی یادگاریں :	دیگ کلاں۔ چھوٹی دیگ، بڑے پتے، شاہ قلی خاں کا مقبرہ۔ قلعہ تاراگڑھ، چشمہ نور، جھالرہ، بزرگوں کی چلہ گاہیں۔

Marfat.com

خواجہ کی نگری ـــــ پُر شکوہ ماضی کی آئینہ دار ہے۔ یہاں کے مساجد و مقابر اور دیگر تاریخی یادگاریں، اہلِ ایمان کے لئے بالخصوص اور سیاحوں کے لئے بالعموم کشش کا باعث ہیں۔ ان کا اپنا ایک ماضی ہے جو حال کے آئینے میں آنے والے دَور کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان یادگاروں کی بدولت اجمیر ـــــ مدینۃ الپاک و ہند اور دار الخیر کہلاتا ہے اور سرکار غریب نوازؒ کا رفیع الشان مزار پُر انوار تو اسلامی عظمت و رفعت کا امین ہے کہ جسے پاسبانِ حرم کہیں تو بیجا نہ ہو گا۔ یہ مزار خواجہ حسین ناگوری کی نگرانی میں سلطان غیاث الدین بلبن نے بنوایا، جیسا کہ اخبار الاخیار میں مذکور ہے۔

"پیش ازاں بر سر قبر متبرکہ خواجہ بزرگ بنود ایں گنبد
سنگ و سپید کہ آں بر مزار فائض الانوار موجودہ است خواجہ

Marfat.com

حسین ناگوری ساختہ بود۔"

کچھ عرصہ گزرنے پر روضہ کے گنبد کی تعمیر فرمانروائے مانڈو سلطان محمود خلجی نے ۸۵۹ھ مطابق ۱۴۵۵ء میں شروع کرائی اور اس کی تکمیل ۸۷۳ھ کے وسط میں ہوئی۔ اجمیر ۸۵۹ھ میں ہی سلطان موصوف کے تسلط میں آیا تھا۔ اس کا ذکر اقبال نامہ جہانگیری میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"بعمارت روضہ خواجہ معین الدین چشتی ہمت معروف داشت و ایں روضہ کہ امروز برجامت از آثار دولت اوست۔"

'مراۃ آفتاب' کے مؤلف نواب شاہ نواز نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ یہ تالیف عہد شاہ عالم کی ہے۔ یہ گنبد مکرانہ کے سفید پتھر کا ہے۔ گنبد کا اندرونی حصہ سنگ بستہ ہے جس میں چونے سے ریخ بندی کی ہوئی ہے اور محدّب گنبد کا بالائی حصہ ریختہ یعنی پختہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ گنبد پر سونے کا بڑا کلس اور کنگوروں پر سنہری کلسیاں لگی ہوئی ہیں۔ تحقیق کے مطابق یہ تاج نما کلس اور طلائی کلسیاں والیٔ رامپور نواب کلب علی خان کے سوتیلے بھائی نواب حیدر علی خان نے ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں عقیدت کے طور پر بنوائی تھیں۔ مزار کے اندرونی حصہ پر سنہری اور لاجوردی کام کیا ہوا ہے اور مزار کے اندرون مخمل کی چھت گیری کی ہوئی ہے۔ روضہ کے چاروں گوشوں پر سونے کی زنجیروں میں قمقمے لٹکے ہوئے ہیں جن کی روشنی حسبِ ذیل اشعار پڑھاتی ہے، تو ایک قسم کا وجد طاری ہو جاتا ہے ؎

Marfat.com

خواجۂ خواجگاں معینُ الدینؒ — فخرِ کون و مکاں معینُ الدینؒ
سرِّ حق را بیاں معینُ الدینؒ — بے نشاں را نشاں معینُ الدینؒ
مظہرِ جلوہ گاہ نورِ قدم — آفتابِ جہاں معینُ الدینؒ
مرشد و رہنمائے اہلِ جہاں — ہادیٔ انس و جاں معینُ الدینؒ
عاشقاں را دلیلِ راہِ یقیں — سدِّ راہِ گماں معینُ الدینؒ
خواجۂ لامکان و قدس مقام — آسماں آستاں معینُ الدینؒ

قربِ حق ای نیازؔ اگر خواہی
ساز وردِ زباں معینُ الدینؒ

(شاہ نیاز بریلوی)

خواجہ غریب نوازؒ کی تربت اقدس کے اوپر سنگِ مرمر کا تعویذ لگا ہُوا ہے جس میں یاقوتِ رمانی جڑا ہُوا ہے۔ تُربت کے گرد چاندی کا کٹہرہ ہے جسے شہنشاہ جہانگیر نے اپنی مُرادیں بر آنے کے بعد چڑھایا تھا۔ اس سنہری کٹھرے کے متصل چاندی کا ایک اَور کٹہرہ راجہ جے سنگھ جی سوائی جے پوری کا بنوایا ہُوا ہے۔ اس کا وزن بیالیس ہزار نوسو اکسٹھ تولے نو ماشے چار رتی ہے۔ روضہ شریف کی سنگِ مرمر کی جالیوں پر زرّیں پردے پڑے رہتے ہیں۔ بنا بریں احاطہ میں شرقاً غرباً کثرت سے اولیأ اللہ و اُمراء کے مزارات ہیں جن میں شیخ میر، جو دارا شکوہ کے اُمراء میں سے تھے اور ۱۵۶۹ء میں تاراگڑھ کے مقام پر عالمگیر کی فوج سے

Marfat.com

مقابلے میں مارے گئے، روضہ مبارک کے مشرق میں دفن ہیں۔ ان کے متصل شاہنواز خان نامی آسودہ ہیں اور قدرے فاصلہ پر مرزا مان کی قبر ہے جو مادھوجی سندھیا اور دولت راؤ سندھیا کی طرف سے حاکمِ اجمیر تھا۔ درگاہ کے ساتھ ایک لاکھ روپے کی سالانہ جاگیر بھی ہے جو شاہی ادوار سے چلی آرہی ہے۔

روضۂ غریب نوازؒ کے مشرق و جنوب دو حجرے ہیں جن میں حضرت فخر الدینؒ اور ان کی اہلیہ محترمہ دفن ہیں۔ حضرت فخر الدین کے تین بیٹے حضرت مسعودؒ، حضرت بہلولؒ اور حضرت اسمٰعیلؒ بھی ان کے پاس ہی جہاں آرا بیگم بنت شاہجہان کے بنوائے ہوئے رفیع الشان بیگمی دالان میں سپردِ خاک ہیں جہاں عموماً قوالی کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہاں ہی حضرت شاہ نصیر الدینؒ بھی دفن ہیں۔ بیگمی دالان کا طرزِ تعمیر شاہجہانی دَور کی عمارات سے مماثل ہیں۔ اسے ۱۰۵۳ھ میں تعمیر کیا گیا۔ 'مونس الارواح' میں جہاں آرا بیگم نے خواجہ غریب نوازؒ کی حیات طیبہ اور اُن کے مزار کی توسیع کے بارے میں بالتفصیل لکھا ہے، لیکن انھوں نے بیگمی دالان کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ شاید انھوں نے کسرِ نفسی سے کام لیا ہے، اور خودستائشی کو عقیدت پر غالب نہیں آنے دیا۔ تاہم یہ تحقیقی امر ہے کہ بیگمی دالان اُن کے روحانی جذبات کا مظہر ہے۔ اس دالان کا صحن سنگِ سفید کا بنا ہوا ہے۔ اس کی چھت اور دیواروں پر سنہری نقش و نگار کے مصارف نواب صادق علی خان نواب آف رامپور نے برداشت کئے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں اس چھت میں

Marfat.com

دو ایک جگہ پر دراڑیں پڑ گئیں جس کے بعد جل پائی گوڑی (بنگال) کے رئیس نواب زادہ غلام کبریا نے چھت کے ایک حصّے کی تعمیرِ نَو کرائی۔

خواجہ غریب نوازؒ کے روضہ کے جنوب میں بی بی حافظہ سیّدہ جمالؒ کا حجرہ ہے۔ حجرہ پر کوئی سن تحریر نہیں اور اس بارے میں تاریخ کی تحقیق بھی نامکمل ہے — قیاس اغلب ہے کہ یہ حجرہ شاہ جہاں کے عہد میں بنوایا گیا کیونکہ یہ مغلیہ ذوق کی غمازی کرتا ہے۔ مغربی حجرہ میں حور النساء بیگم المعروف چھوٹی بیگم بنت شاہ جہاں دفن ہیں جن کا انتقال ۱۰۲۵ھ میں ہُوا۔ تزک جہانگیری میں ان کی تاریخ وفات ۲۹ جمادی الاوّل اور بادشاہ نامہ میں ۲۴ ربیع الثانی لکھی گئی ہے۔ جہانگیر اپنی پوتی کے انتقال کے موقع پر اجمیر ہی میں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے حُور النسأ کو دفنایا۔ شہزادی کی قبر پر پکھراج کی تختی لگی ہوئی ہے۔ اس حجرہ کے شمال جنوب سمتوں میں سنگِ مرمر کا احاطہ ہے، جس کے دو دروازے ہیں۔ مغرب کا مکّی دروازہ کہلاتا ہے۔ اسے بہشتی دروازہ بھی کہتے ہیں۔ جنوب میں شمال رویہ بلند و بالا مرین دالان رئیس کرناٹک نواب والاجاہ کا بنایا ہُوا ہے جس میں حضرت معین الدین خسروؒ، شیخ بایزیدؒ، حضرت قیام الدینؒ بابر بال اور سید الملک نبیرہؒ سپردِ خاک ہیں۔ یہ دالان ماہ رجب ۱۲۵۷ھ میں تعمیر کرایا گیا اور اس پر فرمانروائے دہلی شاہ عالم نے نواب صاحب کو امیر الہند کا خطاب دیا ؎

سال تاریخش بجو درا ایں دعا — باد وائیم قائم ایں فرخ بنا

Marfat.com

از جلوس شاہ پنج دسی طلب شُد مرتب در مہ پاک رجب ۱۲۰۷ھ

درگاہ خواجہ غریب نوازؒ کے مشرقی حصّہ میں بہت سے درخت اُگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک درخت بڑ کا ہے، جو بہت پرانا ہے۔ اس درخت کے متعلق روایت ہے کہ اجے پال جوگی نے جب خواجہ غریب نوازؒ پر ایک خونخوار سانپ پھینکا، تو آپ نے اسے اپنے سانس سے فوراً ہلاک کر دکھایا۔ بعد ازاں آپ نے اس سانپ کو دفن کر دیا۔ چند روز بعد اس سانپ کی جگہ ایک درخت اُگ آیا۔ عرصہ دراز سے اس درخت کی یہ تاثیر چلی آتی ہے کہ جب کسی کو سانپ کاٹ جائے، اس درخت کی پتیاں پیس کر پانی میں ملا کر اسے پلا دی جائیں تو زہر فوراً جاتا رہتا ہے۔ عقیدت مند درخت کی پتیوں کو تریاق سمجھتے ہیں۔

روضہ خواجہ غریب نوازؒ کے قریب ایک ایسی تاریخی مسجد بھی ہے، جو پانچ ناموں سے مشہور ہے۔ اسے ابتدا میں سلطان محمود خلجی نے ۱۴۵۵ء میں تعمیر کرایا تھا۔ سلطان محمود خلجی فرمانروائے مالوہ تھا۔ اس نے چار دن میں اجمیر کا قلعہ فتح کیا اور قلعہ دار گجادھر کی فوج اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی، خود قلعہ دار گجادھر مارا گیا۔ سلطان محمود خلجی نے اس کامرانی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ سب سے پہلے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار کا طواف کیا اور سرہانہ کی جانب قدرے فاصلہ پر واقع بُت خانہ کی جگہ ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی اور خواجہ نعمت اللہ کو سیف خان کا خطاب دے کر اجمیر کی حکومت ان کے سپرد کی۔

Marfat.com

سلطان محمود خلجی کی بنائی ہوئی یہ مسجد 'مسجد محمود' کہلائی ۔ عہد جہانگیری میں مرورِ ایّام کی وجہ سے یہ مسجد خستہ حال ہو چکی تھی ۔ اُس وقت کا نقشہ جواہر مجددیہ میں یوں رقم ہے " یہ مسجد نہایت خمیدہ تھی ، لوگوں کو ہر وقت اندیشہ لاحق رہتا تھا کہ کہیں زمیں بوس نہ ہو جائے ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اجمیر میں قیام کے دوران یہاں نماز پڑھنے جاتے ۔ ان کی توجہ اس مسجد کی حالت زار پر مبذول کرائی گئی تو انھوں نے فرمایا " مطمئن رہو ، یہ ابھی نہیں گرے گی "۔ جب حضرت مجدّد الف ثانیؒ اجمیر سے رخصت ہوئے اور ابھی شہر سے باہر ہی قدم رکھا تھا کہ یہ مسجد گر گئی ۔ انہدام کے بعد شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے اس مسجد کی از سر نو تعمیر کرائی گئی اور اس کا نام مسجد جہانگیری رکھ دیا گیا ۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں اس مسجد کی تزئین و آرائش پر بہت کچھ صرف کیا گیا ۔ اس اعتبار سے یہ 'مسجد عالمگیری' کہلانے لگی ۔

مسجد جہانگیری کو مسجد صندل خانہ بھی کہتے ہیں ۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عرس مبارک خواجہ غریب نوازؒ کے دنوں میں یکم سے نویں رجب تک ہر سال اس میں صندل مسائی ہوتی ہے اور صندل مزار شریف کی نذر کیا جاتا ہے ۔ مسجد صندل خانہ کو 'مسجد پھول خانہ' کا نام بھی سرفراز کیا گیا ہے ، کیونکہ تربت سرکار غریب نوازؒ سے روزانہ صبح اور شام کے وقت جو پھول اتارے جاتے ہیں وہ اسی مسجد میں رکھے جاتے ہیں ، یہ پھول ملوسر کے کنوئیں میں ڈال دیئے جاتے ہیں ۔

Marfat.com

بادی النظر میں اس مسجد کو دیکھ کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی اُمّت کی آبرو جھلکتی ہے۔ مسجد کے نقش و نگار بڑے پُرکشش ہیں۔

اکبر نامہ کی جلد دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمیر میں جلال الدین اکبر کا ورود شہزادہ سلیم کی پیدائش کے چھ ماہ بعد ہُوا۔ اس موقع پر جہاں پناہ نے ایک عالی شان مسجد کی تعمیر کا حکم دیا، جو آج اکبری مسجد کہلاتی ہے۔ یہ مسجد سنگِ سُرخ کی بنی ہوئی ہے اور مربع شکل میں ہے۔ اس کا طول اور عرض ۱۴۰ × ۱۴۰ فٹ ہے۔ مینار کی اونچائی ۵۶ فٹ ہے۔ صحن میں ہشت پہلو حوض ہے۔ 'ہربلاس ساردا' کی تاریخِ اجمیر کے مطابق اس مسجد میں ایک کنواں بھی ہوتا تھا۔ جس کا پانی حوض میں آتا تھا۔ مگر یہ کنواں رفتہ رفتہ مٹی سے بھر گیا۔ اس مسجد کی مرمت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں نواب غفور علی دانا پوری نے کرائی۔ آج کل اس مسجد میں دارالعلوم معینیہ عثمانیہ قائم ہے۔ اس کے متصل سلطان التمش کے بنوائے ہوئے حمام کے آثار دو ایک شکستہ دیواروں کی صورت میں زمانہ کی صاعقہ ریزیوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک دالان ہے جو خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس کے علاوہ میا بائی کی مسجد واقع درگاہ بازار اور اکبر اعظم کے درباری گویّے تان سین کی بیٹی تلوک دیئی کی بنائی ہوئی 'مسجد تلوک دیئی' بھی اجمیر کی قابلِ ذکر مسجدیں ہیں۔ مؤخر الذکر مسجد کے دروازے پر یہ کتبہ واضح الفاظ میں نظر آتا ہے۔

"ایں مسجد را بائی تلوک دیئی کلانونت، بنت میاں تان سین

Marfat.com

کلانونت راست کردہ است ۱۰۶۲ھ"

مسجد اجمیری، ان دنوں قلندری مسجد کہلاتی ہے۔ یہ ایک تاریخی مسجد ہے جہاں خواجہ غریب نوازؒ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس مسجد کے سامنے نظام سقے کی قبر ہے۔

اجمیر کی جامع مسجد شاہجہانی بھی رفعت وسطوت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ مسجد کے دروازے پر یہ کتبہ نصب ہے "قبلۂ اہلِ زماں شد مسجدِ شاہِ جہاں" مسجد کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب شاہ جہاں اُودھے پور فتح کرنے کے بعد سرکار غریب نوازؒ کے مزار کی زیارت کے لئے آیا تو اس نے ایک خوبصورت اور پرکشش مسجد بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ مسجد تقریباً نو برسوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ مسجد کی محرابوں پر ۳۳۔ اشعار کندہ ہیں اور ان کے آخری مصرعہ سے سنِ تعمیر ۱۰۴۷ھ نکلتا ہے۔ مصرعہ یہ ہے:

"بنائے شہنشائے رُوئے زمیں"

محرابوں پر لکھے ہُوئے اشعار شاہجہان کی محبّت و وارفتگی کے مظہر ہیں کہ وُہ دِل میں ایسی مسجد کی تعمیر کا کس قدر ارادہ رکھتا تھا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

شنیدم زخاصانِ فرخندہ خال — کہ پیش جلوس اور اتصال
شہنشاہ دیں پرور دیں پناہ — فلک قدر شاہ جہاں بادشاہ
پناہ امم صاحب تخت وتاج — کہ وارد شریعت بعہدش رواج

Marfat.com

پس از فتح رانا بصد عز و جاہ　　بدولت در اجمیر زد در بارگاہ
در آں روضہ پاک مسجد نبود　　دلش را تمنائے مسجد فزود

خداوند را با خدا شد قرار
کہ ماند ازو مسجدے روزگار

سنگِ مرمر کی اس مسجد پر دو لاکھ چالیس ہزار روپے صرف ہوئے۔ شاہ جہاں نے مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر سب سے پہلے خود گنبد کے نیچے بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھی اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ مسجد کا بالائی حصہ جو مسقف ہے ۱۴۸ فٹ لمبا اور ۲۵ فٹ چوڑا ہے۔ اس پر دہرے گیارہ درے بنے ہوئے ہیں۔ بیرونی صحن کی لمبائی ۱۵۶ فٹ اور چوڑائی ۴۵ فٹ کے قریب ہے۔ صحن کے مشرق، جنوب اور شمال میں سنگِ مرمر کا کٹہرہ ہے جس کے پانچ دروازے ہیں۔ ایک ایک جنوبی اور شمالی جانب، جب کہ تین مشرقی سمت میں۔ مسجد کی اندرونی وسطی محراب پر کلمہ طیّبہ سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ مسجد کے پہلو میں ایک گہری جھیل ہے جو جھالرہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بھی شاہجہان کی تعمیر کردہ ہے۔

تقریباً چار ہزار برس پرانے اجمیر میں اندرسین کا بنایا ہوا ایک بُت خانہ تھا جس میں سینکڑوں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں۔ سلطان شہاب الدین غوری نے جب ۵۹۵ھ میں اجمیر کو فتح کیا تو اس نے بُت خانہ کو مسمار کر کے غربی

Marfat.com

دیوار کے بیچوں بیچ سنگِ مرمر کی ایک محراب تعمیر کر کے ایک مسجد بنوائی ۔ کہتے ہیں کہ یہ مسجد اڑھائی دن میں تیار ہوئی اور اس طرح سے اس کا نام اڑھائی دن کا جھونپڑا پڑا ۔ یہاں پر سب سے پہلی نماز جمعہ ۲۱ جمادی الآخر ۵۹۵ھ کو سلطان نے خود پڑھائی ۔ ۶۱۴ھ سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کو از سرِ نو تعمیر کرایا جو تا حال بندگانِ حق کی توجہ کا مرکز ہے ۔ اس مسجد کا طول ۸۴' اور عرض ۴۸ گز ہے ۔

سید میاں نے بھی جن کا لقب فرخ سیر بادشاہ کے وقت عبداللہ خان تھا اور وہ وزارت کے عہدہ پر فائز تھے ۔ اپنے جیتے جی اجمیر میں ایک باغ اور مسجد بنوائی تھی ۔ وفات کے بعد ان کے بیٹے امیر الامراء سیّد حسین علی خان نے انھیں اسی باغ میں دفن کیا اور شاندار مقبرہ بھی تعمیر کرایا جو تا حال قائم ہے ۔ سید میاں کے ساتھ ہی ان کی رفیقۂ حیات سپردِ خاک ہے اور سید میاں کی تربت پر اَللّٰہُ بَاقیٍ مِن کُلِّ فَانٍ اور سن ۱۱۲۷ھ تحریر ہے ۔

مسجدوں کے شہر اجمیر میں ایک قدیم عیدگاہ بھی ہے ۔ یہ عیدگاہ ۱۱۸۶ھ میں تعمیر کی گئی ۔ اس کا طول ۱۳۰ گز اور عرض ۴۰ گز ہے ۔ چار دیواری انتہائی پختہ اور بے حد خوب صورت ہے ۔ چار دیواری میں ایک باغیچہ ہے جس میں کھلے ہوئے رنگ رنگ کے پھول ہر دم دلوں کو فرحت و تازگی بخشتے ہیں ۔ بس اسی کا نام عیدگاہ ہے ۔

Marfat.com

اجمیر معلیّٰ کے سبھی دروازے درگاہِ خواجہ غریب نوازؒ کی سمت کھلتے ہیں۔

ان میں بلند دروازہ عالمی شہرت کا حامل ہے۔ یہ دروازہ شہر کی تمام عمارات سے اونچا ہے۔ اسی لئے اس کو بلند دروازہ کہا جاتا ہے۔ اسے سلطان محمود خلجی نے بنوایا تھا۔ جب کہ بعض تاریخوں میں اسے غیاث الدین بلبن کے دَور کی یادگار لکھا گیا ہے۔ مسٹر رائے بہادر کی تحقیق ہے کہ بلند دروازہ ۱۵۰۰ء میں مکمل ہُوا۔ اس کا بانی بلبن تھا اور اس کی تعمیر میں اکتیس سال لگے۔ سنگِ سرخ کے اس دروازہ کی بلندی ۷۵ فٹ ہے۔ اس دروازہ کی تین چھتریاں درجہ بدرجہ گوشہ شمال میں اور دروازہ کے اُوپر اور دو گوشہ جنوب اور مشرق میں ہیں۔ ان چھتریوں کی کُل تعداد دس ہے۔ اس مناسبت سے دس چھتریوں کا دروازہ بھی کہتے ہیں۔ 'احسن السیر' جو ۱۲۸۵ء میں لکھی گئی کی تحقیق کی روشنی میں یہ دروازہ کسی قدیم بُت خانے کا تھا کیونکہ شمالی چھتریاں پہلے کی تعمیر شدہ معلوم ہوتی ہیں اور ان کا طرزِ تعمیر قدیم مندروں سے مشابہ ہے اور بعض جگھوں پہ تو جین مذہب کی مسخ کی ہوئی مورتیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلند دروازہ میں ترمیم کر کے اسے اسلامی روحانی فکر کا امتیازی نشان بنانے کی سعی غیاث الدین بلبن یا محمود خلجی نے ہی کی ہوگی۔

بلند دروازہ کی مشرقی سمت میں حجرے ہیں اور اس کے چبوترے پر حضرت مولانا شمس الدینؒ المعروف سیّد احمد آسودۂ خاک ہیں۔ مغرب میں ایک

Marfat.com

بہت بڑی دیگ ہے جسے جلال الدین اکبر نے مراد بر آنے پر چڑھایا تھا کیونکہ اس نے عہد کیا تھا کہ چتوڑ گڑھ کے قلعہ کی تسخیر کے بعد دیگ نذر کروں گا۔ اس دیگ میں کم وبیش سوا سو من چاول آسانی سے پک جاتے ہیں۔ اس دیگ کا محیط تیرہ گز اور پیٹا تقریباً ساڑھے بارہ گز ہے۔ اس پر یہ تاریخ مرقوم ہے۔

"شاہ دیں پرور و جمشید سر بر
خسرو صد محمّد اکبر
ساخت بے شمہ بہ فتح چتوڑ"

بلند دروازے کے مشرق میں چھوٹی دیگ رکھی رہتی ہے۔ اسے ۱۰۲۲ھ میں نور الدین جہانگیر نے آگرہ سے بنوایا تھا اور خواجہ غریب نوازؒ کی درگاہ پر آکر چڑھایا تھا۔ اس میں ساٹھ من چاول آسانی سے پک جاتے ہیں۔ دیگ پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

بہ دنیا با دوائم نعمت دیگ جہانگیری

نقار خانہ شاہجہانی کو درگاہ شریف کی تاریخ لکھنے والے دورِ شاہجہاں کی یادگار بتاتے ہیں، چونکہ اس دروازہ پر سن تحریر نہیں اور نہ ہی اس کی مماثلت شاہجہانی عہد کی عمارتوں سے ملتی ہے اس لئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ دروازہ بھی بلند دروازہ یا اکبری مسجد کا حصّہ ہوگا۔ البتّہ اس کی تزئین و مرمّت شاہجہان کے عہد میں ہوئی، کیوں کہ اس کے شمال کی جانب

Marfat.com

کلمہ طیبہ کے نیچے یہ شعر درج ہے ؎

بعہد شاہ جہاں بادشاہ دیں پرور
زود وہ ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر

دروازہ کی ساری عمارت سنگِ سُرخ کی اور باقی دروازے لکڑی کے ہیں جن پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے مقابلے میں 'نقارخانہ عثمانی' جدید طرز پر تعمیر کیا ہُوا دروازہ ہے۔ اس کی تعمیر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں ہُوئی اور اسے دہلی کے ایک ہندو ٹھیکیدار نے بیالیس ہزار روپے کے اخراجات سے مکمل کرایا۔ یہ سارا کام سرکاری سپرد ائزر مولوی حبیب اللہ کی نگرانی میں ہُوا۔

غیر شاہی عمارات کے زمرہ میں 'شاہ قلی' کا مقبرہ آتا ہے۔ شاہ قلی خان کا اصلی نام محمد تقی بخش تھا۔ اکبر کے دارالحکومت میں وہ اجمیر کا صوبیدار بنا، اس کی حسرت تھی کہ وہ خواجہ کی نگری میں دفن ہو۔ اسی لئے اس نے یہ مقبرہ خود تعمیر کرایا تھا۔ مگر شاہ قلی خان کو اس میں دفن ہونا نصیب نہ ہُوا۔ اس نے ۱۰۰۸ھ میں آگرہ میں وفات پائی اور وہیں دفن کیا گیا۔ اس وقت شاہ قلی خان کے سوا مقبرہ میں اور بہت سی قبریں ہیں۔

شہنشاہ جہانگیر نے تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ "اجمیر کے قریب ایک درّہ واقع ہے جو نہایت ہی دلکش اور خوش نما ہے۔ اس درہ کے آخر میں ایک چشمہ ہے جس کا پانی ایک بڑے تالاب میں جمع ہوتا ہے۔ یہ چشمہ اور درہ بی بی حافظ

Marfat.com

جمالؒ کے نام سے مشہور ہے، جب میں یہاں سے گزرا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہاں ایک عالی شان عمارت تعمیر کردوں۔ چنانچہ میں نے اپنے ارادے کو پورا کیا۔"

چالیس گز مربع کی شکل میں بنا ہوا یہ چشمہ آج بھی موجود ہے اور فی زمانہ سعید گیلانی زرگر باشی کے رکھے ہوئے نام 'چشمۂ نور' سے مشہور ہے۔ اَز منۂ قدیم اس چشمہ کی جگہ اجے پال کا بسایا ہوا شہر تھا۔ پاس ہی ایک پہاڑی پر گنج شہزاد' واقع ہے جہاں امیر ترخان شہید کے علاوہ کثرت سے اولیاء اللہ کے مزارات ہیں، چشمۂ نور کے علاوہ اجمیر میں راجہ آنا ساگر کا تالاب ابھی تک ہے جس کا طول تنو گز اور عرض تنو گز ہے۔ اس تالاب سے ندی ساگرمتی نکلتی ہے جو دریائے سونی میں جاکر مل جاتی ہے۔ اس تالاب کے پاس شاہجہان کا بنوایا ہوا دولت خانہ ہے۔

اجمیر کے مشرقی حصہ میں ریلوے اسٹیشن کے نزدیک راجہ بیلدیو نے بھی ایک تالاب بنوایا تھا۔ ابتدا میں اس تالاب کے اردگرد بت خانے ہوا کرتے تھے جنھیں سلطان محمود غزنوی نے نیست و نابود کر دیا تھا۔ تالاب کا فرش سنگین ہے۔ وسط میں دو ٹیلے تھے جن پر جہانگیر بادشاہ نے اپنا ایک چھوٹا سا محل تعمیر کرایا۔ آجکل یہ تمام چیزیں غارت ہو چکی ہیں۔ صرف تالاب موجود ہے اور اس کی شکل بیضوی ہے۔ اس سے تقریباً اڑھائی میل کی مسافت پر ایک اور تاریخی تالاب ہے اُسے 'تالاب پھکر' کہتے ہیں۔ اس تالاب کے اردگرد پہاڑ ہیں۔ شمال میں تناگر پربت، جنوب میں نیلگری، مشرق میں کٹ کاکترا اور مغرب

Marfat.com

میں سُونا گڑھ کے پہاڑ ہیں۔ یہ مصنوعی پہاڑ اورنگ زیب عالمگیر نے بنوایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کسی زمانے میں سنگِ سُرخ کی بنی ہوئی مسجد ہوتی تھی، اس وقت تو یہ مسجد موجود نہیں، البتہ جہانگیر بادشاہ کے ذاتی ملازم رانا شنکر کا بنوایا ہُوا مندر ابھی باقی ہے آجکل یہاں مویشیوں کا میلہ لگتا ہے۔

قلعہ تاڑا گڑھ اجمیر میں آنے والے سیّاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے اسے پُرانا قلعہ بھی کہتے ہیں۔ یہ قلعہ پرتھوی راج نے بنوایا تھا۔ سارا قلعہ سنگِ مرمر کا بنا ہُوا ہے۔ اس قلعہ کو پہلے ولید بن عبدالمالک مروانی بادشاہ شام وعرب نے فتح کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بعدازاں سپہ سالار محمدؒ بن قاسم جب سندھ اور گجرات پر اپنا تسلط جمانے کے بعد اجمیر کی جانب بڑھا تو اس وقت راجہ دولہا رائے نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور مارا گیا۔ اس طرح یہ قلعہ تاراگڑھ اوّل صدی ہجری میں فتح ہُوا۔

قلعہ کے ساتھ ہی حضرت سیّد حسین خنگ سوار شہید کی درگاہ ہے جنھوں نے ۱۷ رجب المرجب ۵۹۷ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک ۱۰۲۴ھ میں اکبر اور جہانگیر کے سپہ سالار اعتبار خان خواجہ سرا المعروف ممتاز خان نے بنوایا تھا۔ مزار سے کچھ فاصلے پر آپ کے گھوڑے کی قبر ہے جو آپ کے ساتھ ہی مارا گیا تھا۔

اجمیر میں بیشتر بزرگانِ اسلام کی چلّہ گاہیں ہیں ان میں خواجہ غریب نوازؒ،

Marfat.com

شیخ فرید الدینؒ گنج شکر، سالار غازیؒ، حضرت قطب اولیاؒ، سید بدیع الدینؒ المعروف شاہ مدار اور بڑے پیر صاحبؒ کی چلّہ گاہیں زیارت گاہ انام ہیں۔ یہاں متعلقہ بزرگوں کے یوم وصال پر عرس بھی منعقد ہوتے ہیں۔

خواجہ غریب نوازؒ کے خلفائے اصغر میں زیادہ تر اجمیر ہی کی تہِ خاک دفن ہیں۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت امام[1] الدینؒ دمشقی، حضرت نیاز[2] اللہؒ خراسانی، حضرت احمد[3] شہابؒ کوفوی، حضرت دوڈ[4] الدینؒ، حضرت خواجہ محی[5] الدینؒ، حضرت غلام[6] ترک ہادیؒ، حضرت سلطان[7] شاہؒ، حضرت[8] احمد خانؒ دُرّانی، حضرت قادر[9] سعیدؒ، حضرت سبحان[10] علی جمیقیؒ، حضرت امیر[11] برہانجی، سدا[12] سہاگؒ، حضرت حاجی محمد[13] عفرتؒ، حضرت سونحی[14] بہادر شاہؒ، حضرت مردغار[15] خانؒ ترک، حضرت مراد[16] بیگ مغلؒ، حضرت نعمت[17] احمد صفاؒ، حضرت محمود[18] احمدؒ، حضرت روما[19] واکبر شاہؒ، حضرت غریب[20] اصغرؒ، حضرت شہاب[21] ولیؒ، حضرت سردار[22] احمدؒ، حضرت ظہیر[23] الدینؒ، حضرت معروف[24] شاہ قریشیؒ، حضرت عبد[25] الغفارؒ، حضرت حسن[26] دودجیؒ، حضرت کریم[27] احمد شاہؒ، حضرت خواجہ برہان[28] الدینؒ، حضرت شیخ[29] احمدؒ، حضرت[30] شیخ محمد محسنؒ، حضرت خواجہ سلیمان[31] کرشکیؒ، حضرت شیخ صدر[32] الدینؒ، حضرت[33] فتح محمد فتار خواجہؒ۔

ان تمام تاریخی یادگاروں، قلعوں، تالابوں، مسجدوں اور چلّہ گاہوں کی رونقیں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مرکزِ روحانیت سے قائم و دائم ہیں

Marfat.com

جہاں بادشاہ و فقیر، محمود و ایاز بن کر آتے ہیں۔

Marfat.com

مردِ قلندر کی بارگاہ میں

سفرِ حرم

Marfat.com

○

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

(اقبالؒ)

○

"میں نے خواجہؒ کی قبر کو ہندوستان میں
بادشاہت کرتے دیکھا ہے۔"

(لارڈ کرزن)

○

Marfat.com

اللہ اللہ کتنی مبارک اور مقدس ہے اجمیر کی سرزمین کہ جس کی آغوش میں سرکار غریب نوازؒ استراحت فرما ہیں۔ سورج یہاں دن بھر سایۂ فگن رہتا ہے اور اس کی روپہلی کرنیں سفید گنبد کے مکینوں کو اپنی ایمان افروز حدت سے گرما دیتی ہیں۔ پھر رات کے وقت چاند اور ستاروں کی ٹھنڈی روشنی، پھولوں کی لطافت بخش بھینی بھینی خوشبو کے ساتھ دلوں کو کیف آگیں سرور بخشتی ہے۔ آسمان کے آوارہ سرمئی بادل میگھ ملہار کے ترنّم میں بارانِ رحمت سے کدورتوں کا غبار دھو دیتے ہیں اور مدینے کی جانب سے آنے والی بادِ صبا بھی چپکے چپکے ہولے ہولے۔ سفیرِ حرم کی بارگاہِ الفت میں شہِ بطحاؐ کا سلام پیش کر کے یوں ادب و احترام سے گزر جاتی ہے کہ خواجہ غریب نوازؒ سوئے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ یہ مرکزِ علم و عرفان ہے جو آٹھ سو سال سے مرجع انام ہے۔ اس کی شعاعوں سے لاکھوں افراد سکون و

Marfat.com

راحت کی دولت سے متمتع ہوتے ہیں اور دیوانہ وار جھوم جھوم کر کہتے ہیں ؎

نہ تخت وتاج میں نے لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

مردِ قلندر کی بارگاہ' سلطان الہند کا دربار اعلیٰ مقام ہے جہاں مختلف مذاہب واقوام کے اکابر وصفاء سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور وفورِ عقیدت میں اس حد تک سرشار ہو جاتے ہیں کہ سرکار غریب نواز کی بارگاہ میں حاضری کو زہد و اتقاء کا جزو سمجھنے لگتے ہیں۔ ان کی زبان، شعری جذبات کی ترجمان بن جاتی ہے۔

جب لطف بندگی ہے ادا یوں نماز ہو
اور خواجہؒ کے در پہ میری جبینِ نیاز ہو

اسلام میں بارگاہِ صمدیت کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ حرام ہے اور اس ارشاد خداوندی پر عمل پیرائی کی تلقین سرکار غریب نوازؒ نے بھی متعدد بار فرمائی۔ ان کے آستانہ عالیہ پر جو لوگ سجدہ ریزی کی بجائے دیدہ ریزی کی غرض سے حاضری دیتے ہیں اور ان کے وسیلے سے فیوض وبرکات کے لئے دست بہ دُعا ہوتے ہیں۔ ان کی بے قرار نگاہیں انتظار میں پکار رہی ہوتی ہیں ؎

خواجہؒ ہی آ رہے ہیں بنانے کے واسطے
پھر کیوں نہ ہم کو اپنے مقدّر پہ ناز ہو

عامۃ الناس سے قطع نظر، سلف الصالحین میں شاید ہی کوئی ایسی بزرگ

Marfat.com

اور مقتدر ہستی ہو گی جس نے سرکار غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر معتکف و مراقب ہو کر کسبِ ضیاء اور استفادہ نہ کیا ہو۔ خواجہؒ کے دَر کی چوکھٹ پر نذرانۂ عقیدت و الفت پیش کرنے والے ایسے ہزاروں سلاطین با جبروت، مشاہیرِ عالم، صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے نام تاریخ کی آنکھ سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ مشہور انگریز وائسرائے لارڈ کرزن نے ۱۹۰۲ء میں دار الخیر اجمیر میں مردِ قلندر کی بارگاہ میں حاضری کے وقت وفورِ جذبات میں آکر اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں بلیغ اشارہ کیا تھا کہ "مَیں نے ایک قبر کو ہندوستان میں بادشاہت کرتے دیکھا ہے"۔

شہر اجمیر بھی ہے ہند میں آپ اپنی نظیر
تاجِ شاہی سے مرصّع ہے یہاں قبرِ فقیر

اَور پھر مردِ قلندر کی بارگاہ میں حاضری دینے والے امیر و غریب، شاہ و گدا، سب یکساں ہوتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ بھی یہاں گدا بن کر آئے اور فیض یاب ہو کر گئے۔ سلطان شہاب الدین غوری ۵۸۹ھ میں آپ کی زندگی میں ہی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوا۔ اس جیالے مجاہد کو خواجہ غریب نوازؒ نے کامرانی و فتح مندی کی بشارت دی تھی۔ وہ ایک بار پہلے ترائن کے مقام پر اجمیر کے مغرور راجہ پرتھوی راج سے شکست کھا چکا تھا۔ اس نے سرکار غریب نوازؒ کے خواب میں مژدۂ جانفزا سنانے کے بعد دوبارہ حملہ کیا، تو ظفر یاب رہا۔ اس کامیابی پر وہ سب سے

Marfat.com

پہلے مرد قلندر خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا ، اَدب سے سر جُھکا کر سلام کیا اور آپ کی قدمبوسی کی ۔ کہا "حضور مجھ حقیر ناچیز کی کیا مجال ہے ، یہ سب کچھ آپ کی دُعا اور اللہ کا کرم ہے کہ اُس نے مجھ جیسے معمولی انسان کو خدمت کے لئے منتخب کیا ۔ آپ نے بشارت و دعوت دی مَیں تعمیلِ ارشاد میں چل دیا ۔"

۶۱۵ھ میں سُلطان شمس الدین التمش نے آپ کے جمالِ تبسّم سے ضیأ پائی ۔ اس وقت خواجہ غریب نوازؒ اللہ و تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے بقید حیات تھے اور آپ کے فیض اور کشف و کرامات کی شہرت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی ۔ سلطان شمس الدین بھی چاندنی رات میں اجمیر شہر سے پیدل چل کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا اور آپ کے لعابِ دہن کو اپنی آنکھوں سے لگا کر سُرورِ ابدی حاصل کیا ۔ چاند نے یہ منظر دیکھ کر یقیناً ستاروں سے سرگوشی کے انداز میں کہا ہوگا ؎

تِرا جلوہ ہے نورِ چشمِ حق بیں ،
تری الفت سُرورِ دل ہے خواجہؒ

خواجہ غریب نوازؒ کے انتقال کے بعد بھی ایک دُنیا آپ سے فیض یاب ہوتی رہی ۔ آپ چونکہ ایک شخصیت ہی نہیں ، بلکہ اپنے عہد کے علمبردار تھے ۔ اس اعتبار سے آپ کی روحانیت کا سکّہ ہر دَور میں رائج رہا اور ہزاروں اور لاکھوں

Marfat.com

افراد کے علاوہ جن میں فرزندانِ توحید بھی شامل ہیں اور غیر مسلم بھی، آپؒ کے مزار پر حاضری دینے آتے رہے ۔ یہ ربط و ضبط تادمِ تحریر جاری ہے اور انشاءاللہ العزیز جاری و ساری رہے گا ۔ بنا بریں متعدد اولیائے کرام، سلاطینِ باقبال مشاہیرِ عالم اور کئی سیاسی شخصیتوں کے لئے آپؒ کا مزار پُرانوار توجہ کا مرکز بنا رہا ہے ۔ ان میں مشائخ پاک و ہند سرفہرست ہیں ۔

مردِ قلندر خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں مشایخ ہند میں سب سے پہلے حضرت خواجہ فریدالدینؒ گنج شکر نے حاضری دی اور بے شمار انعامات و برکات حاصل کیں ۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ کی تالیف 'راحت القلوب' میں جسے آپؒ کے ملفوظاتِ طیّبات کا مجموعہ گردانا جاتا ہے، اس حاضری کا اجمالاً تذکرہ ملتا ہے ۔ خواجہ فریدالدینؒ گنج شکر فرماتے ہیں کہ مَیں کئی روز تک شیخ الاسلام خواجہ معین الدینؒ چشتی کے مزار پر معتکف رہا ۔ نمازیں ادا کیں اور قرآن شریف پڑھا ۔ ایک رات مَیں نے متعدد سپارے تلاوت کئے ۔ اسی دوران سورہ مریم یا سورہ کہف میں سے کسی آیت میں ایک لفظ پڑھنا بھول گیا تو حضرت کے مزار سے آواز آئی ۔

"فلاں لفظ رہ گیا ہے آیت دوبارہ پڑھی جائے ۔"

مَیں نے حکم کی تعمیل کی ۔ پھر آواز آئی ۔

"شاباش، لائق فرزند ایسے ہی ہوتے ہیں ۔"

Marfat.com

منزل کے اختتام پر میں نے اپنا سر مزار شریف کی پائنتی پر رکھ دیا اور بہ چشمِ نم عرض کی ۔

" مجھے معلوم نہیں کہ کس جماعت کے لوگوں میں شمار ہوتا ہوں ۔"

فوراً جواب ملا ۔" جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے ، حقیقت میں اس کا شمار بخشے ہوئے لوگوں میں ہے ۔"

یہ سُن کر مجھے اطمینان ہُوا اور میں بہت سی نعمتیں لے کر اجمیر سے رخصت ہُوا۔"

حضرت خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر کو جس نماز پر خواجہ غریب نوازؒ نے مغفرت کی بشارت دی ، وہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی رات کو پڑھی جاتی ہے ۔

خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر ذوالحجہ ۶۲۳ھ میں اجمیر تشریف لائے تھے ۔ اس وقت ان کے مُرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا انتقال ہو چکا تھا ۔ اجمیر کی آبادی ایک گاؤں سے زیادہ نہ تھی ۔ سرکار غریب نوازؒ کی تربت ایک حجرہ میں تھی جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی تھی اور تھوڑے ہی فاصلہ پر خدام کی جھونپڑیاں تھیں ۔ خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر شہر سے پیادہ مزار تک چل کر آئے ۔ کاندھے پر کمبل ، بغل میں جانماز اور گلے میں حمائل شریف تھی ۔ پہلی ہی نظر میں اس مست الست بوریہ نشین کو پہچانا نہ گیا اور جب معلوم ہُوا کہ یہی مرد درویش اپنے وقت کا سُلطان چشت ہے تو خلقتِ خدا کا ہجوم آپ کے گرد رہنے لگا ۔

آپؒ نے اجمیر میں چلّہ کشی بھی فرمائی جو سلطان محمود خلجی کی تعمیر کردہ مسجد کے عقب

Marfat.com

میں زیرِ زمین ہے۔

"سیرالاولیاء" میں مذکور ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا انتقال ۷۲۵ھ میں ہوا تو ان کی جدائی نے حضرت مولانا فخر الدین زراویؒ کو بیکل کر دیا۔ آپؒ حضرت محبوب الٰہیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مرشد سے قلبی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ ان کی رحلت پر ذہنی سکون متزلزل ہو کر رہ گیا اور ہر وقت سفر میں رہنے لگے۔ فیروز آباد میں تو کبھی سونی پت میں دن جنگلوں میں گزرے اور راتیں صحراؤں میں۔ آخر ایک وقت میں اجمیر تشریف لائے تو اطمینانِ قلب کی دولت پائی اور کئی روز تک خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پر معتکف رہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور بقول خواجہ نصیر الدینؒ محمود چراغ دہلوی "سلوک میں جو منزل ہم نے ایک گھنٹہ میں طے کی فخر الدین زراوی نے پل بھر میں کی۔" اجمیر میں خواجہ غریب نوازؒ کے مزار مقدس پر انھوں نے کئی منازل طے کیں اور فیوض و برکات سے نوازے گئے۔ بعد میں بھی کئی مرتبہ اجمیر معلیٰ میں حاضری دی۔

مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت مولانا جلال الدینؒ بخاری نے بھی اپنے سفر نامہ میں مرد قلندر غریب نوازؒ کے مرقد مطہر کی زیارت کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ فقیر جب آپؒ کے مزار پر حاضر ہوا تو عرض کی۔

"السلام علیکم یا خواجہ معین الدین چشتیؒ مجھے دست بوسی کا شرف بخشئے!"

چنانچہ تربت انوار سے آپ کا دست مبارک برآمد ہوا اور وعلیکم السلام

Marfat.com

کی آواز بھی آئی۔

یہ منظر دیکھ کر خدام متحیر رہ گئے اور اجمیر کی مخلوق اس درویش کی مسخر ہو گئی۔

مخدوم جہانیاںؒ نے اپنے والد ماجد شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ سے فیض حاصل کیا۔ ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ حضرت شیخ الشیوخ خواجہ نصیر الدینؒ چراغ دہلوی کے بھی مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۰ ذوالحجہ ۷۸۵ھ کو وفات پائی اور ملتان کے قریب اوچ شریف میں دفن کئے گئے۔ ساری عمر سیر و سیاحت میں گزاری۔ مشائخ و علماء سے ملاقاتیں کیں۔ چنانچہ اجمیر بھی آئے۔

حضرت مولانا جلال الدینؒ بخاری کے بعد جس ولی اللہ کی حاضری لکھی گئی وہ نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ میر سید محمدؒ کالپوری ہیں۔ حضرت شیخ ابوالعلیٰؒ کے جانشین تھے۔ آپؒ نے ساری زندگی بوریہ نشینی میں گزاری اور درس و تدریس میں دم آخر تک مصروف رہے۔ ۱۰۳۱ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کی لکھی ہوئی سورۂ فاتحہ کی تفسیر سند مانی جاتی ہے، خواجہ غریب نواز سے محبت، عقیدت کی حد تک تھی۔ اپنے کو پروانہ اور خواجہ غریب نوازؒ کو شمع کہتے تھے۔ ناظمِ اجمیر بہادر خاں کنبو کے عہد میں، آپ اپنے فرزند دلبند میر سید احمد کے ہمراہ سفیرِ حرم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سات روز تک قیام فرمایا دوران مراقبہ آپؒ پر خود رفتگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے ’ماثر الکرام‘ میں قدیم حوالوں سے لکھا ہے کہ اس عالم خودی میں حضرت خواجہ بزرگؒ تشریف لائے

Marfat.com

اور میر سید محمدؒ کالپوری کی خدمت میں گلوری پیش کی۔ قدرے توقف کے بعد خود سپردگی کی کیفیت ختم ہوئی تو گلوری آپؒ کے ہاتھ میں تھی۔ 'خزینۃ الاصفیا' میں مرقوم ہے کہ آپؒ ہر سال خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر تشریف لاتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے برصغیر کے گوشے گوشے میں ایمان کی لازوال محبّت کی جو روشنی پھیلائی وہ دارالخیر اجمیر میں خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ عالیہ تک پہنچی۔ آپ مردِ قلندر سلطان الہندؒ کی بارگاہ میں دو بار حاضر ہوئے۔ ایک مرتبہ تو موسمِ گرما کی شدّت میں آپؒ بے شمار تکالیف برداشت کرتے ہوئے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار شریف تک پہنچے لیکن جونہی حاضری دی راستے کی سختیوں کا احساس تک جاتا رہا اور آپؒ وسیع تر رُوحانی نعمتوں سے بہرہ وَر ہُوئے۔ اس کے اشارات مکتوباتِ امامِ ربّانی میں ملتے ہیں۔ اجمیر میں ورودِ مسعود کے بارے میں صحیح سن و تاریخ کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ البتّہ جواہر مجددیہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں تشریف لائے اور نماز تراویح مزار غریب نوازؒ سے ملحقہ مسجد میں ہی ادا کرتے رہے۔ واپسی پر خواجہ غریب نوازؒ کی طرف سے ایک سفید چادر اُن کے حکم کے بموجب خادم نے حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی خدمت میں پیش کی۔ اس چادر کو آپؒ نے بڑے تقدس سے محفوظ رکھا، جب انتقال ہُوا تو آپؒ کی وصیت کے مطابق اسی سفید چادر سے تکفین ہوئی۔ جیسا کہ آپؒ نے فرمایا تھا۔

"لباس ازیں نزدیک تر بہ حضرت خواجہؒ نبود ناچار آں را بما لطف

Marfat.com

نمود برائے تکفین مانگہ دارید"۔

ترجمہ : حضرت خواجہ صاحبؒ کے پاس جو لباس تھا، عنایت فرمایا، اس کو میرے کفن کے لئے محفوظ رکھا جائے ۔

خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ سے خوش کام و بامراد ہونے والے یہ عظیم المرتبت صوفیائے کرام اور مشائخینِ عظام کی ایک معمولی سی جھلک ہے جو اپنے عہدِ عتیق کے سلاطینِ باکمال کو کشاں کشاں کِھلتے مہکتے پھولوں کی خوشبو کے پاس دارالعلوم اجمیر میں اڑالاتی رہی۔ یادوں کے یہ گلاب سفیرِ حرم کے چمن زار میں بدستور کِھل رہے ہیں، مہک رہے ہیں۔ ان کے مقدر میں حیاتِ جاوداں لکھی جا چکی ہے۔ مردِ قلندر کی بارگاہ دراصل ایک مہکتا ہُوا گلستان ہے جہاں سب سے پہلے سلطان محمود خلجی نے حاضری دی۔ ۸۵۹ھ میں وُہ تسخیرِ اجمیر کے ارادہ سے میدان کارزار کی طرف بڑھا اور فتح و نصرت کے بعد آستانہ معلّٰی پر حاضری دی۔ یہ حاضری مسلّمہ ہے۔ سلطان محمود خلجی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے خواجہ غریب نوازؒ کی حجرہ نما زیارت گاہِ خلائق کو ایک رفیع الشان مقبرہ میں تبدیل کیا۔ بعض مورّخین نے یہ تعمیر سُلطان غیاث الدین بلبن سے منسوب کی ہے۔ قیاس ہے کہ غیاث الدین بلبن بھی آپؒ کے مزار اقدس کی خاک بوسی کے لئے آیا تھا۔ تاہم سلطان محمود خلجی سے لے کر شیر شاہ سوری تک برصغیر پاک و ہند کے زیادہ تر حکمرانوں اور راجاؤں نے آپؒ کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ ان میں سلطان عدنان ۸۹۸ھ میں، شہزادہ بہادر شاہ

Marfat.com

منظفر گجراتی ۹۳۱ھ میں اور شیر شاہ سوری نے ۹۵۱ھ میں ہندالولیؒ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔

جن بادشاہوں کو تاریخ سلاطین باجبروت کے لقب سے یاد کرتی ہے، اُنھوں نے برصغیر پر اپنا تسلّط جمانے کے لئے برس ہا برس جنگیں لڑیں تب جاکر فاتح ہندوستان کہلائے۔ ان سلاطین باکمال نے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر احتراماً اپنی جبینیں جُھکا کر اس مردِ فقیر کے سلطان الہند ہونے کا اقرار کیا۔ جس کا مستقل قیام تو اجمیر میں تھا مگر تمام برصغیر جس کے زیرِ نگیں تھا اس نے شہنشاہوں کے سینوں کو ایثار کے جذبات سے گرمایا اور بتایا کہ ؎

غریب وسادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حُسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

لیکن داستانِ حرم میں جب سلطان جلال الدین اکبر نے تحریف کی جسارت کی اور اپنے چند رتنوں کی حمایت پر دینِ الٰہی کا اعلان کیا تو حضرت مجدّد الف ثانیؒ کفر کی ان آندھیوں کے مدّمقابل نکل آئے اور ابنائے وطن کو اعلائے کلمۃ الحق پر لبیک کہنے کے لئے پکارا۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی نگاہِ مردِ مومن سے جلال الدین اکبر کی تقدیر بدل گئی۔ اُس نے اپنے ناپاک ارادے کو تج کر اللہ کے حضور اس گناہ کی معافی مانگی اور سرخرو ہُوا۔ یہی سرخروئی اسے بعدازاں خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر لے آئی۔ اسے تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہُوئے

Marfat.com

چھ برس ہی ہوئے تھے اور شکار کے لئے وہ فتح پور سیکری جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے ملنگوں کی ٹولی کو خواجہ غریب نوازؒ کی شان میں ایک ہندی گیت گاتے سُنا۔ اس گیت نے اکبر کے ذہن پر بہت اثر کیا۔ وہ شکار کرنے کو آیا تھا لیکن خود شکار ہو گیا۔ اشعار نے قلبِ نہاں میں حضرتؒ کی الفت بیدار کر دی۔ وہ پہلی بار ۹۶۹ھ میں سُلطان سنجرؒ کی بارگاہ میں حاضر ہُوا اور مراسم آستانہ بصد شانِ خسروی ادا کئے اور آئندہ بھی اجمیر آنے کا عہد کیا۔ اس عہد کو اکبر اعظم نے ۹۷۶ھ میں نبھایا اور قلعہ چتوڑ گڑھ کی فتح یابی کے بعد برہنہ پا مردِ قلندر کی بارگاہ عظیم المرتبت میں حاضری دی۔ پھر سرکار غریب نوازؒ کی دُعا سے ۱۷ ربیع الاوّل ۹۷۷ھ کو فتح پور سیکری میں شیخ سلیم چشتیؒ کے مکان پر جہانگیر کی ولادت ہوئی اور شہزادہ کا نام ان ہی کے نام پر سلیم رکھا گیا۔ شعبان المعظم کے بابرکت مہینے میں جلال الدین اکبر نے اجمیر میں شہزادے کا جشنِ ولادت منایا۔ سارے شہر میں چراغاں کیا گیا اور خواجہ غریب نوازؒ کا مزار اقدس بقعۂ نُور بنا ہُوا تھا۔ دیگ کلاں اور اکبری مسجد جیسی یادگاریں اسی مغلِ اعظم کی سُلطان سنجرؒ سے محبّت کی مظہر ہیں۔

ابوالفضل، شہنشاہ جلال الدین اکبر کے اہم رتن تھے۔ ان کے التفات نامے کی عبارت سے بھی مغل اعظم کی درِ خواجہؒ سے والہانہ عقیدت کا ثبوت ملتا ہے۔ ابوالفضل کا کہنا ہے کہ "جب سے شاہی ملازمت کا اختیار ملا ہے خُدا کی قسم ایک لمحہ کے لئے بھی عزیزوں کی یاد سے غافل نہیں ہُوا۔ چنانچہ کھیتی باڑی کے قابل چالیس بیگھے زمین

Marfat.com

دہلی کے رہنے والوں میں اور دس ہزار بیگھے سرہند کے لوگوں کو دلا چکا ہوں اور بیس ہزار بیگھے ملتان کے عزیزوں کے نام لکھوائی ہے۔ آگے چل کر لکھا گیا ہے۔

" نولیسانده فرستاده ام و قریب یک لک بیگه بعزیزان و مجاوران حضرتِ اجمیر و گوشه نشینان جوار، حضرت شاه مدارؒ و حضرت سالار مسعود غازیؒ التماس نخود گرفته ام "۔

یعنی تقریباً ایک لاکھ بیگھے زمین درگاہ اجمیر کے عزیزوں کو اور حضرت شاہ مدارؒ (بدیع الدینؒ) اور حضرت سالار مسعود غازیؒ کی درگاہوں کے گوشہ نشینوں کو بادشاہ سے دلوا چکا ہوں "۔

'منتخب التواریخ' میں ابوالفضل کے دربار اکبری تک رسائی حاصل کرنے کا سن ۹۸۱ھ بتایا گیا ہے۔ التفات نامے کی عبارت پیشِ نظر ہو تو کہنا پڑے گا کہ متذکرہ سال یا اس کے بعد بیر اور کانکیا ورس کی جاگیریں درگاہ کے نام لکھی گئی ہوں گی۔ ان دنوں میں خود اکبر اعظم اجمیر میں خواجہؒ کے آستانہ پر موجود تھا اور اسے شہزادہ دانیال کی ولادت کی خوشخبری مل چکی تھی۔ شہزادہ دانیال کا نام خدام عالی مقام کے ایک معزز رکن شیخ دانیال سے روحانی مناسبت کی بنا پر رکھا گیا۔ قبل ازیں جلال الدین اکبر ۹۷۸ھ میں شہزادہ محمد مراد کے تولد ہونے کی خوشی میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا تھا اور اس نے شہر کے گرد و نواح میں ایک پختہ فصیل بنوائی تھی۔ ۹۸۲ھ میں اکبر اعظم نے بنگال فتح کیا اور ماہِ صیام میں آخری مرتبہ

Marfat.com

درگاہ شریف میں حاضری کے وقت حکم دیا کہ اکبر آباد سے اجمیر تک ہر منزل پہ ایک محل، ہر کوس پہ ایک کنواں اور ایک مینار تعمیر کرایا جائے۔

اکبر اعظم کو درگاہ معلّیٰ کے خادموں سے بے پناہ عقیدت تھی۔ اس نے شیخ دانیالؒ کے مکان کو از سر نو تعمیر کرایا جو 'شاہی محل' کے نام سے مشہور ہُوا۔ آج اس شاہی محل کے کھنڈرات بتاتے ہیں کہ کسی زمانے میں یہ عمارت بڑی شان و شکوہ کی مالک تھی۔ اکبر بادشاہ، شیخ دانیال کے گھر کا پکا ہُوا کھانا کھاتا تھا اور عام چارپائی پر سوتا تھا۔ اسے خدام میں سے ایک دوسرے عظیم المرتبت بزرگ سعید فتح اللہ سے بھی عقیدت تھی جس کے نام ناندلہ نامی پُورا گاؤں لکھ دیا گیا۔

مغل شہنشاہوں میں جلال الدین اکبر کے بعد جس بادشاہ نے سب سے زیادہ مرتبہ آستانہ بوسی کی سعادت حاصل کی، وہ سلطان نور الدین جہانگیر ہے —— تزک جہانگیری میں اس کا اپنا بیان ہے۔

"میں اللہ تعالیٰ کی عنایات سے ۸ جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ بروز جمعرات دارالخلافہ آگرہ میں ۳۸ سال کی عمر میں تخت پر متمکن ہُوا۔ میرے والد بزرگوار کے ہاں ان کی اٹھائیس برس کی عمر تک کوئی بیٹا تولّد نہ ہُوا۔ اس لئے وہ ہمیشہ اولیاء اللہ سے دست بہ دعا رہے۔ خواجۂ خواجگان معین الدین چشتیؒ جو سر چشمۂ اولیائے ہند ہیں کے ہاں نیّت کی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو فرزند باحیات

Marfat.com

عنایت کرے تو میں آگرہ سے روضۂ متبرکہ اجمیر تک ایک سو چالیس
کوس کا فاصلہ از روئے اخلاص پا پیادہ طے کروں ـــــ چنانچہ
۱۷ ربیع الاوّل ۹۷۷ھ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا۔"

سُلطان جہانگیر پہلی بار ۵ شوال المکرم ۱۰۲۲ھ کو باپ کی نصیحت کے مطابق اجمیر آیا۔ نماز مغرب کا وقت تھا جب روضۂ اطہر نظر نواز ہُوا اور جہانگیر نے سواری سے اُتر کر تقریباً ایک میل کی مسافت پیدل طے کی۔ درگاہِ خواجہ غریب نوازؒ کے فقراء و مساکین کو داد و دہش سے نوازا۔ ایک دیگ نذرانۂ عقیدت کے بطور پیش کی۔ یہ دیگ بلند دروازہ کے متصل موجود ہے اور عہدِ پارینہ کی یادگار تسلیم کی جاتی ہے۔

انسانی فطرت کا خاصا ہے کہ بندہ خاکی احتیاج و علالت کے وقت بارگاہِ عبودیت میں دُعا کی جلد مستجابی کے لئے اولیائے کرام و مشائخِ عظام کا تقرب پانے کی سعی کرتا ہے۔ عوام و خواص میں یہ طریق عقیدت کا جزو لاینفک بن کر رہ گیا ہے۔ اس کی شہادت ان بادشاہوں کی حاضری سے ملتی ہے، جو حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس پہ آتے رہے۔ شہنشاہ جہانگیر ۱۴ جمادی الآخر ۱۰۲۳ھ کو صاحب فراش ہُوا تو اس نے سرکار غریب نوازؒ سے صحت یابی کی دُعا مانگی۔ بفضل تعالیٰ دُعا قبول ہوئی اور جہانگیر آپؒ کے آستانہ عالیہ پہ حاضر ہُوا۔ فقیروں کا لباس پہنا اور کان چھدوا کر مُندریں ڈلوائیں۔ چشمہ بی بی حافظ جمالؒ

Marfat.com

پر شاہی عمارات تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر درباری شاعر سعد گیلانی نے تاریخ لکھی جو 'نور چشمہ' پر کندہ ہے۔ اگلے سال ۵۔ اور ۶ رجب کی درمیانی رات شہنشاہ جہانگیر نے خواجہ غریب نوازؒ کے عرس میں خصوصی شرکت کی اور سماع کے دوران چھ ہزار روپے تقسیم کئے اور سوا لاکھ کے مصارف سے روضہ مبارک کے گرد سنہری کٹہرہ نصب کرایا۔ مرد قلندر کی بارگاہ میں شہنشاہ کی یہ حاضری سب سے طویل تھی۔ اس نے تین سال سے زیادہ عرصہ تک اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ شہزادی حور النساء بنتِ شاہجہاں بھی جہانگیر کے ساتھ رہی اس نے یہیں انتقال کیا اور خواجۂ اجمیر کی درگاہ میں ہی اُسے سپردِ خاک کیا گیا۔

شہاب الدین محمد شاہجہان کے زمانہ شہزادگی کی حاضریوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے کئی بار خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پُرانوار کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اپنے دَورِ حکومت میں کم از کم پانچ مرتبہ ہند الولیؒ کی خوابگاہ میں سلامِ عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضر ہُوا۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۰۲۴ھ میں شاہجہان نے اُودھے پور پر قبضہ جمایا اور جشنِ فتح و نصرت اجمیر معلیٰ میں منایا۔ خواجہ غریب نوازؒ کی تربت کے سامنے جب شاہجہاں کھڑا تھا تو اس کی آنکھوں سے فرطِ جذبات سے آنسو رواں تھے۔ اس دَور کے مؤرخ مُلّا عبد الحمید لاہوری (المتوفی ۱۰۶۵ھ) نے شاہجہان کی اس حاضری کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"شاہجہاں نے خواجہ بزرگؒ کے آستانہ کو جُھک کر بوسہ

Marfat.com

دیا۔ اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز تھیں۔ بعد میں شہنشاہ نے درگاہ شریف کے گوشہ نشینوں اور مجاوروں میں صدقات وخیرات بانٹی اور چند ایک کے نام وظائف بھی جاری کئے۔"

شہزادی جہاں آراء بیگم کو حضرت سرکار غریب نوازؒ کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عقیدت تھی۔ شاہ جہان ۱۸ شعبان المعظم ۱۰۵۳ھ کو اپنی اس زاہدہ وباکمال بیٹی کے ساتھ دوبارہ آپؒ کے روضۂ ترجمانِ حرم پر حاضر ہوا۔ شہزادی جہاں آراء بیگم تقریباً ایک ماہ آناساگر کی شاہی عمارت میں قیام پذیر رہی اور بپاسِ ادب تعظیم روزانہ صبح ومسا خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر حاضری دیتی رہی۔ اس کا حال شہزادی نے اپنی کتاب 'مونس الارواح' میں یوں لکھا ہے۔

"بخت کی یاوری اور طالع کی فیروز مندی سے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اکبر آباد سے چل کر خطۂ پاک اجمیر آئی اور ۱۸ شعبان المعظم سے ۱۵ رمضان المبارک ۱۰۵۳ھ تک عمارات تال میں مقیم رہی۔ خدا نے مجھے روزانہ ہر منزل میں دو رکعت نماز نفل، ایک بار سورۂ یٰسین اور سورۂ فاتحہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں خلوص کیشی اور عقیدت مندی کے ساتھ اس کا ثواب حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الدینؒ کی پاک رُوح پر نثار کرتی۔"

شہزادی مزید لکھتی ہے کہ "میں نے ان چند دنوں میں پلنگ پر سونا گوارا

Marfat.com

نہ کیا اور نہ ہی آرام کے وقت روضۂ اطہر کی جانب پاؤں پھیلائے بلکہ اس طرف پیٹھ بھی نہ کرتی۔ ایک روز میں روضہ کی زیارت کو گئی تو اس آستانہ کی خاک کو اپنے چہرے سے لگایا۔ دروازہ سے گنبد تک ننگے پاؤں زمین چومتی ہوئی اندر پہنچی اور سات مرتبہ اپنے پیرو ہادی کے مرقد کا طواف کیا۔ اپنی پلکوں سے جھاڑو دی اور وہاں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنایا۔ قصّہ مختصر میں نے قبر پر اپنے ہاتھ سے عطر مَلا اور پھولوں کی چادر جو میرے سر پر تھی روضہ مبارک پر چڑھائی اور سنگِ مرمر کی مسجد میں جو اس عاجز کے باپ نے بنوائی تھی نماز پڑھی" شہزادی نُور النساء نے عقیدت کے جذبات سے مغلوب ہوکر اس خواہش کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو ہمیشہ کے لئے آپؒ کے روضہ پر رہتی اور اسی عافیت کدہ میں مشرف بہ حق و صداقت ہوتی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ ایسی متبرک جگہ کو داغ مفارقت دے کر چلی آؤں، لیکن میں مجبور تھی ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

شاہجہان نے مزید تین مرتبہ خواجہ غریب نوازؒ کے روضہ منوّر پر حاضری دی اور ہر بار خواجہ غریب نوازؒ سے کامل عقیدت مندی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ شاہجہان نے درگاہِ معلیٰ میں ایک مسجد بھی بنوائی اور آنا ساگر کے کنارے سنگِ مرمر اور سنگِ سُرخ کی حسین و پُرکشش عمارات تعمیر کرنے کا حکم صادر کیا۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

درگاہ کے جملہ مصارف کے پیشِ نظر اکبری دَور کی جاگیروں میں اضافہ کرتے ہوئے ستره گاؤں وقف کر دیئے اور اسے کارِ خیر سے تعبیر کیا۔

شاہجہان کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اجمیر میں گزارا۔ عنانِ حکومت سنبھالے زیادہ عرصہ نہیں ہُوا تھا کہ اُسے شہزادہ دارا شکوہ کے باغیانہ عزائم کی خبر ملی۔ اِدھر دارا شکوہ اجمیر ہی میں راجہ جسونت سنگھ کی امداد سے ایک بڑے حملے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اُدھر شہنشاہ عالمگیر جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ کو اجمیر پہنچا۔ راجہ جسونت سنگھ نے شہنشاہ سے فوراً معافی مانگ لی اور دارا شکوہ میدانِ کارزار میں تنہا رہ گیا۔ اُس نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ تاراگڑھ کے قلعہ پر مورچہ بندی کر کے عالمگیری سپاہ کا مقابلہ کیا اور جب شکست کے آثار دکھائی دیئے تو اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے ساتھ گجرات کی جانب بھاگ کھڑا ہُوا۔ اس فتح پر شہنشاہ عالمگیر دوگانہ نمازِ شکرانہ کی ادائیگی کے لئے سرکار غریب نوازؒ کے مزار پر حاضر ہُوا اور خواجہؒ کے حضور پانچ ہزار روپے خدامانِ درگاہ کو نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کئے۔ راجہ جسونت سنگھ نے بھی شہنشاہ کی معیت میں آستانۂ عالیہ پر حاضری دی۔ گجرات کی عملداری حاصل کی اور ۴ رجب المرجب تک اجمیر ہی میں قیام کیا۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۰۹۰ھ کو شہنشاہ عالمگیر کے دل میں خواجہ غریب نوازؒ کی محبت پھر موجزن ہوئی وُہ اجمیر چلا آیا۔ صفر المظفر کے مہینے کی سات تاریخ تک درگاہ معلیٰ میں روزانہ

Marfat.com

حاضری دی۔ اسی سال ۱۹ شعبان المعظم کو سرکار غریب نوازؒ کی آستانہ بوسی کا شوق اُسے ایک بار اور اجمیر لے آیا۔ اس مرتبہ شہنشاہ عالمگیر نے تین ماہ اداخیر میں قیام کیا۔ ربیع الاول ۱۰۹۱ھ میں شہزادہ محمّد اکبر کی بغاوت کی اطلاع پاکر شہنشاہ عالمگیر عازم سفر ہُوا۔ بغاوت ختم کی اور سپاس گزاری کے لئے خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد کا طواف کیا اور درگاہ کے نام کافی جاگیر عطا کی۔

مغل شہنشاہوں کے علاوہ اس دَور میں مختلف صوبوں اور ریاستوں کے راجے مہاراجے اور حکمران بھی خواجہ بزرگؒ کے آستانہ پر دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے رہے۔ عہد عالمگیری اور کچھ مدّت بعد کے غیر مسلم راجاؤں میں جے پور کے مہاراجہ سوائی مادھو سنگھ اور کشن گڑھ کے مہاراجہ مان سنگھ قابلِ ذکر ہیں۔ ان ہر دو راجاؤں کو سرکار غریب نوازؒ سے گہری وابستگی تھی اور وہ متواتر مردِ قلندر کے مرقد اطہر پر حاضری دیتے رہے۔ عرس کے دنوں میں نذر نیازیں بھی تقسیم کرتے تھے۔

سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر جو خود کو ؏

"نہ کِسی کی آنکھ کا نُور ہُوں، نہ کسی کے دِل کا قرار ہوں"

کہتے تھے، حقیقت میں خواجۂ خواجگانؒ سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے۔ حضور غریب نوازؒ سے محبّت ہی ان کی آنکھوں کا نور اور دل کا سُرور تھی ؎

ہے جو خواجہؒ کی زیارت کا تصوّر اے ظفر
آ لسی گویا مری اجمیر آنکھوں تلے

سفرِ حرم

Marfat.com

بہادر شاہ ظفرؔ نے اس شعر میں اجمیر کو 'حویلی اجمیر' کے حوالے سے مؤنث لکھا ہے کیونکہ عہدِ مغل میں اجمیر صوبہ بھی تھا سرکار بھی اور حویلی بھی — کاغذات میں اجمیر کو 'حویلی اجمیر' ہی لکھا جاتا تھا۔

بہادر شاہ ظفرؔ کو آپؒ کے آستانہ کی زیارت کی بڑی تڑپ تھی، مگر خُدا جانے وُہ کیا مجبوریاں تھیں، جن کے باعث وہ خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد پر حاضر نہ ہو سکے تاہم وُہ ہر سال عُرس کے موقع پر دہلی سے پا پیادہ جانے والے فقرأ کے ساتھ اپنے حصّے کا نذرانہ اور قلبی عقیدت کے اظہار کے لئے چاندی کا بنا ہُوا ایک چراغ بھیج دیتے۔ دریں اثنا بہادر شاہ ظفرؔ نے دہلی میں حضرت قطب الاقطابؒ کے مزار پر باقاعدگی سے حاضری دی۔ ۲۵ جولائی ۱۸۴۵ء کو حضور غریب نوازؒ کی 'مہندی' روانگی کے لئے تیار تھی تو بادشاہ سلامت نے اپنے مشیرِ خاص مرزا بہادر بخش کو ایک سو روپے نذرانہ دے کر ساتھ روانہ کیا اور خود اجمیر کو اس پیدل جانے والے کارواں کے ساتھ "جسے 'مہندی' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اولیاء مسجد تک الوداع کہنے کے لئے گئے۔ ساتھ ہی انھوں نے محرم الحرام ۱۲۲۷ کو سیّد فتح علی کو درگاہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ پر اپنا مستقل وکیل مقرر کیا، جس کا فرض فقط یہ تھا کہ وہ مزار پر ان کے حق میں برابر دُعا گو رہے۔

خواجہ غریب نوازؒ سے بہادر شاہ ظفرؔ کی عقیدت، حضرت فخر الدین دہلویؒ کی مناسبت سے تھی جس کے وہ مُرید با اخلاص تھے۔ چنانچہ کلیاتِ ظفرؔ میں

Marfat.com

جا بجا اپنے پیر و مرشد کا ذکر بڑی محبت و عقیدت سے کرتے رہے ؎

خدا وندا نہ کچھ دُنیا میں چاہتا ہوں نہ عقبیٰ میں
بس اتنا چاہتا ہوں مَیں کہ یہ دولت میسّر ہو
دمِ محشر مجھے جس وقت لایا جائے رُوبرو تیرے
ہنسی ہونٹوں پہ اشک آنکھوں میں فخرالدینؒ زباں پہ ہو

اَور تو اَور، بادشاہ ہوتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ع

مَیں تو اپنے فخرِ دیںؒ کے کفش برداروں میں ہُوں

حضرت مولانا فخرالدینؒ ١١٩٩ھ میں چشتی سلسلہ کے مجدّدِ وقت اور امامِ عصر ہوئے ہیں۔ برصغیر کے کئی مشہور سلسلے سلیمانیہ، نیازیہ وغیرہ آپ کے فیض سے آج تک جاری و ساری ہیں۔ اس اعتبار سے بہادر شاہ ظفر چشتی سلسلہ ارادت میں منسلک تھے۔ انھوں نے خواجہ غریب نوازؒ کی شان میں متعدد اشعار قلمبند کیے۔ ان کی بعض غزلیں ان کی قلبی واردات کی آئینہ دار ہیں ؎

تم ہو اے خواجہ معین سَروَرانِ حق پرست
تم ہو رمز آگاہِ کُن اور واقفِ سِرِّ الست
تم مددگارِ ظفرؔ ہو کیوں ظفرؔ کو ہو شکست
پر فلک کی دیکھ گردش کانپتے ہیں پا و دست
یا معین الدینؒ چشتی دستگیری لازم است

سفینۂ حرم

Marfat.com

طوف کرتا ہے تمھارے آستاں کا آسماں
کعبۂ اہلِ صفا ہو ، قبلہ گاہِ مقبلاں
خواجۂ ہر دو جہاں ہو شاہِ شاہانِ جہاں
آپؒ کا دستِ حمایت چھوڑ کر جاؤں کہاں

یا معین الدین چشتیؒ ، دستگیری لازم است

بہادر شاہ ظفرؔ کے والد اکبر شاہ ثانی کو بھی سرکار غریب نوازؒ سے حد درجہ عقیدت تھی ۔ وہ ایک مرتبہ مزار مقدس پر حاضر ہوئے اور سید قمر علی شاہ کو درگاہ معلّیٰ پر اپنا مستقل وکیل مقرّر کیا ۔

موضع گگوانہ مندوزئی ، اجمیر سے دس میل اِدھر پٹھانوں کی ایک قدیم بستی ہے جہاں ۱۸۵۷ء کے غدر کی یادگار ایک مسجد اور کنواں ہے ۔ اسے میر سعادت علی نے تعمیر کرایا اور مرزا غالبؔ نے اس کا قطعۂ تاریخ لکھا جو یہ ہے ؎

میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح
مسجد و چاہی کہ ہست چشمہ آب بقا
زانکہ ز باقر علی تا بعلی میرسد
حلقہ بہ حلقہ بہم سلسلہ اش مرحبا

Marfat.com

ساختہ شد چوں مکاں کرد بدل اجرآں
از رہِ صدق و صفا نذر رسولِؐ خدا
از پئے ایں سال نیک گفت ہمایوں سروش
چشمۂ زمزم صفت، مسجد کعبہ بنا

۱۲۶۹ھ

بعض معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ میر سعادت علی دہلی کے رہنے والے تھے اور ملازمت کے سلسلے میں کافی عرصہ اجمیر شریف میں مقیم رہے۔ غالب سے ان کی دوستانہ راہ و رسم تھی۔ انھوں نے گگوانہ میں ایک مسجد اور کنواں بنوایا۔ قیاس اغلب ہے کہ غالب نے گگوانہ مندوزئی میں قیام کے دوران خواجہ اجمیریؒ کے مزار منوّرہ پر ضرور حاضری دی ہوگی کیونکہ ان کے فارسی کلام میں خواجہ غریب نوازؒ سے ان کی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے ؂

چوں اعانت خواہی از یزداں پاک
یا معین الدینؒ اگر گوئی چہ باک
ابلہاں را زانکہ دانش نارساست
گفت گوہا برسر حرف نداست

نواب مصطفٰے علی خان شیفتہ، غالب و مومن کے شاگرد اور دوست کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپؒ نے، محرم الحرام ۱۲۵۵ھ کو اجمیر میں

Marfat.com

حاضری دی اور چار یوم تک آستانہ معلّیٰ پر گوشہ نشین رہے۔ آپ اپنے ایک سفرنامہ میں لکھتے ہیں۔" دارالخیر اجمیر، کشن گڑھ سے آٹھ کوس پر خواجہ معین الدینؒ کے مزار کی زیارت نصیب ہوئی۔ درگاہ کے پاس شاہجہان بادشاہ کی بنائی ہوئی مسجد ہے۔ درگاہ کی دلکشی اور اس مسجد کی خوشنمائی بیان سے باہر ہے۔ شہر کا نقشہ جے پور کے انداز پر ہے۔ یہاں سیّد فضل حسین خان سے تعارف ہوا جو خیر آباد کے اکابر زادے ہیں۔"

مفتی صدر الدین آزردہ نے بھی جو غالب کے معاصرین میں سے تھے، عرصہ دراز تک یہاں رہے آپ مفتی و صدر امین جہاں آباد (دہلی) تھے۔ مشہور بزرگ حضرت سید غوث علی شاہؒ قلندر (المتوفی ۱۸۸۰ء) کا بیان ہے کہ میرے والد کا رسالہ اجمیر سے ۴ میل کے فاصلہ پر نصیر آباد چھاؤنی میں تھا۔ میرے والد مجھے ہر جمعہ کو خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر لے جاتے، اس زمانے میں زار کا باپ الگزنڈر اوّل، کشمیری فقیر کے بھیس میں دربار میں رہتا تھا۔ بہت سے لوگ اس کی شانِ فقر کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ ولی عہد روس الگزنڈر کی گمشدگی ایک معمّہ بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہاں کی حکومت نے شہزادے کی تصویر اور مضمون کا ایک اشتہار چھاپ کر تمام ملکوں میں بھیج دیا۔ کمشنر اجمیر کے پاس جب یہ اشتہار پہنچا، تو کسی نے شہزادہ الگزنڈر کو فقیری کے لباس مجاز میں دیکھ کر حقیقتِ منتظر کو بے نقاب کر دیا۔ کمشنر نے حکومت روس کو اطلاع دے دی تو فوج کا ایک دستہ

Marfat.com

اسے لینے کے لئے آیا۔ سب نے اپنی ٹوپیاں تعظیماً خواجہ غریب نوازؒ کے اس فقیر کے سامنے اُتار دیں۔ شہزادے کو سلامی دی گئی اور اسے بچشم نم اجمیریوں نے الوداع کہی۔

نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی ایک عرصہ تک درگاہ خواجہ غریب نوازؒ کے مہمان رہے۔ ان دنوں والئ دکن کی طرف سے ملنے والا وظیفہ بند ہو چکا تھا۔ اقتصادی اور مالی پریشانیوں سے دوچار تھے۔ یہی تردّدِ خاطر اور آشفتہ حالی انھیں خواجہؒ کے در کا گدائی بنا کر لے آئی تھی۔ آپ قیام اجمیر کے دَوران بطیب خلوصِ سرکار غریب نوازؒ قدسی صفات کے حضور پیش ہوتے رہے۔ ان کے یہ منظوم احساسات اسی آشفتہ سامانی کے ترجمان ہیں ؎

یا خواجہ معین الدین چشتیؒ سلطان الہند غریب نوازؒ
یا واقفِ رازِ خفی و جلی سلطان الہند غریب نوازؒ
فریاد تمہیں سے ہے میری، تکلیف سہی کیسی کیسی
ہو دادطلب کی داد رسی سلطان الہند غریب نوازؒ
لائی ہے مجھے امید کرم، اس خاک اور اس در کی قسم
سب دُور ہوں میرے رنج دلی، سلطان الہند غریب نوازؒ
یہ داغ کہاں تک رنج سہے تم سے نہ کہے تو کس سے کہے
تم آلِ نبیؐ اولادِ علیؓ سلطان الہند غریب نوازؒ

سفرِ حرم

Marfat.com

یہ اشعار بارگاہ فقیری میں قبول ہوئے اور خواجہ غریب نوازؒ کی دعاؤں سے داؔغ دہلوی کو اجمیر ہی میں وظیفہ کی بحالی کا تار وصول ہو گیا۔

حکیم الاُمّت شاعرِ مشرق علاّمہ اقبالؒ کو صوفیائے چشت اور بالخصوص حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ علاّمہ اقبالؒ، اجمیر میں خواجہؒ کے مزار پہ حاضر ہوئے تھے یا نہیں؟ اس بارے میں تاریخ خاموش ہے اور حضرت علاّمہ اقبالؒ کی باضابطہ حاضری کا مصدقہ ثبوت کسی کتاب میں مذکور نہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ انھیں مردِ قلندر کی بارگاہ محبّت میں حاضری دینے کا بے حد اشتیاق تھا۔ ٢٩ مارچ ١٩١٩ء کو مہاراجہ کشن پرشاد کے نام ایک خط میں انھوں نے لکھا "دہلی تو گیا تھا اور دو دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ پہ بھی حاضر ہوا تھا مگر افسوس کہ پیرِ سنجرؒ کے دربار میں حاضر نہ ہو سکا، انشاء اللہ العزیز پھر جاؤں گا اور اس آستانہ کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر واپس آؤں گا۔" علاّمہ اقبالؒ کے نزدیک اجمیر دارالامن تھا، دارالخیر تھا۔ انھوں نے پیغامِ پیرِ سنجرؒ کے علاوہ بھی اپنے اشعار میں خواجہ غریب نوازؒ سے محبّت کے لئے چشتی کی تلمیح استعمال کی۔ ع

چشتی نے جس زمیں پہ پیغامِ حق سُنایا

اور پھر ؎ دلِ بیتاب جا پہنچا دیارِ پیرِ سنجرؒ میں

میسّر ہے جہاں دامانِ دردِ ناشکیبائی

سفرِ حرم

Marfat.com

مرد قلندر خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ میں ایک اقبالؒ ہی نہیں، کئی اور عظیم شعراؒ و فضلاؒ بھی اقبال مندی کے لئے حاضری دیتے رہے۔ ان شعراء کے منظوم جذبات خواجہؒ کی بندہ نوازی اور ان سے عقیدت کے مظہر ہیں ؎

خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ　　فخرِ کون و مکاں معین الدینؒ
قربِ حق اے نیاز گر خواہی　　ساز وردِ زباں معین الدینؒ

(حضرت شاہ نیازؔ بریلوی)

بے مانگے ہوئے ملتے ساغر کو یہیں دیکھا
ساقی سا سخن داتاؒ ہم نے تو نہیں دیکھا　(مضطرؔ خیر آبادی)

مولانا حسرتؔ موہانی، قادری تھے اور چشتی بھی۔ اپنے پیرِ طریقت اور مشائخ فرنگی محلی کی تقلید میں وہ خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ اطہر پر کئی مرتبہ حاضر ہوئے۔ انھیں سرکار غریب نوازؒ سے بے پناہ قلبی وابستگی تھی جس کا اظہار انھوں نے شعروں میں بھی کیا ؎

نورِ حق کی ضیاء مُعین الدینؒ
شمعِ بزمِ صفا مُعین الدینؒ
کام حسرتؔ کے سارے بن جائیں،
ہو جو لطف آپ کا مُعین الدینؒ

۱۹۰۷ء میں افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان، سرکار غریب نوازؒ

سفرِ حرم

Marfat.com

کے مزار اقدس پر حاضری دینے آئے اور کئی گھنٹے تک تنہا قبہ شریف میں روتے رہے ۔ ۱۹۰۹ء میں والیٔ رامپور نواب حامد علی خان آستانہ عالیہ پر تشریف لائے اور ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو والیٔ دکن میر عثمان علی خان نے خشوع و خضوع کے ساتھ حاضری دی ۔ خدامانِ عالی مقام کو نذرانے پیش کئے اور نظام گیٹ تعمیر کرایا ۔ اسی سال ۱۳ نومبر کو دوبارہ آستانہ اجمیری پر تشریف فرما ہوئے اور گنبد شریف اور جامع مسجد کی مرمت کرائی ۔ چاندی کے چراغ نذر کئے اور سونے کی ایک تختی کندہ کرائی جس پہ یہ شعر تھا ؎

گر بگذرم بہ خاطر پاک تو پاک نیست
خاشاک بیں کہ بر سر دریا گذر کند

۱۹۱۲ء میں مہاراجہ گوبند سنگھ والی دتیا، دربار اجمیر میں آیا اور مسلسل چالیس روز تک خواجہؒ کے آستانہ پر معتکف رہا ۔

دولت آصفیہ حیدر آباد دکن کے مدار المہام اور صدر اعظم مہاراجہ سر کشن پرشاد کو بزرگانِ اسلام سے حد درجہ عقیدت تھی ۔ اپنی اسی عقیدت و وارفتگی کے رنگ میں وہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو خواجہ بزرگ کے مزارِ انور پر حاضری دینے آئے ۔ روضہ مبارک پر آکر کئی روز باآواز بلند خود قرآن حکیم کی تلاوت سنتے ۔ سرکار غریب نوازؒ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے بیٹے کا نام خواجہ پرشاد رکھا ۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد شعری ذوق بھی رکھتے تھے ۔ ایک مرتبہ خواجہؒ کی درگاہ

Marfat.com

میں مورچھل ہلانے کی سعادت ملی، تو برجستہ یہ رباعی کہی ۔

مورچھل جھلنے کی خدمت مل گئی
شاؔد کو دُنیا میں عزّت مل گئی
بارگاہِ خواجۂ اجمیر سے
لو کلید گنج قسمت مل گئی

۱۹۲۲ء میں کل ہند خلافت کانفرنس کے موقع پر مہاتما گاندھی نے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر عقیدت کے پھولوں کی چادر چڑھائی اور جب تک اجمیر میں قیام رہا۔ متواتر سورج طلوع ہونے سے پہلے مردِ قلندر کی بارگاہ میں حاضری دیتے رہے۔ مہاتما گاندھی نے اس موقع پر ان الفاظ میں خواجہ بزرگؒ کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

"لوگ اگر سچے جذبے کے ساتھ خواجہؒ صاحب کے دربار میں جائیں، تو آج بھی ان کے باطن کی بہت سی خرابیاں ہمیشہ کے لئے ناپید ہو سکتی ہیں اور آدمی اپنے اندر غیر معمولی قوّت کا ادراک کر سکتا ہے۔"

۱۹۲۸ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جانے سے پہلے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے اور اپنی کامیابیٔ سفر کی دعا مانگی۔ ۱۹۳۲ء میں علی سکندر جگر مرادآبادی کُل ہند

Marfat.com

نعتیہ مشاعرہ کے سلسلہ میں اجمیر تشریف لائے اور خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس پر مسلسل ایک ہفتہ حاضری دیتے رہے۔ اس موقع پر کہی گئی آپ کی مشہور نعت ؏

اِک رِند ہے اور مدحتِ سُلطانِ مدینہ

زباں زدِ خاص و عام ہوئی۔

صدرالافاضل، استاذ العلماء حضرت سید محمد محدثؒ اشرفی جیلانی کچھوچھوی نے بھی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ عالیہ پر کئی بار حاضری دی۔ اُن کی مشہور حاضری تو وہ ہے جب انھوں نے آل انڈیا سُنّی کانفرنس منعقدہ ۵-۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ کو مسجد شاہجہانی واقع درگاہ معلّیٰ اجمیر شریف میں خطاب کیا۔ اس موقع پر آپؒ نے فرمایا:

"اور وُہ سامنے سلطان السلاطین کا دربار ہے اور خواجۂ خواجگانؒ کی سرکار ہے۔ آفتابِ ولایت کی ضیاء باریاں ہیں اور ماہتابِ کرامت کی نور پاشیاں ہیں۔ فیض و کرم کا چشمہ اُبلا پڑتا ہے اور غریب نوازیوں کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ قدسیانِ چرخ اگر آنکھوں سے اوجھل ہیں تو سرمستانِ زمین ہی کا میلہ دیکھ لیجئے۔ سبحان اللہ کیسی شمعِ ولایت ہے کہ دُنیا پروانہ وار فدا ہو رہی ہے۔ کیسا مالکِ تخت و تاج ہے کہ ایک زمانہ جس کا محتاج ہے جس کو ہم امیر کہتے

Marfat.com

ہیں وہ یہاں کا فقیر ہے اور جس کو ہم فقیر جانتے ہیں وہ یہیں کا دامن گیر ہے۔"

۱۹۴۶ء میں سردار عبدالرب نشترؔ نے روضۂ اطہر پہ حاضری دی اور مسلم لیگ کی جدوجہدِ پاکستان کی کامیابی کے لئے دُعا کی۔ ۱۹۴۸ء میں نامور مفکر اور دانشور شری راجگوپال اچاریہ بھارت کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہونے کے بعد خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پہ حاضر ہوئے اور مردِ قلندر کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا۔

"انسانی جوہر کو رخشندہ تر بنانے کے لئے عظیم روحانی شخصیتوں نے جو طریقہ اختیار کیا، اس میں محبت کی نگاہ، سلامتی کی زبان اور کردار کی روشنی کو ہمیشہ دخل رہا ہے۔ خواجہؒ صاحب کی زندگی اور ان کی تعلیمات میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اُنھوں نے سچائی کی راہ اپنے لئے متعین کر لی تھی اور اسی راہ پہ چلنے کے لئے ان کی آواز بلند ہوئی جسے سُن کر ہر شخص عرفانِ حق کے راز کو پا گیا۔"

پنڈت جواہر لعل نہرو نے خواجہ غریب نوازؒ کے مزار مقدس پہ کئی مرتبہ عقیدت کے طور پہ حاضری دی۔ وہ پہلی مرتبہ ۱۹۴۵ء میں اجمیر آئے اور خواجہؒ کی تربت کے روبرو آنکھیں بند کئے ہاتھ باندھے ایک گھنٹے تک خاموش کھڑے

Marfat.com

رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے فوراً بعد انھوں نے اجمیر میں ایک بہت بڑے جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ خیر و برکت کا مرکز ہے۔ یہ امن کا پیامبر آستانہ ہے۔ یہ عالمِ اسلام کے لئے نہیں بلکہ تمام دُنیا کے لئے چراغِ ہدایت ہے۔"

۱۹۵۶ء میں پنڈت جواہر لعل نہرو نے مرکزِ علم و عرفان پر پھر حاضری دی۔ ان کی بہن وجے لکشمی پنڈت بھی ساتھ تھیں۔ اس موقع پر پنڈت جواہر لعل نہرو کے سر پر سرخ رنگ کی دستار باندھی گئی۔ انھوں نے ایک معقول رقم بھی نذرِ عقیدت کی۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن جب جمہوریہ بھارت کے نئے صدر منتخب ہوئے تو سب سے پہلے اجمیر شریف میں روضۂ خواجہؒ کی زیارت سے مستفیض ہوئے اور سرکار غریب نوازؒ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

"جب انسان پر خود اپنے وجود کے اسرار منکشف ہوتے ہیں تو اس کا کردار قابلِ تقلید بن جاتا ہے۔ ایک شخص اپنی انفرادی حیثیت میں رہ کر ہزاروں انسانوں سے وُہ سب کچھ براہ راست منوا لیتا ہے جو اس کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ جیسے صوفیائے کرامؒ نے خود شناسی کے اسی طریقے کو اپنا کر ہمیشہ کے لئے

Marfat.com

یہاں پر اس صالح نظام کے شجر کی پرداخت کی جسے قرونِ اولیٰ میں سینچا گیا۔"

اسی طرح بھارت کے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد نے ایک موقع پر خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پہ حاضری کے دوران اسے مرکزِ تجلیات تسلیم کیا اور کہا کہ :

"حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی روشنی کا بلند مینار تھی جس نے دُور دُور تک اجالا پھیلا دیا۔ یہ روشنی تاریک دلوں میں اس طرح اتر گئی کہ پوری زندگی کو جگمگا دیا اور دنیا حیران رہ گئی۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی روشنی کے اس مینار سے شعاعیں مانگ لیں اور اپنی ہستی کے تمام پہلوؤں کو روشن و منوّر کرلیں۔"

مہاتما گاندھی کے چیلے اور مشہور مورّخ شری سندر لال کے خیال میں خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی کا ایک واضح اور مقدس مشن تھا کہ جس کو انھوں نے دُنیا بھر میں عام کیا۔ شری سندر لال کئی مرتبہ خواجہ غریب نوازؒ کے روضہ اطہر پہ حاضر ہوئے۔ ان کی حاضری، ان کے جذبات کے رنگ میں عقیدت کی ترجمانی کرتی ہے۔ کہتے ہیں :

"غریب نوازؒ نے محبت کی بنیاد پر اپنے فکر و عمل کی جو عمارت تعمیر کی وہ ایک مضبوط قلعہ بن کر اپنی گود پھیلائے آج بھی بھٹکے ہوئے

Marfat.com

لوگوں کو پکار پکار کر پناہ پناہ کی دعوت دے رہی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم سب یہ کہتے ہوئے اس حصار میں داخل ہو جائیں ؎

کافر مشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست"

اچاریہ ونوبھاوے تو خواجہ غریب نوازؒ کے اس قدر عقیدت مند رہے ہیں کہ جب بھی حاضر ہوئے بھجن گا کر اپنی محبّت کا اظہار کیا۔ کہتے ہیں:

"اس سے بڑی محرومی اور کیا ہو گی کہ ہم اتنی بڑی روحانی شخصیت کی قابلِ تقلید تعلیمات سے فیض یاب نہ ہو پائیں۔"

بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے ۱۹۶۸ء میں خواجہ غریب نوازؒ کے سالانہ عرس میں شرکت کی۔ خواجہؒ صاحب کی شان میں اس کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے:

"خواجہ معین الدینؒ چشتی ہمارے وطن کے بزرگ ترین اولیاً کرام میں سے تھے۔ ان کی زندہ و پائندہ نیکیوں اور خوبیوں کی وجہ سے صدیوں سے ہر سال ہزارہا اشخاص زیارت کے لئے اجمیر آتے ہیں۔ اس ولیٔ کامل کے اخوت، بھائی چارے اور عالمگیر خدمت سے پیغام کی ازبس تبلیغ ہونی چاہیئے۔"

مہاتما گاندھی سے لے کر شریمتی اندرا گاندھی تک جتنے بھی غیر مسلم بھارتی

Marfat.com

سربراہ یا ممتاز شخصیتیں خواجہ غریب نوازؒ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتی رہی ہیں ان کا ایک سیاسی پہلو بھی ہوسکتا ہے کیونکہ بھارتی حکمران بظاہر سیکولر حکومت کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ ایسے مواقع پر خواجہؒ کے آستانہ عالیہ کے پلیٹ فارم سے ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگانا بھی ان غیر مسلم ہندو لیڈروں کی سرشت میں شامل ہوگا۔ تاہم قطع نظر اس کے سرکار غریب نوازؒ ایسی عظیم المرتبت ہستی کے اعتراف میں ان کی زبان سے ادا ہونے والے موتیوں کے خزانے قبول نہ کرنا بھی ایک قسم کی منافقت ہوگی اور پھر یہ بھی عین ممکن ہے کہ زیادہ تر ہندو شخصیتیں انسانی اور اخلاقی قدروں کی پاسداری، اسلام کے احترام اور بزرگوں سے محض عقیدت کی بنا پر یہاں حاضری دیتی رہی ہوں۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ ان لیڈروں کی "سیاسی عقیدت" کے مقابلے میں آج بھی ہزاروں کی تعداد میں ہندو اور سکھ دلی عقیدت کے ساتھ خواجہؒ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور یہ سب حاضریاں تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

ان حاضریوں کے علاوہ جن ممتاز شخصیتوں نے گزشتہ چند برسوں کے دوران خواجہ غریب نوازؒ کی قلندرانہ بارگاہ میں عقیدت کے آنسوؤں کا تحفہ پیش کیا ان میں تنکو عبدالرحمٰن، شیخ محمد عبداللہ، مرزا محمد افضل بیگ اور خان عبدالغفار خان قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں بزرگانِ اسلام کے مختلف سلسلوں کے سجادہ نشین، ہر مکتبِ فکر کے علمائے کرام و مشائخ عظام یہاں حاضری دیتے

Marfat.com

رہے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مرد قلندر خواجہ غریب نوازؒ کا آستانہ عالیہ علم و عرفان کا بہتا ہوا ایک ایسا دریا ہے کہ جہاں آج بھی غریب امیر، شاہ و فقیر اور مسلم و غیر مسلم سبھی روحانیت کی تشنگی بجھانے کے لئے آتے ہیں اور شاد کام ہو کر جاتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

Marfat.com

خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ
فخرِ کون و مکاں معین الدینؒ
(شاہ نیاز بریلوی)

سفیرِ حرم

Marfat.com

وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جو سرکار غریب نوازؒ کے قریب ہیں۔ ان کا ایک ایک پل آستانۂ فیضِ نور کی زیارت میں گزرتا ہے۔ وہ اجمیر کو آنکھوں میں بسا کر حرم کے روح پرور نظاروں سے دل بہلاتے ہیں اور جو لوگ خواجہؒ کی نگری میں چند روز قیام کے بعد واپس آجاتے ہیں انھیں اپنے گھروں میں بھی چین نہیں ملتا۔ ایسے خواجہ پرستوں کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ؎

یہ تپتی ہوائیں، جھُلستی فضائیں
جدائی میں آتش بداماں ہے دُنیا

اس جدائی میں ماحول کی وہ پُراسرار خاموشی یاد آجاتی ہے جب سیاہ رات کی نبضیں ڈوب رہی ہوتی ہیں اور درگاہ خواجہ غریب نوازؒ کے بیگمی دالان کے مشرقی سمت کھُلنے والے دروازہ سے الصلوٰۃ خیرٌ منَ نوم کی آواز میٹھی نیند

Marfat.com

سونے والوں کو بیدار کر دیتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد بیگمی دالان کا دوسرا دروازہ کھولنے کے لئے کلید بردار چابی گھماتا ہے، اسی اثنا میں یہ صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے۔

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا نبی اللہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا خیر خلق اللہ

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حبیب اللہ

اس صلوٰۃ کی گونج میں وہی گنے چُنے مخصوص افراد گنبد شریف میں داخل ہوتے ہیں جنھیں خدام کی طرف سے اجازت ہوتی ہے کہ وہ درگاہ معلیٰ کے مراسم میں شریک ہوسکیں۔ ان مراسم میں نماز فجر سے قبل گنبد شریف کا دروازہ کھولنا "دَرکشائی" کہلاتا ہے۔ اس دَرکشائی سے باقی کے مراسم بتدریج پورے کئے جاتے ہیں۔ درکشائی کا پہلا مرحلہ مزار مقدس کے اندرونی احاطہ کے فرش کی صفائی سے شروع ہوتا ہے۔ بانس کے کونے پر سوت کی موٹی ڈوری سے مور کے پروں کے بندھے ہوئے مخروطی شکل کے گچھے کو "فراشہ" کہتے ہیں اور مزار کے فرش کی صفائی اس فراشے سے کی جاتی ہے۔ پھر تربت مبارک پر سجی ہوئی پھولوں کی چادر کو چنور یا مورچھل کی مدد سے صاف کر لیا جاتا ہے اور ان تمام پھولوں کو ایک حجاب میں ڈال کر حضرت بی بی حافظ جمالؒ کے مزار پر بھجوا دیا جاتا ہے اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پر مہکتے ہوئے تر و تازہ

Marfat.com

پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی ہے۔ یہ رسم "خدمت" کے نام سے موسوم ہے اور اس میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت نہیں ہوتی۔ فراشے کے فوراً بعد شرقاً جنوباً، دونوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور خلقتِ خُدا کا ایک ہجوم سمندر کی لہروں کی طرح مزار کی سمت بڑھتا چلا آتا ہے۔

سہ پہر تین بجے کے قریب روزانہ "صندل مالی" کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اس میں عام لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔ اس رسم میں مزار پہ ایک چادر چڑھائی جاتی ہے۔ قبل ازیں مزار کی تختی پر صندل اور عطر چھڑکا جاتا ہے۔ اگر اس موقع پر صبح کا غلاف تبدیل کرنا ہو، تو اسے اُتار کر توشہ خانہ میں رکھ لیا جاتا ہے۔ گنبد شریف کے مشرقی جانب کے دونوں حجرے 'توشہ خانے' کہلاتے ہیں۔

ان توشہ خانوں پر سات سات قفل لگے ہوتے ہیں جن کی ایک ایک چابی ہر دن کے مشار الیہ کے پاس رہتی ہے اور جب تک ساتوں مشار الیہم جمع نہ ہوں، توشہ خانہ نہیں کُھلتا۔ حضرات خدام درگاہ سات خاندانوں میں تقسیم ہیں اور انھوں نے ہر خاندان کے ایک فرد کو ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک ایک دن کا مشار الیہ مقرر کر رکھا ہے۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے خانوادہ حضرات خدام میں سے تین اصحاب درگاہ شریف کی چھوٹی دیگ کے متصل حجرہ سے روشنی کے لئے موم بتیاں لے کر چلتے ہیں۔ جب وہ صحن میں پہنچتے ہیں تو 'نقارچی' بنگال کے نقارہ داودی

Marfat.com

پر چوٹ لگاتا ہے، اس رسم کو 'ڈنکا' کہتے ہیں۔ ڈنکا بجنے پر تینوں افراد مسجد محمودی کے صحن سے گزرتے ہوئے بیگمی دالان کے دروازے سے گنبد شریف میں قدم رکھتے ہیں اور باقی کے چاروں حضرات خدام جو مزار کے سامنے کے مغربی حصے میں نقرئی کٹہرے کے باہر گنبد کی مغربی دیوار کے ساتھ الگ صف میں کھڑے ہوتے ہیں گنبد شریف کے چاروں گوشوں کی نقرئی قندیلوں پر موم بتیاں روشن کر دیتے ہیں۔ ان میں سے محراب کی جانب پہلے منبر پر کھڑا ہونے والا خادم فارسی منقبت پڑھتا ہے۔ اس کے ہر چوتھے مصرعہ پر شرکاء رسم باآواز بلند 'آمین' پکارتے ہیں مغلیہ دور سے کسی گمنام شاعر کی لکھی ہوئی یہ منقبت اس طرح پڑھی جاتی ہے ؎

خواجۂ خواجگاں مُعین الدینؒ — اشرفِ اولیا رُوئے زمیں
آفتاب سپہر کون و مکاں — بادشاہ سریر ملک یقیں
در جمال و کمال او چہ سخن — ایں مبین بود بحصنِ حصین
مطلع در صفات او گفتم — در عبارت بود چو دُرِّ ثمیں
اے درت قبلہ گاہ اہلِ یقیں — بر درت مہر و ماہ سودہ جبیں
روئے بر درگہت ہمیں سائید — صد ہزاراں ملک چو خسرو چیں
خادمانِ درت ہمہ رضواں — در صفا روضہ چو خلد بریں
ذرۂ خاک او عبیر سرشت — قطرۂ آب او چو ماء معیں
الٰہی تا بود خورشید و ماہی — چراغِ چشتیاں را روشنائی

Marfat.com

صدیوں سے درگاہ معلّیٰ پر یہ رسم جاری ہے کہ عشاء کی اذان کے وقت نقار خانے پر دو کا گھنٹہ بجتا ہے۔ جماعت کھڑی ہونے لگتی ہے تو تین گھنٹے بجتے ہیں۔ نمازی سنّت و نوافل سے فارغ ہوں تو چار گھنٹے بجائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد گنبد شریف کے شرقاً جنوباً دونوں بیرونی صحنوں میں محفلِ قوالی منعقد ہوتی ہے جو آدھ گھنٹہ تک جاری رہتی ہے۔ پانچ گھنٹے بجتے ہیں تو مشرقی صحن میں ہونے والی قوالی ختم ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی گنبد شریف میں تخلیہ ہو جاتا ہے۔ فراشوں سے جاروب کشی ہوتی ہے۔ جاروب کشی کا مرحلہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے تو چھ بار گھنٹہ بجتا ہے اور اس پر جنوبی صحن کے قوال فوراً پہلی قوالی ختم کر کے قدیم زمانے کے اشعار منقبت پڑھتے ہیں۔ اس منقبت سرائی کو بقول مولانا معنیؔ مرحوم 'کڑکا' پڑھنا کہتے ہیں ؎

سُنا کرتے ہیں رعد اور برق دونوں دم بخود ہو کر
پڑھا جاتا ہے جب کڑکا معین الدین چشتیؒ کا

کڑکا ـــــ عہدِ اکبری کے ایک شاعر 'رُوڑا مٹھو' کی مشہور منقبت ہے جس کا ذکر اگرچہ کسی تاریخ میں نہیں لیکن فنِ موسیقی کے جو اُستاد قوالی کے انداز میں نسلاً بعد نسل گاتے چلے آرہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ اشعار 'رُوڑا مٹھو' کے ہیں ـــــ رُوڑا مٹھو اُودھے پور کے رہنے والے تھے۔ شاہجہاں کے دَور میں ان کی اولاد میں سے اللہ دین مسکین نامی قوال کا تقرر خانقاہ خواجہ غریب نوازؒ پر ہوا۔ 'کڑکا'

Marfat.com

کا ہر بند دِل میں اُتر جانے والا ہوتا ہے ؎

تُو تھمب دُنیا دیں بھیو   ہندل ولی نُور ہدیٰ مور ہدیٰ ہزوارا
بھیو راجہ گھیر لیں اجمیر   جب کیو اسلام توڑا کفارا
ہے توصیح معین الحق بدہ سنوارا
تم بڑے سلطان حضرت چشتیؒ   بڑے تخت اور ملک تم کو ہی چھاجا
رُودڑا مٹھو پر اپنا رحم کیجیو   دل کا درد دُور کرو خواجہؒ خواجہؒ
دین کو تھمب معین الدین خواجہؒ

اور اِس کڑکا، کے ساتھ ہی گنبد شریف کا پہلے مشرق رویہ دروازہ اور پھر دوسرے دونوں دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ دروازوں پر قفل لگانے کو درگاہ شریف کی اصطلاح میں 'دروازہ معمول' ہونا کہتے ہیں۔ یوں خواجہ غریب نوازؒ کے مزار پُر انوار پر ورکشائی سے لے کر دروازہ معمول ہونے تک مراسم میں خدام اور عقیدت مند اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ حیات و ممات کو یہاں کوئی دخل نہیں ؎

صُبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عُمر یونہی تمام ہوتی ہے

ہزاروں لوگ ہوں گے جنھیں ان روزمرہ مراسم میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور وُہ اس جہانِ فانی کو الوداع کہہ گئے۔ آج بھی لاکھوں افراد درگاہ کی ان رسوم میں شریک ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ ابد تک جاری رہے گا۔

سفرِ حرم

Marfat.com

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا سالانہ عرس یکم سے ۶ رجب المرجب تک منایا جاتا ہے تاہم زائرین کی آمد کا سلسلہ ٢٠ جمادی الثانی سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور ٢٠ رجب تک دار الخیر اجمیر میں ہر سُو عید کا سا سماں دکھائی دیتا ہے۔ عُرس کے دنوں میں دُور دراز کے علاقوں کے لوگ جن میں فرزندانِ توحید کی واضح اکثریت کے علاوہ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی اقلیت بھی شامل ہوتی ہے، سرکار غریب نوازؒ کے آستانہ پر حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لئے آتی ہے۔ یہ سارے عقیدت مند سکونِ قلب لے کر جاتے ہیں۔ فیض کا سمندر ہوتا ہے جس سے ایک عالم سیراب ہوتا ہے۔ عرس کی رونقوں کو دیکھ کر خواجہؒ کا جاہ وجلال نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔

زائرینِ عرس کی اکثریت جنتی دروازہ سے گزرنے کی تڑپ لے کر اجمیر آتی ہے اور جنتی دروازہ کی نقاب کشائی ان مراسم درگاہ میں شامل ہے جو سالانہ عرس کے موقع پر ادا کئے جاتے ہیں۔ اس دوران روزمرہ رسوم کی ادائیگی میں میں کوئی خاص فرق نہیں آتا بلکہ زائرین اپنے کو ہر لمحہ و ہر لحظہ خواجہ غریب نوازؒ کے دامنِ فرحت میں محسوس کرتے ہیں۔ جنتی دروازہ میں داخل ہونا ایک عقیدہ بھی ہے اور رسم بھی۔ گنبد مبارک سے مغرب کی طرف کے اس دروازے کو جنّتی دروازے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس پر چاندی کے کنواڑ چڑھے ہوئے ہیں۔ یہ دروازہ سال میں چار مرتبہ کھُلتا ہے۔ اوّل عرس کے چھ دنوں میں، صرف

Marfat.com

رات کو غسل کے بعد کچھ دیر کے لئے بند کیا جاتا ہے اور پھر صبح کی خدمت کے بعد کھول دیا جاتا ہے اور سارا دن وَا رہتا ہے۔ چھٹی رجب کو قل کے دن سہ پہر کو صندل مالی کے وقت بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن خدمت سے صندل مالی تک کے اوقات میں کھُلا رہتا ہے۔ چوتھی مرتبہ جنتی دروازہ ۶ شوال المکرم کو الصباح خدمت کے بعد کھولا جاتا ہے اور صندل مالی کے وقت بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ یوم حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے عرس کے لئے مختص ہے۔

سرکار غریب نوازؒ سے مزار مقدس کے نقرئی احاطہ کے دروازہ جس میں چاندی کے کنواڑ جڑے ہوئے ہیں اس کو 'جھجری' کہتے ہیں۔ یہ جھجری مزار کے پائین میں واقع ہے۔ ۲۵ جمادی الثانی کی صبح نماز فجر کے فوراً بعد اسے بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر اسے رجب کی چاند رات سے ۶ رجب تک روزانہ پہلے غسل کے بعد کھولا جاتا ہے اور دوسرے غسل کے وقت بند کر دیا جاتا ہے۔ پہلا غسل 'غسل عام' کہلاتا ہے جب کہ دوسرے کو 'غسل خاص' کہتے ہیں۔ غسل عام رجب کی چاند رات سے چھٹی رجب تک دن میں دو مرتبہ نمازِ فجر سے پہلے اور نمازِ ظہر کے بعد ہوتا ہے۔ ان دنوں میں سہ پہر کو صندل مالی نہیں ہوتی۔ البتہ عشا کے بعد پہلے خدمت اور بعد میں صندل مالی ہوتی ہے۔ غسل عام میں حضرات خدام والا میں سے دو نمائندے مزار شریف کے اندرونی احاطہ

Marfat.com

میں کھڑے ہوتے ہیں جن میں سے ایک صاحب غسل دیتے ہیں اور دوسرے پانی ڈالتے ہیں۔ غسل تربت کے سرہانے کی طرف سے شروع کیا جاتا ہے۔ پانی میں عرقِ گلاب اور کیوڑہ ملا ہوتا ہے۔ یہاں سے غسل کا پانی احاطہ میں آنے لگتا ہے جہاں غسل کی رسم میں عقیدت مند بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ معتقدین اور زائرین اس پانی کو بوتلوں میں بھر کر ہمراہ لے جاتے ہیں اور جسمانی و روحانی بیماریوں کی شفایابی کے لئے تبرکاً استعمال میں لاتے ہیں۔

رات کے دو بجے مزار شریف کو دوبارہ غسل دیا جاتا ہے۔ اس غسل میں عام لوگ شریک نہیں ہو سکتے۔ صرف ساتوں مشار الیہم یا ان کے نمائندے، ایک کلید بردار، دیوان جی، متولی اور ایک انسپکٹر پولیس اور ہر سہ افراد کے ساتھ تین معاون ہوتے ہیں۔ اس طرح جملہ چودہ اصحاب غسل دینے میں شامل ہوتے ہیں اور کسی دوسرے شخص کو اس وقت تک شرکت کی اجازت نہیں ہوتی، جب تک تمام مشار الیہم متفق نہ ہوں۔

سالانہ عرس کی تقریبات میں "دیگ لٹنے" کی رسم بھی ایک عرصہ سے چلی آ رہی ہے۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر نے جو کلاں دیگ خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ عالیہ کی نذر کی تھی وہ حجم کے اعتبار سے اتنی بڑی ہے کہ اسے پکانے کے لئے زمین کے نیچے چولہا بنا کر آگ جلائی جاتی ہے۔ اسے دیگ چڑھانا کہتے ہیں۔ اس کے بعد لمبی لمبی سیڑھیاں دیگ کے ساتھ مضبوطی سے لگا دی جاتی ہیں۔

Marfat.com

زائرین کا ایک ہجوم باری باری اپنی عقیدت کا نذرانہ لاتے ہیں۔ کوئی سبزیاں لاتا ہے، کوئی پھل، چاول وغیرہ۔ غرض جو بھی شے آتی ہے اس دیگ میں ڈالی جاتی ہے۔ عرس کی آخری رات یہ دیگ پکتی ہے اور جب بھنڈارہ تیار ہو جاتا ہے تو ابتدا میں تو خدام اسے بانٹتے ہیں۔ لیکن جب اس گول کمرہ نما دیگ کی گہرائی ان کی پہنچ سے باہر ہو جاتی ہے تو زائرین اور عقیدت منداس میں ننگے پاؤں کود پڑتے ہیں۔ وہاں کی زبان میں اسے 'دیگ لُوٹنا' کہتے ہیں۔ سرکار خواجہ غریب نوازؒ کی محبت اور کرامت ہے کہ گرم دیگ بھی ان کے اجسام کو نہیں جلاتی اور دیگ لُٹنے کی رسم کے بغیر عُرس کی تقریبات مکمل نہیں ہوتیں۔

خواجہ غریب نوازؒ کے عُرس کے دنوں میں قوالی کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ یہ مجالس درگاہ کے سماع خانہ میں ہوتی ہیں۔ روزانہ گیارہ بجے دن سے رات ڈیڑھ بجے تک قوال، حمد، نعت اور خواجہؒ کی شان میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ عرس کے اختتام پر قوال اُستی پڑھتے ہیں۔ ہندی میں منقبت اور مدح کے اشعار کو 'اُستی' کہتے ہیں۔ عموماً تتمہ کے طور پر یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں ؎

دن و دُنیا دو تیرے تو بل جائیں
نیرے تو بل جائیں
ایشور رچو پیر معین الدین خواجہؒ

Marfat.com

چھاتی، گچھاتی، ترپاتی، لُوا پاتی
چاروں ہی چوک کو ایک ہی راجہ
چار دواری گنبد پہ بل بل جاؤں
خوب ہی رچے ایوان کے چھاجا
بنت بھاول چشتی خواجہ حسن داں
دونوں جہاں میں راکھ لو لاجا

عُرس کے دن کی آخری مجلس ڈیڑھ بجے کے قریب اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اسے 'قُل' کا دن کہتے ہیں۔ درگاہ معلیٰ کی اصطلاح میں اُسے 'قُل ہو گیا' کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سالانہ عرس کے دنوں میں ادا ہونے والی ان تقریبات کا منفرد اور روشن پہلو یہ ہے کہ ان کا آغاز رجب کی چاند رات کو جنوبی پہاڑ پر رکھی ہوئی توپ کے گولوں کی گھن گرج سے ہوتا ہے اور 'قُل' ہونے پر توپ کے گولوں کی گھن گرج ہی میں عرس کی تقریبات ختم ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

سفرِ حرم

Marfat.com

تذکروں کا تذکرہ

سفیر حرم

Marfat.com

کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ اپنے
جذبات کے اظہار کی خاطر خواجۂ خواجگانؒ
کے مزار پر چل کر تو آئے تھے لیکن ان کے
پاس دولت نہ تھی جسے بطورِ نذرانہ
تقسیم کر سکتے۔ مگر ان کی باطنی آنکھ سفیرِ حرم
کی خوابگاہ کو الفاظ کے رنگ میں سمو
لیتی تھی۔ الفاظ کے یہی نذرانے آج
تذکروں کی صورت میں ملتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ بزرگؒ کی شان میں عقیدت و محبّت کے پھول نچھاور کرنے والوں کی کسی دَور میں بھی کمی نہیں رہی۔ سلاطین زمانہ اور اولیائے کرام ہزاروں میل کی مسافت طے کرکے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد درگاہ معلیٰ پر حاضری دینے آتے رہے۔ ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی تھیں اور قلوب ملول۔ وہ خواجہ غریب نوازؒ کے مزار اقدس کو اپنی امیدوں اور آرزوؤں کا گہوارہ تسلیم کرتے تھے اور اپنی جھولیاں بھرنے کی خوشی میں یہاں گھی کے چراغ جلاتے تھے۔ نذرانے تقسیم کرتے تھے اور سرکار غریب نوازؒ کی الفت ہمیشہ کے لئے ان کے دلوں پر نقش ہو جاتی تھی ---- ان کے برعکس کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ اپنے جذبات کے اظہار کی خاطر خواجہ صاحبؒ کے مزار پر چل کر آئے تو تھے لیکن ان کے پاس دولت نہ تھی جسے بطور نذرانہ

Marfat.com

تقسیم کرسکتے۔ مگر ان کی باطنی آنکھ سفیرِ حرم کی خواب گاہ کو کسی اور رنگ میں ہی دیکھتی تھی اور وہ ان جلوہ سامانیوں کو اپنے الفاظ میں سمو لیتے تھے۔ یہ الفاظ آج ان تذکروں اور کتابوں میں چمکتے دکھائی دیتے ہیں جو حضرت غریب نوازؒ کی زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ان ہی قلمکاروں کی بدولت خواجہ غریب نوازؒ کی حیات کی کڑیاں مربوط ہیں اور بادشاہوں اور بزرگوں کی ان کے مزار پر حا[illegible]ے واقعات تاریخ میں محفوظ ملتے ہیں۔

سرکار غریب نوازؒ نے 'انیس الارواح' میں اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی کے ملفوظات طیّبات مرتّب کرکے آنے والے دور کے مورخوں کے لئے عقیدت کے اس جذبہ کی بنیاد رکھ دی جو روحانیت کے احساسات سے معمور ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ نقش قدم دوسروں کے لئے قابل تقلید ٹھہرا اور اسی انداز فکر پر عمل کرتے ہوئے خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی نے "دلیل العارفین" میں اپنے مرشد خواجہ معین الدینؒ چشتی غریب نواز کے ملفوظات کو یکجا کیا۔ پھر یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر نے حضرت قطب الدینؒ بختیار کاکی کے ملفوظات کا مجموعہ 'فوائد السالکین' ترتیب دیا۔ حضرت خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر کے ملفوظات کو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے 'راحت القلوب' میں اور ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو امیر خسروؒ اور خواجہ حسن علاء سنجریؒ نے 'افضل الفوائد' اور 'فوائد الفواد' میں رقم کیا۔ بعد ازاں خواجہ نصیر الدینؒ محمود

Marfat.com

کے ملفوظات 'خیر المجالس[6]' کے نام سے مولانا حمید قلندرؒ نے تالیف کیے اور مکتوبات خواجہ حمید الدین ناگوریؒ 'سرور الصدور[7]' کی شکل میں سامنے آئے۔ ان ملفوظات و مکتوبات کے بعد جن قدیم تاریخی اور اسلامی کتابوں میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا ذکر اذکار ملتا ہے ان کا منبع و ماخذ دراصل یہی تمام ملفوظات ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت تک برصغیر میں ایسی تقریباً ایک ہزار سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کسی نہ کسی جگہ یا حواشی میں خواجہ غریب نواز کے حالات زندگی ملتے ہیں۔ دو سو کے لگ بھگ ایسی کتب ہیں جو صرف اور صرف خواجہ غریب نوازؒ کے موضوع پر ہیں اور ان میں خواجہ غریب نوازؒ کی زندگی، شخصیت، مشن، تعلیمات اور افکار قلمبند کیے گئے ہیں۔ ابوالفضل کی 'آئینِ اکبری' سے لے کر خواجہ معنی کی تصنیف 'ہمارے خواجہ' تک ان تذکروں سوانح عمریوں اور تواریخ کی ایک طویل فہرست مرتب کی جا سکتی ہے۔ قدیم تاریخی کتب میں شیخ ابوالفضل کی تصانیف 'اکبر نامہ[8]' اور 'آئینِ اکبری[9]' اور نورالدین جہانگیر کی 'تزکِ جہانگیری[10]'، داراشکوہ کی 'سفینۃ الاولیاء[11]' اور 'سکینۃ الاولیاء[12]'، شہزادی جہاں آراء بیگم کی 'مونس الارواح[13]' اور ملا عبدالقادر بدایونی کی 'منتخب التواریخ[14]' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں کہ جن کے زیادہ تر حوالے بعد کے مؤرخین نے بھی درج کیے۔ جہاں تک تذکروں کا تعلق ہے ان میں 'تذکرۃ الانساب[15]' از تذکرۃ الانساب علی اکبر اردستانی، 'تذکرۃ الاولیاء[16]' از فریدالدین عطار، 'تذکرۃ العابدین[17] و امداد العارفین' از نذیر احمد

Marfat.com

دیوبندی، 'تذکرۃ المعین'[18] از مولانا سید زین العابدین، 'تذکرۃ الاولیاء[19] پاک وہند'
از مفتی ولی حسن ٹونکی، 'تذکرۃ الواصلین'[20] از رضی الدین بدایونی، 'تذکرہ غوثیہ'[21] از غوث
علی شاہ قلندر، تذکرہ صوفیائے[22] بنگال و تذکرہ صوفیائے[23] سرحد و سندھ[24] از مولانا
اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ مشائخ[25] دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن کے حوالہ جات سے
قلمکاروں نے کچھ کچھ اخذ کیا ہے۔ اس کے بعد تاریخ فیروز[26] شاہی از ضیاء الدین برنی،
تاریخ فیروز[27] شاہی از شمس سراج عفیف، تاریخ مبارک[28] شاہی از یحییٰ سرہندی
تاریخ مشائخ[29] چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی، تاریخ ہندوستان[30] از ایلیٹ
تاریخ الاولیاء[31] از امام الدین، تاریخ السلف[32] از خواجہ معنی اجمیری، تاریخِ تصوفِ
اسلام[33] از رئیس احمد، تاریخِ داؤدی[34] از جمیل بیگ فقیر، تاریخ راجستھان[35] از ٹاڈ
سے بھی بعض تذکرہ نویسوں نے استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں جن دیگر کتب میں
مصنفین و مؤلفین کی ایک بڑی تعداد نے خواجہ غریب نوازؒ کی شانِ اجمیری جھلکتی
دکھائی ہے ان میں چند ایک کے نام یہ ہیں۔

'احسن السیر'[36] از مولانا شمس الدین طاہر، 'اخبار الاخیار'[37] از شیخ عبدالحق محدث
دہلوی، 'اسانید الصنادید'[38] از خواجہ معنی اجمیری، 'اسرار السالکین'[39] از خواجہ شمس
الدین ہروی، 'اسرار الطریقت'[40] از شاہ محمد غوث، بادشاہ نامہ[41] از ملا عبدالحمید لاہوری'
بحر الانساب[42] از اخوند سالک، برکاتِ[43] اولیاء از امام الدین گلشن آبادی، بزم صوفیاء[44] از
سید صباح الدین عبدالرحمٰن، بہارِ معینی[45] از مولانا عبدالعزیز سلہٹی دہلوی، اقبال نامہ[46]

Marfat.com

جہانگیری از مرزا محمد عرف معتمد خان ، آبِ کوثر[47] از شیخ محمد اکرام ، تحقیقاتِ چشتی[48]
از مولوی نور احمد چشتی ، کتاب الانساب[49] از علامہ سمعانی ، کتاب التحقیق[50] از امین الدین
خان مفتون ، گلزارِ ابرار[51] از محمد غوثی شطاری ، حجۃ اللہ البالغہ[52] از شاہ ولی اللہ دہلوی
حدیقۃ الاولیاء[53] از مفتی غلام سرور ، گنج الاسرار[54] از حاجی محمد نوشہ ، ماثر الامراء[55] از
نواب صمصام الدولہ شاہ نواز ، ماثر الکرام[56] از غلام علی آزاد بلگرامی ، معارج الولایۃ[57]
از غلام معین الدین ، معین الارواح[58] از خادم حسین زبیری ، معین الاولیاء[59] از دیوان
امام الدین علی خان ، معین العارفین[60] از خادم حسین زبیری ، سلک السلوک[61] از ضیاء الدین
نخشبی ، مناقب المحبوبین[62] از نجم الدین چشتی ، نفحات الانس[63] از ملا جامی ، سیر الاقطاب[64] از
مولانا الہدیہ ، سیر الاقطاب[65] از شیخ اللہ دیا چشتی ، سیر الاولیاء[66] از سید محمد مبارک علوی
کرمانی ، سیر العارفین[67] از مولانا جمالی ، سیر المتاخرین[68] از میر غلام حسین ، سیر و سفر[69] از
مہاراجہ سرکشن پرشاد ، شمس المعارف[70] از مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواری ، طبقات اکبری[71]
از خواجہ نظام الدین ہروی ، طبقات ناصری[72] از منہاج سراج ، کتاب الاعراس[73] از شیخ
محمد ناگوری ، جوامع الحکایات ولوامع الروایات[74] از محمد عوفی ، جواہر فریدی[75] از
محمد علی اصغر چشتی ، چشتی دربار[76] از ندیم سیوہارہ ، خلاصۃ التواریخ[77] از سوجان رائے ،
حکایاتِ اولیاء[78] از اشرف علی ، حقیقت گلزار صابری[79] از شاہ محمد حسن صابری چشتی ،
خواجہ عثمان ہارونی[80] از مولانا اعجاز علی اعجاز ، خواجہ فخر الدین گردیزی[81] از علامہ معنی
اجمیری ، خواجہ حمید الدین[82] از علامہ معنی اجمیری ، اسلام کا سرچشمہ قوت[83] از مولینا

Marfat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودی ، اجمیر کا چاند[۸۴] از مولانا امداد صابری دہلوی ، اجمیر[۸۵] از پنڈت ہر بلاس شاردا ، اجمیر کی کہانی[۸۶] از نورالدین آزاد ، اولیائے چشت[۸۷] لاہور میں از محمد دین کلیم اور اذکار جمیل[۸۸] از حکیم محمد موسیٰ امرتسری ، اسلام کی زندہ تحریک چشت[۸۹] از عبدالغفور غوری۔

وہ کتابیں جو صرف اور صرف خواجہ غریب نوازؒ کی حیات پر لکھی گئی ہیں ان میں حیات خواجہ تاریخ خواجہ[۹۰] از مفتی انتظام اللہ شہابی ، خواجہ پیر[۹۱] کی درگاہ از علامہ خواجہ معنی اجمیری ، خواجہ غریب نواز[۹۲]ؒ ، از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ، خواجہ غریب نواز[۹۳]ؒ از ملک عنایت اللہ ، خواجہ معین الدین[۹۴]ؒ از ابو سلمان شاہجہان پوری ، رسالہ غریب نواز[۹۵]ؒ از شاہ اکبر ابوالعلائی داناپوری ، سوانح حضرت خواجہ غریب نواز[۹۶]ؒ از مولانا عاشق حسین سیماب اکبر آبادی ، سوانح معین الدینؒ چشتی[۹۷] از وحید احمد مسعود ، سوانح عمری حضرت معین الدین چشتی[۹۸]ؒ از سید محمد الیاس رضوی ، میر اجمیر[۹۹] از نثار الملک میر احدی ، ہمارے خواجہ[۱۰۰]ؒ از علامہ معنی اجمیری ، خواجہ خواجگان[۱۰۱]ؒ مرتبہ احمد رئیس ، راہ فردا[۱۰۲]

یہ ہیں علم کے وہ خزانے جن میں خواجہ معین الدینؒ چشتی غریب نواز اجمیری کی مقدس زندگی کے گوہر تابدار اوراق کی صورت میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں:

(مدح حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ) ، از شیخ غلام قادر گرامی ، سلسلۃ الذہب[۱۰۳] از مولوی احتشام الدین جے پوری۔ حیات صدر[۱۰۴] الافاضل مرتبہ حکیم سید غلام معین الدین نعیمی۔

سفرِ حرم

Marfat.com

قطعۂ تاریخ

نتیجۂ فکر

جناب بشیر حسین ناظم ایم۔اے

نوشت تذکرۂ دلپذیر و جاں پرور
ز فیض خواجہ [illegible]زی جناب ایم ایس ناز
چوں سالِ طبعِ ایں نسخہ من از فلک جستم
عروسِ فکر بر آمد بکام عشوہ و ناز
قریب گشت و بگوشم بگفت اے ناظم
بگو ز روئے الم "مخزنِ غریب نواز"

۱۹۷۳ + ۱ = ۱۹۷۴

سفیر حرم

Marfat.com

Marfat.com

جہانِ نَو ہو رہا ہے پیدا

علی ناصر زیدی

اس مختصر سی کتاب میں آپ کو ایسے بہت سے سوالات کا جواب مل جائے گا۔ آپ چاند اور دوسرے جہانوں کے سفر کی خبریں تو آئے دن سُنتے اور پڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن چاند اور نظامِ شمسی کے دُوسرے سیاروں کی تفصیل شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ اِن صفحات میں اُس تفصیل کے علاوہ خلائی سفر کی مشکلات اور انسان کا اُس پر قابُو پانا اور مستقبل کے اقدامات کی معلومات بھی درج ہیں۔ جابجا تصویروں سے مزیّن۔

قیمت صرف: ۵ روپے

ایک انسان ایک سربراہ

(کینیڈی)

امریکہ کے سب سے کم عمر صدر کے حالاتِ زندگی اور کارنامے ٹیڈ سورنسن نے جو کینیڈی کا مشیرِ خاص اور دستِ راست تھا لکھے ہیں اس کی قربت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ اسے کینیڈی کا ہمراز کہتے تھے اسی لیے اِس کتاب کو ایک خاص وقعت حاصل ہے کہ اس میں تفصیلاً ٹھوس معلومات جمع کی گئی ہیں۔ ترجمہ خواجہ محمد شفیع دہلوی نے کیا ہے۔

قیمت: ۵/۵۰ روپے

تخلیق مرکز۔ ۳۳ اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ایم ایس ناز

اس نام سے اب مَیں بہت مانوس ہو چکا ہوں۔ یہ نام کافی عرصہ پہلے مَیں نے اخبارات میں دیکھا تو مجھے حیرانی بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ حیرانی، انگریزی طرز کے اس نام کو دیکھ کر اور خوشی اس نام سے شائع ہونے والے اسلامی مضامین کو پڑھ کر جو فکر انگیز موضوعات کے حامل ہوتے تھے۔ پھر جب دار السلام میں منعقد ہونے والی کُل پاکستان سُنی کانفرنس میں میری بالمشافہ ملاقات ایم ایس ناز سے ہوئی تو اس نام میں مجھے محبوبیت نظر آئی اور ناز کی باتیں میرے دل میں اُتر کر رہ گئیں۔

ایم ایس ناز وہ نوجوان شخصیت ہے جسے شہرت حاصل کرنے کے لیے زیادہ مدت کا انتظار نہیں کرنا پڑا بلکہ اس نے بہت کم وقت میں ممتاز ادیبوں اور صحافیوں میں اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ ناز کی شخصیت سے مَیں اس لیے بھی پیار کرتا ہوں کہ اس نے بچپن میں حضرت مولانا ابوالحسناتؒ ابن مولانا سید دیدار علی شاہؒ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اس نے ہر موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن اس کا اولیائے کرام کی سوانح حیات لکھنے کا انداز مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ وہ بزرگوں کے حالاتِ زندگی، موجودہ دَور اور معاشرتی حالات کے مطابق رقم کر رہا ہے۔ اس کے پاس الفاظ کا بے پناہ ذخیرہ ہے اور اُردو زبان کی ندرت، تشبیہات و استعارات کی جدت اس کی تحریر کا خاصا ہیں۔ اس کے وسیع مطالعہ نے اس کے خیالات کو وسعت بخشی ہے اور مجھے یہ سُن کر رُوحانی طور پر مسرت ہو رہی ہے کہ ایم ایس ناز نے میرے خواجہ پیاؒ کی ایک ضخیم سوانح عمری لکھی ہے۔ میرا قلب مطمئن ہے کہ سرکار غریب نوازؒ کی خدمت اقدس میں اس کا یہ نذرانۂ عقیدت قبول کر لیا گیا ہے۔

السید غلام محی الدین چشتی
سجادہ نشین، گولڑہ شریف

لائن پریس لمیٹڈ ہسپتال روڈ لاہور

Marfat.com

ایم ایس ناز

اس نام سے اب مَیں بہت مانوس ہو چکا ہوں۔ یہ نام کافی عرصہ پہلے مَیں نے اخبارات میں دیکھا تو مجھے حیرانی بھی ہوئی اور خوشی بھی۔ حیرانی، انگریزی طرز کے اس نام کو دیکھ کر اور خوشی اس نام سے شائع ہونے والے اسلامی مضامین کو پڑھ کر جو فکر انگیز موضوعات کے حامل ہوتے تھے۔ پھر جب دار السلام میں منعقد ہونے والی کُل پاکستان سُنی کانفرنس میں میری بالمشافہ ملاقات ایم ایس ناز سے ہوئی تو اس نام میں مجھے محبوبیت نظر آئی اور ناز کی باتیں میرے دل میں اُتر کر رہ گئیں۔

ایم ایس ناز وہ نوجوان شخصیت ہے جسے شہرت حاصل کرنے کے لیے زیادہ مدت کا انتظار نہیں کرنا پڑا بلکہ اس نے بہت کم وقت میں ممتاز ادیبوں اور صحافیوں میں اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ ناز کی شخصیت سے مَیں اس لیے بھی پیار کرتا ہوں کہ اس نے بچپن میں حضرت مولانا ابوالحسنات ابنِ مولانا سید دیدار علی شاہؒ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اس نے ہر موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے لیکن اس کا اولیائے کرام کی سوانح حیات لکھنے کا انداز مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ وہ بزرگوں کے حالاتِ زندگی، موجودہ دَور اور معاشرتی حالات کے مطابق رقم کر رہا ہے۔ اس کے پاس الفاظ کا بے پناہ ذخیرہ ہے اور اُردو زبان کی ندرت، تشبیہات و استعارات کی جدت اس کی تحریر کا خاصا ہیں۔ اس کے وسیع مطالعہ نے اس کے خیالات کو وسعت بخشی ہے اور مجھے یہ سُن کر رُوحانی طور پر مسرت ہو رہی ہے کہ ایم ایس ناز نے میرے خواجہ پیاؒ کی ایک ضخیم سوانح عمری لکھی ہے۔ میرا قلب مطمئن ہے کہ سرکار غریب نوازؒ کی خدمت اقدس میں اس کا یہ نذرانہ عقیدت قبول کر لیا گیا ہے۔

السید غلام محی الدین چشتی
سجادہ نشین، گولڑہ شریف

لائن پریس لمیٹڈ ہسپتال روڈ لاہور

Marfat.com

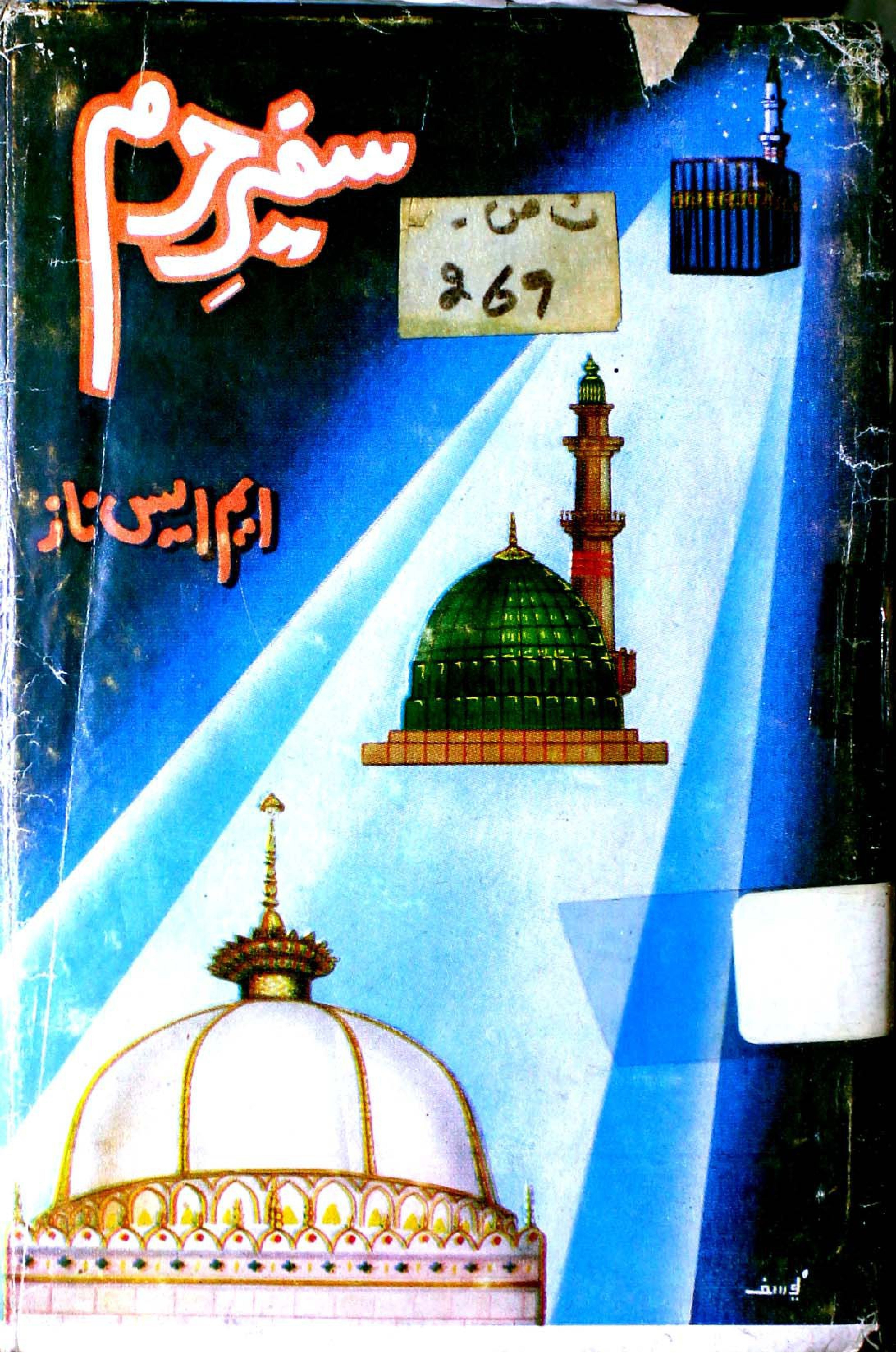

Marfat.com